

عمرات سیریز

انٹرنیٹ ریگب

Ahmed
Said
Said

منظر کشیم ایم ای

چند باتیں

محترم قارئین اسلام مسنون :- یہ ناول انٹرنی گریپ پیش خدمت ہے۔ بطویل عرصے کے بعد عمران اور شاگل کے درمیان بیاہونے والے ایک ایسے معرکے کو پیش کیا جا رہا ہے جس میں انتہائی گہرا پلان لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے واقعات کے ساتھ ساتھ ایکشن اور سپنس اس طرح یکجا ہو گئے ہیں کہ یہ ناول واقعی جاسوسی ادب میں ایک شاندار اور منفرد حیثیت حاصل کر گیا ہے۔ کافرستان سیکرٹ سروس کا چیف شاگل اب ایک ایسا کردار بن چکا ہے جس سے نہ صرف قارئین بخوبی واقف ہو چکے ہیں بلکہ قارئین کی کثیر تعداد کا مسلسل اصرار رہتا ہے کہ شاگل کے کردار پر مبنی زیادہ سے زیادہ کہانیاں لکھی جائیں۔ اس ناول میں شاگل کا کردار کچھ زیادہ ابھر کر سامنے آیا ہے اور اس نے اس بار واقعی عمران جیسے شخص کو بھی ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول ہر لحاظ سے آپ کو بے حد پسند آئے گا۔ اب قارئین کے خطوط بھی پڑھ لیجئے۔

لاہور محلہ گلے زبیاں سے غلام الیسن، اردن آباد سے طاہر عباس، لاہور سنت نگر سے شہباز احمد، کراچی کیمٹری سے بخت رحمن، لاہور سے عبداللہ جمیل، ٹنڈوالہار سندھ سے محمد ندیم سلطان، گوجرانوالہ سے محمد سعید ناصر، ملتان سے محمد یونس۔ ملک محمد ماک، بچہ، جہلم سے راجہ ایم نذیر زخمی۔ ان سب قارئین نے اپنے اپنے خطوط میں ٹاسٹ پلان کی بے پناہ پسندیدگی کے ساتھ ساتھ اس میں موجود ایک غلطی کی بھی نشاندہی کی ہے کہ عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان جب گرفتار ہو کر کانڈی جیل میں قید کئے جاتے ہیں تو ان کی تعداد آٹھ ہوتی ہے لیکن

جب وہ وہاں سے نزار ہوتے ہیں تو ان کی تعداد سات رہ جاتی ہے اور تنویر ان میں شامل نہیں ہوتا کیونکہ اس پر سے باب میں تنویر کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ حالانکہ بعد میں جب وہ محفوظ مقام پر پہنچتے ہیں تو وہاں تنویر کی موجودگی ظاہر ہو جاتی ہے۔ ان سب تاریک کامیوں کے علاوہ مذکور ہوں کہ انہوں نے اس غلطی کی نشاندہی کی۔ تنویر جیسے کردار کا گنتی میں شامل نہ ہونا واقعی حیرت انگیز بات ہے کیونکہ تنویر سیکڑت سروں کا الہ کر دار ہے جو ہر خوشی میں کسی نہ کسی طرح اپنے وجود کا ہمیشہ اظہار کرتا رہتا ہے لیکن تاریک تنویر کے کردار کی نفسیات کو بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے جب سیکڑت سروں کے ارکان لیبارٹری کو تباہ کرنے کے لئے اپنی اپنی نیاویز پر محو کر رہے تھے تو ایک وقت ایسا بھی آیا کہ تنویر کی تجویز کے بعد کیپٹن ٹشکیل نے ایک تجویز پیش کر دی اور تنویر اپنی تجویز کو چھوڑ کر کیپٹن ٹشکیل کی تجویز کی حمایت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کیپٹن ٹشکیل کی تجویز کے مطابق سیکڑت سروں اس لیبارٹری کی تباہی کے لئے چل پڑتی ہے اور اس کے بعد تنویر واقعی گنتی سے غائب ہو جاتا ہے دوسرے نفعوں میں وہ موجود تو ہوتا ہے لیکن اس کا وجود عدم وجود کے برابر ہو جاتا ہے اگر تنویر کی نفسیات پر غور کیا جائے تو تنویر کی بظاہر عدم موجودگی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ بہر حال اس نفسیاتی توہم کے باوجود تنویر کی بظاہر عدم موجودگی کی وجہ سے ان تمام تاریکین سے معذرت خواہ ہوں جنہیں اس کی وجہ سے دہشت انگیز لکھنؤ کا شکار ہونا پڑا۔ انشاء اللہ ٹائٹ پلان کے آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کر دیا جائے گا۔

عمر کوٹ تھراپارک رنڈہ سے سید ضیاء الحسن شاہ بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ ٹائٹ پلان واقعی ایک شام بھار ناول ہے اور نہ صرف مجھے بلکہ سیر نام دوستوں کو بھی یہ بھی پسند آیا ہے۔ آپ نے چند باتوں میں لکھا ہے کہ عمران اسرائیل کے

خلاف کام کرتے ہوئے انتہائی پرجوش، فعال اور خطرناک بن جاتا ہے۔ میں بھی عمران سیریز پڑھتے ہوئے انتہائی پرجوش ہو جاتا ہوں۔ جو جذبہ آپ عمران سیریز کے ذریعے نوجوانوں میں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ واقعی قابل قدر ہے۔ ایک فرمائش بھی ہے کہ جولیا کے کردار پر کوئی ایسا ناول لکھیں جس میں جولیا اپنی پوری صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے۔ مطلب ہے کہ وہ نکل اٹھیں جن میں نظر آئے۔ سید ضیاء الحسن شاہ بخاری صاحب! ٹائٹ پلان کی بے پناہ پسندیدگی پر بھیجہ مشکور ہوں۔ عمران تو اسرائیل کے خلاف کام کرتے ہوئے پرجوش، فعال اور خطرناک بن جاتا ہے مگر آپ نے لکھا ہے کہ آپ عمران سیریز پڑھ کر صرف پرجوش ہو جاتے ہیں۔ بانی وہ جذباتوں کا بھی آپ پر یقیناً اثر ہوتا ہوگا اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے ملک کے دشمنوں اور معاشرے میں موجود برائیوں کے خلاف یقیناً فعال اور خطرناک بھی ہو جاتے ہوں گے۔ جہاں تک جولیا پر ایسے ناول لکھنے کی فرمائش کا تعلق ہے کہ جس میں جولیا اپنی پوری صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے نکل اٹھیں جن میں آئے تو آپ نے یقیناً اپنی فرمائش کے نتیجے پر غور نہیں کیا کیونکہ جب جولیا واقعی نکل اٹھیں تو پھر عمران اور تنویر دونوں کا کیا انجام ہوگا۔ پہلے اس پر غور کر لیں۔

کراچی سے زلیش مکار صاحب لکھتے ہیں۔ ٹائٹ پلان جیسا شاہکار ناول لکھنے پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ عمران جولیا کو لے کر جنگ کر رہا رہتا ہے۔ آپ میری طرف سے عمران کو کہہ دیں کہ وہ جولیا کو اتنا تنگ مت کرے۔ ورنہ عمران کو پچ مچ سینڈل مار دے گی۔ ابھی تو عمران رابرٹ سینڈل کی زور سے بچ جاتا ہے لیکن اگر شرمی وہ واقعی جولیا کے سینڈل کی زد میں آگیا تو۔۔۔ زلیش مکار صاحب! ناول کی پسندیدگی کا شکریہ۔ جہاں تک عمران کا جولیا

کو تنگ کرنے کا تعلق ہے تو وہ خود بھی کہتا رہتا ہے کہ وہ جولیا کو سزا دے رکھنے کے لئے تنگ کرتا ہے جہاں تک پہنچ سینڈل مارنے اور عمران کا اس کی زد میں آجانے کی بات ہے تو اسی پہنچ کے سینڈل کھانے سے پہنچنے کے لئے تو عمران ہر بار عین موقع پر غور انکھی کاٹ جاتا ہے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اچھی تو وہ سینڈل سے پہنچ جاتا ہے کیونکہ جولیا بقول آپ کے پہنچ سینڈل نہیں دیتی۔ لیکن بعد میں وہ مسلسل سینڈل کی زد میں رہے گا۔ کیا خیال ہے ؟

ماخذہ ضلع گجرات سے رانا محمد میسر صاحب لکھتے ہیں: ثنائت بلان بھی پسند آیا۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ریڈ اسکوئر کی چھت تو بے حد مضبوط معنی اور اس پر ایم بی ایم اثر نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن عمران نے کیسے ایک خنجر کی مدد سے چھت میں سوراخ کر لیا۔ ؟

رانا محمد میسر صاحب: انادول کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اپنے غور نہیں فرمایا کہ مشین اور اس کے موجودہ سائنڈل اور اس کے دو ساتھیوں کو چھت کے ایک سوراخ کے ذریعے ہی اس کمرے میں پہنچایا گیا تھا۔ ظاہر ہے اس کیسے وہ پوری چھت تو نہ توڑ سکتے تھے اس کیلئے انہوں نے ضرورت کے مطابق چھت میں سوراخ رکھا ہوگا جسے بعد میں ایم جونی میں بند کیا گیا۔ چھت تو ذاتی بھی مضبوط بنا لی گئی ہوگی مگر وہ سوراخ بہر حال بعد میں بند کیا گیا تھا اور چھت میں بھی ایک ایسی کمزوری تھی جس کا احساس انہیں ہی تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے چھت پر دو خنجر افراد کو بھی حفاظت کیلئے رکھا ہوا تھا اور جس مذبح کے ساتھ اس وقت عمران کام کر رہا تھا یہ سوراخ خنجر سے کھول لیا عمران کے لئے۔

”لیکن نہ تھا اور خنجر تو بہر حال فولادی ہوتا ہے۔ امیداً بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔

اب اجازت دیجئے۔ والسلام۔ منظر حکیم ایم۔ اے۔

سر رحمانؒ اپنے دفتر میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھے کہ پاس پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”یس۔ سر رحمان نے رسیور اٹھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”پی۔ اے بول رہا ہوں سر۔ صدر مملکت سے بات کریں۔ وہ لائن پر ہیں۔“

دوسری طرف سے پی۔ اے کی آواز سنائی دی اور سر رحمان پوری طرح چونک پڑے۔ صدر مملکت کی براہ راست ٹیلی فون کال بتا رہی تھی کہ کوئی اہم واقعہ ہو گیا ہے۔

”ہیلو۔“ چند لمحوں بعد صدر مملکت کی باوقار آواز رسو پر گونجی۔

”یس سر۔ میں رحمان بول رہا ہوں۔“ سر رحمان کے لہجے

میں مودبانہ پن تو تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ دقت کی حد تک تھا۔

سر رحمان۔ ہمسایہ ملک کا فرستان میں ہونے والی میٹنگ کی

تفصیلات آپ کو مل چکی ہیں۔ صدر مملکت نے باوقار پہنچے ہیں کہا۔
 "یس سر۔ ابھی فائل پہنچی ہے۔ اور میں اس کا مطالعہ ہی کر رہا تھا۔
 سر رحمان نے جواب دیا۔

"اس میٹنگ میں آپ کے ساتھ جانے والے وفد میں سیکرٹ
 سرورس کا نمائندہ بھی شامل ہوگا۔ میں نے ایکسٹو سے کہہ دیا ہے
 وہ اپنا نمائندہ بھیج دیں گے۔ تفصیلات آپ آپس میں طے کریں گے"
 صدر مملکت نے جواب دیا۔

"لیکن سر۔ یہ میٹنگ تو انشلی جنس کی میٹنگ ہے۔ اس میں
 سیکرٹ سرورس کے نمائندے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔"
 سر رحمان نے حیرت بھرے پہنچے میں کہا۔

"ایکسٹو کو ایک خفیہ رپورٹ ملی ہے کہ اس میٹنگ کے
 پس منظر میں کوئی ایسی بات موجود ہے کہ میٹنگ میں سیکرٹ سرورس
 کے نمائندے کی شمولیت ضروری ہے۔" صدر مملکت نے
 جواب دیا۔

"لیکن کیا رپورٹ ملی ہے۔ یہ تو ایک روٹین میٹنگ ہے۔ ایسی
 میٹنگیں ہمسایہ ملکوں کے درمیان ہوتی رہتی ہیں۔" سر رحمان
 کی حیرت اور بڑھ گئی۔

"مجھے نہیں معلوم اور نہ میں نے پوچھنے کی کوشش کی ہے۔
 بہر حال ایکسٹو انتہائی ذمہ دار عہدے دار ہے۔ اُسے کوئی ایسی
 رپورٹ ملی ہوگی۔" صدر مملکت نے جواب دیا۔

"لیکن سر۔ میں اس وفد کا سربراہ ہوں۔ میرے علم میں ہر بات

ہونی چاہیے۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔" سر رحمان نے اس بار
 خشک پہنچے میں جواب دیا۔

"آپ کو ایکسٹو کے مزاج کا اچھی طرح علم ہے کہ وہ جو کچھ بتا
 چاہتا ہے خود ہی بتا دیتا ہے ورنہ نہیں۔ ویسے میری طرف سے آپ
 کو اجازت ہے کہ آپ ایکسٹو سے پوچھ لیں۔ بہر حال ان کا نمائندہ
 آپ کے وفد میں شامل ہوگا۔ یہ اصولی طور پر طے کر لیا گیا ہے۔"
 صدر مملکت نے بھی خشک پہنچے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سر۔ میں بات کر لیتا ہوں۔ لیکن اگر انہوں نے انکار
 کر دیا تو پھر میں وفد کی سربراہی نہ کر سکوں گا۔ کیونکہ میں اسے اپنی توہین
 سمجھتا ہوں۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ میں بھی اس میٹنگ میں اپنا نمائندہ
 بھیج دوں۔" سر رحمان حسب عادت حذر پراثر آئے۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں کریں۔ بہر حال آپ بھی ذمہ داری میں
 ایکسٹو سے کم نہیں ہیں۔ ملک کا مفاد، بہر حال، بہر صورت میں سامنے
 رہنا چاہیے۔ گڈ بائی۔" دوسری طرف سے صدر مملکت نے

جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ سر رحمان چند لمحے
 تو خاموش بیٹھے ہونٹ کاٹتے رہے۔ پھر انہوں نے کمریڈل دبا دیا۔
 "یس سر۔" دوسری طرف سے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

"سلطان سے بات کراؤ۔" سر رحمان نے تیز پہنچے میں
 کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔ اور چند لمحوں بعد جب گھنٹی بجی تو سر رحمان
 نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"یس۔" سر رحمان نے تیز پہنچے میں کہا۔

جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن بحیثیت سربراہ مجھے اس رپورٹ کا علم ہونا ضروری ہے۔" سر رحمان نے تیز ہلچے میں کہا۔

"تمہاری بات اصولی طور پر درست ہے۔ میں نے بھی ایک سو سے بھی بات کی تھی، لیکن اس نے جواب دیا کہ وہ فی الحال اس کے متعلق کچھ نہیں بتانا چاہتا۔ اسی لئے تو میں نے تم سے کوئی بات نہ کی تھی۔ ویسے تمہیں معلوم ہے کہ اس نے کون سا نمائندہ تمہارے ساتھ بھیجنے کے لئے منتخب کیا ہے؟" سر سلطان نے مسکراتے ہوئے ہلچے میں جواب دیا۔

"نہیں۔ مجھے کیا معلوم؟" سر رحمان نے جواب دیا۔
"وہ تمہارا بیٹا علی عمران ہے۔" سر سلطان نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"عمران — وہ احمق — نہیں میں کسی صورت بھی اسے اس اہم سرکاری میٹنگ میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ میں اس کی اوٹ پیشابگ حرکتیں ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔" سر رحمان نے انتہائی غصیلے ہلچے میں جواب دیا۔
"مجھے معلوم ہے۔ ویسے میرا ایک مشورہ ہے۔ تم خود جانے کی بجائے اس بار کسی اور کو سربراہ بنا کر بھیج دو۔ دو ٹین میٹنگ ہی تھی۔ جوتی رہے گی۔ تمہارا وٹاں جانا کیا ضروری ہے؟" سر رحمان نے جواب دیا۔

"ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ ایک سو نے جان بوجھ کر عمران کو ساتھ بھیجنے

"سر سلطان صاحب سے بات کیجئے سرہ — دوسری طرف ہے پی۔ اے کی آواز سنائی دے گی۔ اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سر سلطان کی آواز رسیور پر سنائی دے گی۔"

"کیس — سلطان بول رہا ہوں۔" سر سلطان کے ہلچے میں حیرت کی ہلکیاں نمایاں تھیں۔

"سلطان۔ میں رحمان بول رہا ہوں۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ جمالیہ ملکوں کے درمیان انٹیلی جنس کے اعلیٰ عہدے داروں کی میٹنگز جوتی رہتی ہیں۔ اب بھی جمالیہ ملک کا فرسٹان کے انٹیلی جنس عہدیداروں کے ساتھ ایک میٹنگ ہونے والی ہے۔ جس میں پاکٹیشیا کی طرف سے میں وفد لے کر جا رہا ہوں۔ لیکن ابھی صدر مملکت کا فون آیا ہے کہ اس وفد میں سیکرٹری سرورس کا نمائندہ بھی شامل ہو گا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے بتایا گیا کہ ایک سو کو کوئی رپورٹ ملی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنا نمائندہ بھیج رہا ہے۔ لیکن صدر مملکت کو اس رپورٹ کا علم نہیں ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے؟" سر رحمان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس رپورٹ کے بارے میں تو علم نہیں ہے۔ البتہ ایک سو نے مجھے ضرور کہا تھا کہ اس کا نمائندہ اس وفد میں شامل ہو گا۔ لیکن میں تمہاری عادت جانتا ہوں اس لئے میں نے خود بات نہیں کی۔ اس کے بعد شاید صدر مملکت سے ایک سو کی بات ہوئی ہوگی اور اس نے میری خاموشی کے متعلق بتایا ہو گا۔ چنانچہ صدر مملکت نے تم سے براہ راست بات کر فی مناسب بھیجی ہوگی۔" سر سلطان نے

کی سازش کی ہے۔ تاکہ میں نہ جاسکوں۔ اور اب یہ سازش ناکام ہو گئی۔ میں خود جادوں کا اور عمران میرے ساتھ نہیں جائے گا۔ ہاں اگر ایک سو کسی کو بھیجنا ہی چاہتا ہے تو اسے کہہ دو کہ وہ عمران کی بجائے کسی اور کو بھیج دے۔" سر رحمان اپنی فطرت کے مطابق فوراً ہی ضد پر اتر آئے۔

"سور رحمان۔۔۔ خواہ مخواہ کے جھگڑے کی آخر کیا ضرورت ہے۔ ایک سو کے مطابق عمران کا جانا بے حد ضروری ہے اور عمران شاید ابھی متہارے پاس پہنچنے ہی والا ہے۔ اس لئے یا تو اسے ساتھ لیتے جاؤ۔ یا پھر اپنی جگہ کسی اور کو سربراہ بنا کر بھیج دو۔" سر سلطان نے بڑے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہ دونوں باتیں ہی ناممکن ہیں۔ ٹھیک ہے میں خود بنٹ لوں گا۔" سر رحمان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور دیکھ کر کیٹل پر شوخ دیا۔ اور پھر گھٹی کا ہٹن دبا دیا۔ دوسرے ہی لمحے ان کا چہرہ اسی دروازے میں داخل ہوا۔

"فدا بخش۔ عمران کو جانتے ہو۔" سر رحمان نے انتہائی غصیلے لہجے میں بوڑھے چہرہ پر اسی سے کہا۔

"عمران۔۔۔ چھوٹے صاحب۔۔۔ جی۔۔۔ جی۔۔۔ میں نے تو انہیں گود میں کھلایا ہے۔۔۔ بوڑھے چہرہ پر اسی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ ان کا پرانا چہرہ اسی تھا۔ اس لئے سر رحمان کا یہ کہنا کہ عمران کو جانتے ہو اسے شدید حیرت میں مبتلا کر گیا تھا۔

"سنو۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے دفتر میں داخل ہو۔ جاؤ۔" سر رحمان نے پھینکارتے ہوئے کہا۔ اور بوڑھا چہرہ اسی سر ملتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"ٹائٹنس۔" سر رحمان نے سر جھٹکتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ اور سامنے کھلی ہوئی کابل بند کر کے اسے سائیڈ ٹرے میں اچھال دیا۔ لیکن اسی لمحے دروازے سے عمران نمودار ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے بوڑھے چہرہ پر اسی کو پکڑ رکھا تھا۔ اور اسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔

"میں اور خدا بخش چہرہ اسی حاضر ہو سکتے ہیں جناب۔" عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ کیا حقت ہے۔ کیوں اسے کمرے ہوئے ہو۔ گٹ آؤٹ۔" سر رحمان نے حلق کے بل پیچھے ہوئے کہا۔

"جاؤ بابا۔۔۔ تمہیں تو جانے کی اجازت مل گئی۔" عمران نے بوڑھے چہرہ پر اسی سے کہا اور اسے چھوڑ دیا۔

"جج۔۔۔ جج۔۔۔ صاحب میں نے تو چھوٹے صاحب کو روکنے کی کوشش کی۔ لیکن چھوٹے صاحب مجھے ہی دھکیلتے ہوئے اندر آ گئے صاحب۔۔۔ بوڑھے چہرہ پر اسی نے کھکیاتے ہوئے کہا۔

"آئی۔ سی۔ گٹ آؤٹ۔" سر رحمان غصے سے جج بڑے۔

اور چہرہ اسی اس طرح تیزی سے باہر کو دوڑا۔ جیسے اس کے پیچھے موت پک رہی ہو۔ لیکن عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا میز کے قریب پہنچا اور پھر اس نے بوڑھے مؤدبانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر اس طرح

سلام کیا جیسے انتہائی فرمانبردار قسم کا ماتحت اپنے افسر کو سلام کرتا ہے۔

"کیا تم نے میرا حکم نہیں سنا۔ ٹانسس۔" سر رحمان کا پارہ انتہائی بلند یوں پر پہنچ چکا تھا۔

"جج۔ جج۔ جج سن لیا۔ لیکن میں تو اماں بی کا حکم سنانے آیا ہوں۔ اگر آپ نہیں سنا چاہتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔" عمران نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہیں ایٹھ ٹو نے نہیں بھیجا۔"

سر رحمان نے انتہائی حیرت سے جو کہتے ہوئے پوچھا۔

"ایٹھ کیا حیثیت رکھتا ہے اماں بی کے سامنے۔ اماں بی تو ایکس دن ہیں۔" عمران نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔

"تم گھر سے آرہے ہو۔" سر رحمان نے اس بار قدرے نرم لہجے میں پوچھا۔ وہ اپنی بیگم کا مزاج ابھی طرح سمجھتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ وہ کسی بھی لمحے قیامت برپا کر سکتی ہے۔

"جی ہاں۔ لیکن میں داناں بالکل نہیں بیٹھا۔ بس کھڑے کھڑے آگیا ہوں۔ اماں بی نے حکم ہی ایسا دیا ہے۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو میں بیٹھ جاؤں۔" عمران نے بڑے فرمانبردارانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو۔" سر رحمان نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد کہا۔ اور عمران واقعی بڑے مؤدبانہ انداز میں کسی پر بیٹھ گیا۔

"بولو۔ کیا کہا ہے اس نے۔" سر رحمان نے جونٹ کاٹتے

ہوئے پوچھا۔

"کس نے جناب۔" عمران نے اس طرح چونک کر پوچھا۔ جیسے وہ کچھ جانتا ہی نہ ہو۔

"متہا دی اماں بی نے۔ اور کس نے۔ ٹانسس۔" سر رحمان کو دوبارہ غصہ آنے لگا تھا۔

"کہا تو کچھ نہیں جناب۔ حکم دیا ہے۔" عمران واقعی انتہائی فرمانبردارانہ اور مؤدبانہ لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"کیسا حکم۔" کو بھی سہی۔" سر رحمان اب بڑی طرح جھنجھلا گئے تھے۔

"جناب حکم دیا جاتا ہے۔ بکا نہیں جاتا۔ کم از کم اگر امر تو....." عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"سنو۔ آخری بار کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ کہنا ہے۔ کہہ دو۔ ورنہ میں تمہیں اور متہا دی اماں بی دونوں کو گولی مار سکتا ہوں۔" سر رحمان واقعی بڑی طرح جھنجھلا گئے تھے۔

"آخری بار۔ وہ کیوں جناب۔ کیا آپ نے اس کے بعد نہ بولنے کی قسم کھالی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو جناب فکر کی ضرورت نہیں بس قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور یہ بڑا معمولی سا کفارہ ہوتا ہے۔ بس چالیس غریبوں کو کھانا کھلانا پڑتا ہے اور جناب مجھ سے بڑا غریب کون ہو سکتا ہے۔ میں چالیس غریبوں کو ملا کر بھی اکیلا ان سے زیادہ غریب ہوں۔ بے روزگار ہوں۔ مکان بھی نہیں ہے۔ ملنگے کے تخلیث میں پڑا ہوں۔ تین تین دن فاقہ کرنا پڑتا ہے

"کیا بات ہے بیگم۔ تم نے اس احمق عمران کو کیوں بھیجا ہے میرے پاس"۔ سرمرحمان نے غصیلے پہنچے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کسے احمق کہہ رہے ہو"۔ دوسری طرف سے اماں بی کا پھانٹا کھانے والا لہجہ سن کر عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ "میں پوچھ رہا ہوں۔ تم نے عمران کو کیوں میرے پاس بھیجا ہے"۔ سرمرحمان نے جواب دیا۔ لیکن باوجود غصے کے اس بار انہوں نے عمران کے ساتھ احمق کا لفظ نہ بولا تھا۔

"تو اور کس کے پاس بھیجتی۔ کیا اس کا اور باپ بیٹھا ہوا ہے کہیں"۔ اماں بی کا غصہ سرمرحمان سے بھی زیادہ پاؤں پر تھا۔

"اوہ۔ میں پوچھ رہا ہوں کیوں بھیجا ہے۔"۔ سرمرحمان نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہیں تو خیال ہی نہیں ہے بیٹے کا۔ بس ہر وقت دفتر میں بیٹھے رعب جلاتے رہتے ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ عمران تمہارا بیٹا ہے اور اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ وہ مدد ہوا میرے پاس آیا کہ اس نے بڑی بھاگ دوڑ کر کے کسی دوسرے ملک میں سرکار کی طور پر جانے کا بندوبست کیا ہے تاکہ وہ مولا کیا۔ ٹی۔ ٹی۔ سی۔ ٹی۔ بی۔ جانے لگا۔ لیکن تم اسے نہیں جانے دے رہے۔ میں پوچھتی ہوں آخر تمہارے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔ اگر اسے سرکار سے کچھ پیسے مل سکتے ہیں تو تمہیں کیا اعتراض ہے۔ تمہاری جیب سے تو نہیں جائیں گے۔"۔ اماں بی نے انتہائی غصیلے پہنچے میں کہا۔

"ہوں۔"۔ تو یہ بات ہے۔ نہیں۔ وہ نہیں جاسکتا۔ وہ میرے

اس لئے اگر آپ مجھے ہی چاہیں کھانوں جتنی رقم دے دیں تو کھارہ پورا ہو جائے گا۔ لیکن میں غریب مزدوروں کیکن کھانا فائیکو سٹارڈوٹل میں ہی کھاتا ہوں"۔ عمران نے بڑے مصحوم سے پہنچے میں کہا۔

سرمرحمان چند لمحے تو خاموش بیٹھے۔ اماں بی سے ہونٹ کاٹتے رہے۔ ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اپنے غصے کو بڑی مشکل سے کنٹرول میں کئے ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے ایک جھٹکے سے رسیور اٹھالیا۔

"گھر میں بیگم سے بات کر آؤ"۔ سرمرحمان نے انتہائی غصیلے پہنچے میں بی۔ اے سے کہا۔ اور ایک جھٹکے سے رسیور کمریڈل پر پینچ دیا۔

"گھر میں۔"۔ ادہ جناب۔ کیا گھر سے باہر۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے کہ آپ نے اب کیا کہوں جناب۔ مجھے تو شرم آ رہی ہے۔"۔ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"تم خاموش نہیں رہ سکتے"۔ سرمرحمان نے پھٹکار تے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک جھٹکے سے میز کی دراڑ کھولی اور ریوالبور باہر نکال لیا۔ ان کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور سرمرحمان نے ریوالبور میز پر پینچ کر رسیور اٹھالیا۔

"سر۔ بیگم صاحبہ سے بات کیجیے"۔ دوسری طرف سے بی۔ اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ عمران چو کھ میز کی اس طرف بیٹھا ہوا تھا جہاں ٹیلی فون تھا۔ اس لئے دوسری طرف سے آنے والی آواز اس کے کانوں تک بھی پہنچ رہی تھی۔

"آپ اماں بی کی عادت تو جانتے ہیں جس طرح آپ نے فون بند کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خود یہاں آجائیں گی۔" — عمران نے بڑے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

"ادہ۔ ادہ۔ کیا مصیبت ہے۔ ادہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس سے کچھ بعید نہیں۔" — سر رحمان کی حالت واقعی قابل دیدہ ہو گئی۔ انہوں نے جلدی سے دوبارہ رسیور اٹھایا اور چیخ پڑے۔

"جلدی ملاؤ بیگم سے فون۔ جلدی۔" — سر رحمان نے بھاڑ کھانے والے بلچے میں پی۔ اے سے کہا۔ اور پھر رسیور رکھنے کی بجائے انہوں نے ہانڈ کو ٹیبل پر رکھ دیا۔ دوسرے لمحے گھنٹی بج اٹھی۔ پی۔ اے نے واقعی لائن ملانے میں کمال پھرتی سے کام لیا تھا۔

"ادہ۔ میں کہتا ہوں۔ کیا جہاد داماد خواب ہو گیا ہے۔ اگر تم دفتر میں آئیں تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" — سر رحمان نے چیختے ہوئے کہا۔

"ڈیڈ سی۔ کیا بات ہے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" — دوسری طرف سے تریا کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ اور سر رحمان چونک پڑے۔

"ثریا تم۔ کہاں ہے تمہاری ماں۔" — سر رحمان نے بڑی طرح ہونٹ جباتے ہوئے کہا۔

"وہ برا آدمی کی طرف گئی ہیں۔ شاید ڈرامیٹر کو پکار رہی تھیں مگر ڈیڈ سی بات کیا ہے۔ آپ بھی غصے میں ہیں۔ اور اماں بی بھی

ساتھ جانا چاہتا ہے اور میں اسے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ ہرگز نہیں اسے پیسے چاہیے۔ وہ میں دے دوں گا۔ بس یہ میرا فیصلہ ہے۔" — سر رحمان ساری بات سمجھ گئے تھے۔

"اچھا تو تم خود جا رہے ہو۔ اور اپنے بیٹے کو ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ میں پوچھتی ہوں کیوں۔ کیا بیٹے باپ کے ساتھ نہیں جا سکتے تمہیں آخر اعتراض کیا ہے۔ میں سمجھ گئی کہ تم سرکاری دورے کا بہانہ بنا کر وہاں رنگ رلیاں منانے جاتے ہو۔ اس لئے بیٹے کو ساتھ نہیں لے جا رہے۔ ٹھیک ہے۔ اب تم جا کر دیکھو میں کہتی ہوں اب تم ہرگز نہیں جاؤ گے دورے پر۔ ورنہ میں تمہاری اور اپنی جان ایک کر دوں گی۔" — اماں بی کی آواز اتنی اونچی تھی کہ اب عمران کے کافون تک ان کا ایک ایک لفظ بخوبی پہنچ رہا تھا۔

"میری بات سنو۔ خواہ مخواہ فساد ڈالنے کی کوشش مت کیا کرو۔ میں سرکاری دورے پر جا رہا ہوں۔ اور اگر تم نے میرے سرکاری کاموں میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تو۔" — سر

رحمان غصے سے چیخ پڑے اور پھر فقرہ مکمل کئے بغیر انہوں نے دھڑام سے رسیور رکھ دیا۔ غصے کی شدت سے ان کا چہرہ مٹاڑ کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ وہ مسلسل ہونٹ کاٹ رہے تھے۔

"اماں بی کے آنے تک بیٹھا رہوں یا۔" — عمران نے بڑے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔" — سر رحمان عمران کی بات سن کر بڑی طرح اچھل پڑے۔

غصے میں نظر آ رہی یقیناً۔۔۔ ثریا نے کہا۔

”یہ عمران۔ احمق۔ تو نے خدا کو کھڑا کر دیا ہے۔ اور وہ تمہاری ماں یقیناً یہاں دفتر میں آ رہی ہو گی۔ بلاؤ اسے۔ بلاؤ فون پر۔“

سرمحان نے چیختے ہوئے کہا۔
”بھائی جان نے۔ کیا ہوا۔ میں تو ابھی کالج سے آئی ہوں۔ کیا ہوا
اماں بی آپ کے دفتر میں کیوں جا تیں گی۔“ ثریا کی حیرت بھر
آواز سنائی دی۔

”تم اسے بلاؤ۔ جلدی۔“ سرمحان نے پھاڑ کھانے والے
ہلچے میں کہا۔

”جی اچھا۔“ دوسری طرف سے ثریا نے کہا اور پھر لائن
خاموش ہو گئی۔

سرمحان مسلسل مونٹ چبا رہے تھے۔ جبکہ عمران میکینوں
کی طرح سر جھٹکائے بڑا مودب اور خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

”ٹاں۔ کیا بات ہے۔ میں تمہارے دفتر میں آ رہی ہوں۔ تم سر کا دی
دورے پر جا رہے ہو نا۔“ ٹھیک ہے اب میں خود تمہارے ساتھ
جاؤں گی۔ اور میں دیکھتی ہوں تم کیسے مجھے ساتھ جانے سے روکتے
ہو۔ میں بھی دیکھوں۔ آخر یہ تم روز روز کون سے سر کا رہی دورے
کرتے ہو۔ میں آ رہی ہوں۔“ چند لمحوں بعد اماں بی کی غصیلی اور
بیچختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”سنو۔ میں نہیں جا رہا۔ کسی سر کا رہی دورے پر۔ کہیں نہیں
جا رہا۔ تمہارا بیٹا ہی جائے گا۔ اور تم اس کے ساتھ دانا جاتی ہو تو

بے شک چلی جاؤ۔“ سرمحان نے کاٹ کھانے والے
ہلچے میں کہا۔

”مجھے کیا ضرورت ہے عمران کے ساتھ جانے کی۔ اور دیے
بھی مجھے معلوم ہے وہ انتہائی شریف لڑکا ہے۔ سات لڑکیوں
جیسا۔ تمہاری طرح نہیں ہے۔ اور سنو۔ اسے خالی ہاتھ پتھر دیں
نہ بیچ دینا۔“ اماں بی کا غصہ سرمحان کی بات سننے ہی ختم
ہو گیا اور انہوں نے رسیو رکھ دیا تھا۔ سرمحان نے بھی ایک
طویل سانس لیتے ہوئے رسیو رکھ دیا۔ ان کے چہرے پر غصے
کے ساتھ ساتھ اب شدید بے بسی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ عمران
کو اس طرح گھور رہے تھے جیسے اسے کچا جتا رہے تھے۔

”تو تمہارا ایکسٹو نہیں چاہتا کہ میں اس دورے پر جاؤں۔ اور تم
نے اس کے کہنے پر یہ سازش کی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر وہ کیوں
نہیں چاہتا۔“ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد سرمحان نے
میز پر مکہ مارتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ڈیڈی۔ میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔“ عمران نے محسوم
سے ہلچے میں جواب دیا۔

”یہ شادی کہاں سے ٹپک پڑی۔“ سرمحان کو اور زیادہ
غصہ آ گیا۔

”مم۔ مم۔“ میرا مطلب ہے رعب تو یکم بھڑا سکتی ہے
اور یکم کے مقابلے میں بے چارے ایکسٹو کی کیا حیثیت ہے۔ وہ دیے
ڈیڈی ایکسٹو نے تو مجھے صرن اتنا کہا ہے کہ میں آپ کے ساتھ

"خاموش رہو" — سر رحمان نے اسے جھٹک کر کہا۔ اور جیب سے بٹوہ نکال کر انہوں نے چند بڑے نوٹ نکالے اور انہیں اس طرح عمران کی طرف پھینک دیا۔ جیسے کسی کو خیرات دے رہے ہوں۔

"یہ پانچ ہزار ہیں۔ انہیں اٹھاؤ اور دفع ہو جاؤ۔ کوئی ضرورت نہیں کہیں جانے والے کی" — سر رحمان نے فیصلہ کن ہلچہ میں کہا۔

"جی بہت بہتر۔ اماں بی نے کہا تھا کہ اگر ڈیڑھی مہینے جلنے سے دوکیں تو مجھے بتانا۔ ٹھیک ہے ڈیڑھی۔ میں جا کر بتا دیتا ہوں" — عمران نے نوٹ چھپٹ کر اٹھتے ہوئے کہا۔

"میٹھو" — سر رحمان نے چیخ کر کہا۔

"جی بہت بہتر۔ دیسے بھی ٹیکسی والے کو پیسے دینے پڑتے۔ آپ فون پر میری بات کرنا چاہتے ہیں۔ شکریہ ڈیڑھی" — عمران نے واپس آکر کوئی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم وہاں جا کر کیا کر دو گے" — سر رحمان نے پھسکا رتے ہوئے کہا۔

"آپ کا پیغام دوں گا ڈیڑھی۔ اور کیا کروں گا" — عمران نے سادہ سے ہلچہ میں کہا۔

"اوہ ٹالسنس۔ میں پوچھ رہا ہوں تم کا فرسٹان جا کر اس روٹین میٹنگ میں کیا کر دو گے۔ کیا ہدایات دی ہیں تمہیں ایکٹو کرنے۔" — سر رحمان نے کہا۔

"دوسرے پر جاؤ۔ میں نے اس سے رقم مانگی تھی۔ اس نے رقم تو نہیں دی۔ بس دوسرے پر جانے کی اجازت دے دی۔ کہ اس طرح ٹی۔ اے ڈی۔ اے بن جائے گا۔ مجھے بھی ڈیڑھی سیر کرنے کا بڑا شوق ہے اور غریب آدمی تو سیر بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں خوش ہو گیا ڈیڑھی کہ چلو سیر بھی ہو جائے گی اور ٹی۔ اے ڈی۔ اے بھی مل جائے گا۔ اور میرا کچھ ادھار اتر جائے گا۔ اس لئے اس نے مجھے آپ کے پاس بھیج دیا۔ بس اتنی سی بات ہے" — عمران نے بڑے مؤدبانہ انداز میں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ تم میرے پاس براہ راست نہیں آ سکتے تھے" — سر رحمان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"نچ۔ نچ۔ جی بالکل آ سکتا تھا۔ مگر آپ نے خود ہی تو کہا ہوا ہے کہ مجھ سے پیسے مانگنے محنت آیا کر دو۔ ورنہ گولی مار دوں گا" — عمران نے اسی طرح معصوم ہلچہ میں جواب دیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ ٹی۔ اے ڈی۔ اے کتنا بن جائے گا" — سر رحمان نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"ایک سو تیار رہا تھا۔ دو تین ہزار بن جائے گا" — عمران نے جواب دیا۔

"دو تین ہزار — کیا اس کا داغ خراب ہو گیا ہے" — سر رحمان کو پھر غصہ آنے لگا۔

"جی معلوم نہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں فون کر کے پوچھ لوں" — عمران نے کہا۔

”میں حاضر ہو سکتا ہوں جناب۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے
بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
”آؤ۔“ سر رحمان نے اسی طرح ہونٹ کاٹے ہوئے
جواب دیا۔

اور سپرنٹنڈنٹ فیاض تیزی سے آگے بڑھا اور میز کے قریب
اگر بڑے مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ وہ کن انکیموں سے عمران
کو دیکھ رہا تھا۔

”بیٹھو۔“ سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا اور فیاض جلدی
سے کرسی کے اگے حصے پر ٹپک گیا۔

”یہ فائل بکروڈ کافرستان سرکاری دورے پر اب میری بجائے تم
جاؤ گے۔ میں کہیں جا رہا۔ اور سنو۔ تم اکیلے جاؤ گے۔ یہ عمران بھی
تمہارے ساتھ جائے گا۔ یہ تمہارا ماتحت ہوگا۔ سمجھے۔“ سر
رحمان نے انتہائی تہرد لہجے میں کہا۔

”کس۔۔۔ کس۔۔۔ سر۔۔۔ عمران کے ساتھ۔“
فیاض اس عجیب و غریب حکم پر بری طرح بوکھلا گیا۔

”کوئی حاکم نہیں ہوگی۔ اگر مجھے رپورٹ ملی کہ تم نے یا اس
اجنق عمران نے کوئی ایسی حرکت کی ہے جو ملکی عزت کے خلاف ہے
تو میں اپنے ماتحتوں سے تمہیں گولی مار دوں گا۔“ سر رحمان
نے سرد لہجے میں کہا۔

”لیکن وہ تو ڈیٹی و فوجا رہا تھا۔ چھ افراد کا۔“ عمران
نے حیران ہو کر پوچھا۔

”جی بتایا تو ہے سیر کروں گا اور ٹی۔ اے۔ ڈی۔ اے ملنے پر
کچھ ادھار بچکاؤں گا۔ اور میں نے کیا کرنا ہے۔ ویسے بھی مجھے
ان بور میٹنگوں سے وحشت ہوتی ہے۔ احمقوں کی طرح آٹے سانے
بیٹھ جاؤ۔ اور پھر کسی باتیں کرتے رہو۔“ عمران نے منہ بناتے
ہوئے جواب دیا۔

”تم اپنی ماں سے بھی بڑے خدی ہو۔ میں پوچھ رہا ہوں ایک ٹونے
تمہیں کیا ہدایات دی ہیں۔“ سر رحمان نے جھنجھلائے ہوئے
لہجے میں کہا۔

”اس نے کہا ہے ڈیٹی کہ سفر کرتے وقت احتیاط سے کام
لینا چاہیئے۔ سفر میں عجیب گھٹ سکتی ہے۔ اپنے سامان کو نگاہ میں
رکھنا چاہیئے۔ زیادہ سامان ساتھ نہیں لے کر جانا چاہیئے۔ کیونکہ
اس سے سفر میں تکلیف ہوتی ہے۔ جلتی ہوئی گاڑی میں نہیں
بٹھنا چاہیئے۔ اور سرد اور بارش بھی کھڑکی سے باہر نہیں نکالنا
چاہیئے اور۔“ عمران کی زبان چل پڑی۔

”شٹ اپ یونائٹس۔ میں خود ہی معلوم کر لوں گا۔“ سر
رحمان نے کہا۔ اور ساتھ ہی انہوں نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے
ٹلے بوٹھا پڑا اسی کسی جن کی طرح نمودار ہو گیا۔

”سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بلاؤ۔“ سر رحمان نے پھاڑ کھلنے
والے لہجے میں کہا۔ اور پھر اسی تیزی سے مڑ کر باہر چلا گیا۔ سر رحمان
مسل ہونٹ چبانے میں مصروف تھے۔

چند لمحوں بعد پرہہ ہٹا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض اندر داخل ہوا۔

”نہیں۔ کوئی وفد نہیں جا رہا۔ صرف تم دونوں جاؤ گے۔ اور فیاض اس فائل میں ایکشنڈا موجود ہے۔ اسے اچھی طرح پڑھ لو جانے سے پہلے میں تمہیں بریف کر دوں گا۔ جاؤ“۔ سر رحمان نے سخت الجھے میں کہا۔ اور ان دونوں کے اٹھنے سے پہلے خود اٹھ کر ریشا، منجھ، روم کی طرف بڑھ گئے۔

”اب کیا کرنا ہے عمران صاحب“۔ بیک زیر و نہ قدرے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔
 ”کوئی کیا ہے۔ ساری پلاننگ ہی تیار ہو گئی ہے۔ میں نے تو سوچا تھا کہ انٹیلی جنس کے وفد میں کسی بھی الپکٹر کی جگہ میک اپ میں چلا جاؤں گا۔ اس طرح شاگلی کو کسی طرح میری دہاں موجودگی کا علم نہ ہو سکے گا۔ مسئلہ صرف ڈیڈی کو روکنے کا تھا کیونکہ ان کی موجودگی میں یہ سب کچھ نہ ہو سکتا تھا اور انہیں روکنے کے لئے میں نے اماں بی کا سہارا لیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈیڈی نے لازماً مجھے ساتھ لے جانے سے انکار کر دینا ہے۔ اور اماں بی ہمت سے اکھڑ جائیں گی۔ اور اس کے بعد ڈیڈی کے لئے اور کوئی چارہ کار ہی نہ رہے گا کہ وہ خود رک جائیں۔ اور ہوا بھی ایسے ہی۔ لیکن ڈیڈی نے وفد منسوج کر کے صرف فیاض کو بھیجنے کے آرڈر کر دیئے۔ اس

"اچھا۔ میں سمجھا تھا آپ کا خروستان جانے کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ بلیک زیرو نے ہنسنے ہوئے کہا۔"

"کا خروستان اور پرستان ہم دونوں میں اور پرستان جلنے کے لئے کسی بزرگ کے دیئے ہوئے تعویذ۔ انگوٹھی کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں نے تو کہانیوں میں ہی پڑھ لی ہے کہ کوئی دیو کسی شہزادی کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔ اور بے چارہ شہزادہ بزرگ ڈھونڈتا رہ جاتا ہے۔ جس کی مدد سے پرستان جا کر شہزادی کو چھڑائے اور پھر آخر میں دونوں کی شادی اور آخری فقرہ کہ وہ دونوں ہمیشہ خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔ ایسے ہی ہوتا ہے ناں۔ بس تم بھی آج سے بزرگ کی تلاش شروع کر دو۔ ورنہ شادی اور ہمیشہ خوشی زندگی بسر کرنے کا خواب دیکھتے دیکھتے تمہاری شہزادی بے چاری بوڑھی ہو جائے گی۔"۔ عمران نے کہا۔ اور بلیک زیرو ہنسنے ہنسنے بے حال ہو گیا۔

"آپ جب اپنے لئے بزرگ تلاش کریں گے تو میں بھی اس کی منت کروں گا۔"۔ بلیک زیرو نے ہنسنے ہوئے کہا۔

"سوچ لو۔ میرا بزرگ بڑا سخت ہے۔ پچھلے دس سال سے مونگ کی دال کھلا رہا ہے۔ کہتا ہے کہ جب تک پندرہ سال مسلسل مونگ کی دال نہ کھائی جائے پرستان میں داخلہ ممکن ہی نہیں۔"۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو کا ایک بار پھر قہقہہ نکل گیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ پاس پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

طرح سب کیے کر اے پر پانی پھر گیا۔"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ اگر سر رحمان کے علم میں لائے بغیر وفد کے کسی آدمی کی جگہ لے لیتے تو یہ سارا کچھ نہ ہوتا۔"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اگر ڈیڑھ سی کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا۔ لیکن وہ میرے باپ ہیں۔ ایک لمحے میں انہیں معلوم ہو جاتا۔ اور پھر جانتے ہو گیا ہوتا۔

تھامیں ایک گولی چلتی اور عمران صاحب کلمہ پڑھے بغیر ہی اس جہان فانی سے کنوارے ہی رخصت ہو جاتے۔ اور پھر جنت میں خوریں بھی نہ ملتیں۔ کیونکہ کسمپاش جنت میں خوریں صرف شادی شدہ مردوں کو ملتی ہیں۔ کیونکہ وہ بے چارے شادی کو کے نہ صرف بے ضرر ہو چکے ہوتے ہیں بلکہ خدمت گزار کی کاغذی تجربہ بھی انہیں حاصل ہوتا ہے۔ کنواروں کے لئے تو اشتہار میاں نے حوروں کا کوڑھی نہیں رکھا۔"۔ عمران اچھی جلدی سنجیدہ باتیں کرتے کرتے پٹری سے اتر گیا۔

بلیک زیرو مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے کوئی جواب دیا تو پھر عمران کی زبان چلتی ہی رہے گی۔

"تم چپ کیوں ہو گئے۔ اب اتنا بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی نہ کوئی حل نکل ہی آئے گا۔"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا حل۔"۔ بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"شادی کے مسئلے کا۔ اور کس کا۔"۔ عمران نے بڑے معصوم لہجے میں کہا اور بلیک زیرو بے اختیار قہقہہ مار کر منہس پڑا۔

کو فی چاہئے۔ اب آپ کی عمر ایسی ہو چکی ہے جناب یہ بچوں کی کہانیاں نہیں ہوتیں۔ دیوؤں، یروں، شہزادے، شہزادیوں، جادوگروں، چڑھیوں، بھوتوں کی کہانیاں ہوتی ہیں۔ ہاں البتہ نو سال سے لے کر نوے سال کے بچے انہیں پڑھتے ضرور ہیں۔
عمران نے جواب دیا۔

”تم سے تو بات کر کے آدمی ایک عذاب میں پھنس جاتا ہے میں نے اس لئے فون کیا تھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ سر رحمان نے توجانے سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن انہوں نے وفد بھیجنے کی بجائے صرف سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔“ سر رحمان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بتایا تو ہے۔ فی الحال مونگ کی دال کھا رہا ہوں۔ پرستان جلنے کے لئے بزرگی کا جیلہ بڑا سخت ہے۔“ عمران نے کہا۔
”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا کہ تم ابھی اس بارے میں سوچ رہے ہو۔ ٹھیک ہے۔ سوچتے رہو۔ لیکن تمہارا جانا انتہائی ضروری ہے۔ بس مجھے اتنا ہی کہنا ہے۔“ سر رحمان نے جلدی سے کہا۔
اور ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”دیکھا مونگ کی دال کی کراہت کہ صرف نام سننے ہی عقل آ جاتی ہے۔“ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔

”عمران صاحب۔ ایک بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر سر سلطان آپ کو اس سرکاری میٹنگ میں بھیجنے پر کیوں ٹھکر

”ایک ٹھو۔“ عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھاتے ہوئے مخصوص لہجے میں کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں۔ عمران کہاں ہے۔“ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”مونگ کی دال کھا رہا ہے۔ اور دعائیں دے رہا ہے بزرگ کو۔“ عمران نے اصل لہجے میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
”کیا بکواس ہے۔ کبھی تو سیدھی طرح بات بھی کر لیا کرو۔“ سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کمال ہے۔ میں دس سالوں سے مونگ کی دال کھا رہا ہوں اور آپ نے ایک لمحے میں اسے بکواس قرار دے دیا۔ آپ شاید نہیں چاہتے کہ میں پرستان جاکر شہزادگی کو چھوڑا دوں۔ پھر دونوں کی شادی ہو اور ہم ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگیں۔ ہاں ایک اور بھی بات لکھی جوتی ہے کہ بوڑھے بادشاہ نے تخت و تاج ان کے حوالے کر دیا۔ اور خود افتد کی یادیں زندگی بسر کرنے لگا۔ اب آپ کے پاس نہ تو تاج ہے نہ تخت۔ آپ مجھے کیا دیں گے۔“ عمران نے ان کے نام سلطان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بات بنا دی۔

”آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ کیا تم نے بچوں کی کہانیاں پڑھنی شروع کر دی ہیں۔“ سر سلطان نے اس بار مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”میرے خیال میں اب آپ کو واقعی اللہ کی یادیں باقی زندگی بسر

ہیں۔" بلیک زیر و نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "ایک ہی عمل ہے۔ مونگ کی دال۔ پھر سمجھ آ جائے گی۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 "مطلب ہے۔ آپ بتانا نہیں چاہتے۔ ٹھیک ہے۔ آپ کی مرضی۔" بلیک زیر و نے منہ بناتے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"اگر تمہارا ابھی حال رہا تو پھر تمہیں چھلانے کے لئے کسی شہزادے کو آتا پڑے گا۔ عورتوں کی طرح روٹھنے میں ماہر ہو چکے ہو۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس بار بلیک زیر و بھی ہنس پڑا۔
 "کوئی گھبراہٹ نہیں ہے طاہر صاحب۔ بس معمولی بات ہے۔ اس بار اس سرکاری میٹنگ کا ایجنڈا افغانستان کی طرف سے تیار کیا گیا ہے۔ یہ پروٹوکول ہے کہ جس ملک میں ایسی میٹنگ جوتی ہے ایجنڈا وہی ملک تیار کرتا ہے اور اس سے پہلی میٹنگ پانچمیشیا میں ہوئی تھی۔ اور اس بار افغانستان میں ہو رہی ہے۔ اور اس ایجنڈے میں گفتگو کے لئے ایک شق رکھی گئی ہے کہ دونوں ملکوں کی ایٹمی فوج اپنے اپنے ملک میں آنے والے غیر ملکی سربراہوں کے لئے کئے گئے حفاظتی انتظامات کی تفصیلات سے ان سربراہوں کی آمد سے پہلے ایک دوسرے کو آگاہ کرنے کی پابند ہوں گی۔"

عمران نے کہا۔
 "یہ کیا بات ہوئی۔ اس سے فائدہ۔ اور دوسری بات یہ کہ ایجنڈے میں اس شق کو رکھنا یہ مقصد تو نہیں کہ اسے منظور بھی کر لیا جائے۔"

پھر سر سلطان کو کیا دلچسپی ہے۔ حکومت کی طرف سے سر رحمان کو ہدایات دے دی جائیں کہ اس شق کو منظور نہ کیا جائے بس۔" بلیک زیر و نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں کتنی تنخواہ ملتی ہے۔ ایک سو کے عہدے کی۔" عمران نے پوچھا اور بلیک زیر و چونک پڑا۔

"کیا کیا مطلب۔ تنخواہ کا یہاں کیا سوال۔ آپ کو تو علم ہی ہے کہ میں تنخواہ لیتا ہی نہیں۔" بلیک زیر و نے گڑبڑائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ پھر ضرور ہے۔ میں تو ذرا ہی گیا تھا کہ مونگ کی دال اب اتنی مہنگی ہو گئی ہے کہ تمہاری تنخواہ ان فرج کرانے کے باوجود نہیں ملتی۔ ظاہر ہے جب تم تنخواہ ہی نہیں لیتے تو پھر چاہے وہ کس قدر بھی ہو۔ تم تو خرید ہی نہیں سکتے۔" عمران نے اس طرح اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ جیسے بلیک زیر و کا جواب سن کر اس کے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔

"آپ نے تنخواہ کا پوچھ کر مجھے بھی ڈرا ہی دیا۔ میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی بہت بڑی طاقت ہو گئی ہے۔" بلیک زیر و نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت بڑی تو خیر نہیں البتہ بڑی ضرور کہا جاسکتا ہے۔ تمہیں شاید علم نہیں کہ آئندہ ماہ شوگر ان کے نئے منتخب صدر پہلی بار پاکیشا کے دورے پر آ رہے ہیں۔ اس دورے کا سرکاری طور پر اعلان بھی ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی تمہیں معلوم ہو گا کہ نو منتخب صدر کے اس

”میں سمجھا نہیں آپ کی بات۔ شاگل تو سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ اس کا ایٹلی میس کے وفد کی نگرانی سے کیا تعلق۔ اور ایک دوسری بات یہ کہ افغانستان والوں کو یہ کیسے شک ہو سکتا ہے کہ ہم اس شق کے اصل پس منظر کو تلاش کریں گے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو وہ یہ شق ہی لکھ دیتے۔ میں کیوں دیکھتے۔“ بلیک زبرد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہاری پہلی بات کا جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ ایجنڈے میں یہ شق رکھوائی ہی افغانستان سیکرٹ سروس کی طرف سے گئی ہے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ مونگ کی دال افغانستان میں بھی کھائی جاتی ہے۔ اس شق کا ایجنڈے میں رکھا جانا پابکیشیا کی حکومت کو چھوٹا کرنا ہے۔ ظاہر ہے چونکہ کے بعد ہم زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ اور یقیناً اس شق کے اصل پس منظر کو تلاش کرنے کی بھی کوشش کریں گے۔ اس طرح ہمارے شکوک کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔ اور جیسے جیسے شکوک بڑھتے جائیں گے ہم شوگران کے صدر کے حفاظتی انتظامات میں اور زیادہ سخت ہوتے جائیں گے۔ اور پھر وہ لوگوں کے مطابق حفاظتی انتظامات کی تفصیلات سے دور سے قبل شوگران کی حکومت کو بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور ہمارے انتہائی غت ترین حفاظتی انتظامات کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکومت شوگران کو کسی ملکی گروپ کا احساس ہو جائے۔ اور اس کے بعد کسی بھی پہانے سے یہ دورہ ہی ملتوی کر دیا جائے۔ یہ تو ایک ممکنہ صورت ہے۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہمارے وفد کے کسی بھی

دورے کا مقصد پابکیشیا اور شوگران کے درمیان ایک بہت اہم فوجی معاہدے پر جتنی بات چیت کرنا ہے۔ یہ ایسا معاہدہ ہے کہ اگر ہو گیا تو پابکیشیا افغانستان سے بڑی فوجی طاقت بن سکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں اچانک افغانستان کی طرف سے ایجنڈے میں اس شق کے رکھے جانے پر سرسلطان کی پریشانی لازمی ہے۔ ظاہر ہے ڈیڈی انکار تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ڈیڈی اس شق کے رکھے جانے کے اصل پس منظر کو تو میٹنگ کے دوران فراموش نہیں کر سکتے۔ عمران نے کہا۔ اور بلیک زبرد کے چہرے پر حقیقتاً شرمندگی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا ذہن ابھی گہرا ذہن میں سوچنے کا عادی نہیں ہوا۔

”میں سمجھ گیا۔ تو آپ اس پس منظر کی تلاش میں ساتھ جا رہے تھے۔ اس لئے سرسلطان آپ کے جانے پر بضد تھے۔“ بلیک زبرد نے کہا۔

”ہاں۔ مقصد تو یہی تھا۔ اس لئے میں سرکاری وفد میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ کہ اس طرح میں وہاں چند روزہ کر آسانی سے ضروری معلومات حاصل کر لیتا۔ اور دوسری بات یہ کہ اس طرح میں شاگل کی نظروں سے بھی چھپا رہتا۔ کیونکہ اگر کوئی ایسی بات ہے جیسا کہ ہمارے ذہنوں میں شک ہے تو پھر یقیناً شاگل اپنی سیکرٹ سروس سمیت اس سرکاری وفد کی بھی حقیقت نگرانی کر لے گا۔ اور خفیہ نگرانی کرانے کا وہ بادشاہ ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اعلیٰ افسر کو خفیہ طور پر خرید لیا جائے۔ اور پھر اس سے کسی کاغذ پر دستخط کرائے جائیں۔ اس کے بعد اس کاغذ پر ایسی رپورٹ لکھی جائے جس سے یہ ظاہر ہو کہ بنگالہ پورم نے اس شق کو منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن درپردہ ہم اس پر راضی ہو گئے ہیں۔ اور پھر اس دستاویز کو بنیاد بنا کر شوگر ان حکومت کو پاکیشیا سے بدظن کیا جائے۔ تم جانتے ہو کہ شوگر ان اور پاکیشیا میں جتنی دوستی ہے اتنی ہی کافرستان اور شوگر ان میں دشمنی ہے۔" — عمران نے جواب دیا۔

"میں آپ کی بات اب پوری طرح سمجھ گیا ہوں کہ یہ شق کسی خاص مقصد کے لئے ہی رکھی گئی ہے۔ اور حکومت کافرستان اس سے کوئی گھبرافائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔ اور آپ اصل حالات معلوم کرنے جا رہے ہیں تاکہ قیاس آرائیوں کی بجائے اصل بات سامنے آجائے۔" — بلیک زیمو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"چلو شکریہ۔ دنیا میں ایک آدمی کو تو میری بات سمجھ میں آ گئی۔" — عمران نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اور بلیک زیمو دھنس پڑا۔
"پھر تو سر سلطان کی تنویش درست ہے۔ اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی بھی بہانے پر میٹنگ ہی کینسل کر دی جائے۔" — بلیک زیمو نے کہا۔

"نہیں۔ اس میٹنگ میں پاکیشیا کے مفاد میں بھی چند فیصلے ہونے

ہیں۔ بہر حال ڈیڈ می نے مسئلہ ٹھہرا کر دیا ہے۔ سو پر فیاض کے ساتھ میرے ایکے جانے سے مسئلہ کی صورت بھی حل نہیں ہو سکتا۔ اور مسئلہ کو حل ہونا ہی چاہیے۔" — عمران نے بڑے سنجیدہ اور سوچنے والے لہجے میں کہا۔ اور پھر چونک کر میز پر پڑے ہوئے لاگ ریج ٹرانسمیٹر کو اپنی طرف کھسکایا اور اس پر فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

"آپ ناٹران سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" — بلیک زیمو نے کافرستان میں فادرل اینکسٹ ناٹران کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ ہوتے ہی چونک کر پوچھا۔ اور عمران نے سر ہلاتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر کا سرخ بلب جل اٹھا اور اس میں سے ٹوں۔ ٹوں کی مخصوص آوازیں نکلنے لگیں۔ چند لمحوں بعد ایک بھماکے سے سرخ بلب سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا اور ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے ناٹران کی آواز برآمد ہوئی۔

"ناٹران سپیکنگ اور۔" — ناٹران نے کہا۔
"ایک شو اور۔" — عمران نے بٹن دباتے ہوئے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ییس۔" — کوڈ ایون کس تھرٹی تھری اور۔۔۔ دوسری طرف سے ناٹران کی مودبانہ آواز سنائی دی۔ طے شدہ اصول کے مطابق اس نے فوراً اپنا مخصوص کوڈ دہرا دیا تھا۔

"شاگل کے بارے میں تمہارے پاس کوئی رپورٹ ہے اور؟" — عمران نے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ سر۔۔۔ کیونکہ مسئلہ یہیں دارالحکومت کہے اور میرا ایک خاص آدمی اس ڈیپارٹمنٹ میں موجود ہے۔ البتہ آپ تک پہنچنے میں اسے وقت لگ سکتا ہے اور۔۔۔" ناثران نے جواب دیا۔

"بیچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی تفصیلات ٹرانسمیٹر بتائی جاسکتی ہیں۔ تم اسے فوری طور پر حاصل کر دو اور پھر مجھے کال کر دو اور اینڈ آف۔۔۔" عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
"میں فلیٹ پر جا رہا ہوں۔ ناثران جب کال کرے تو تم ٹرانسمیٹر کال کو آؤ میٹنگ ٹیپ سے لنک کر دینا۔ اس طرح تمام تفصیلات ٹیپ ہو جائیں گی۔ پھر ہم اس کو اطمینان سے چیک کرتے رہیں گے۔ کہ اس سے کوئی کام کی بات بھی ملتی ہے یا نہیں۔" عمران نے کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹیک ہے سر۔۔۔" بلیک زیرو نے بھی اجازت مانگ کر اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ اور عمران ابھی دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران ٹھٹھک کر روک گیا۔ بلیک زیرو نے رسیور اٹھالیا۔

"ایک ٹو۔۔۔" بلیک زیرو نے مخصوص پہلو میں کہا۔
"جولیا بول رہی ہوں سر۔۔۔ میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتی ہوں سر۔۔۔ جولیا کا لہجہ بے حد پر جوش تھا۔
"تہنید میں وقت صاف خالی کیا کر دیا۔ کیا اطلاع ہے۔"
بلیک زیرو کا لہجہ حسب عادت سرد ہو گیا تھا اور عمران مسکراتا ہوا

"وہ یہاں دارالحکومت میں موجود ہے۔ اس سے زیادہ تو میں نے چیک نہیں کیا اور۔۔۔" ناثران نے جواب دیا۔
"کوئی غیر معمولی سرگرمیاں تمہارے نوٹس میں آتی ہوں اور۔۔۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔
"غیر معمولی سرگرمیاں تو نوٹس میں نہیں آئیں البتہ ایک ایسی رپورٹ مجھے ملی ہے جسے شاید معمول سے ہٹ کر کہا جاسکے۔ شاگل نے گزشتہ دنوں ایک خصوصی میٹنگ اٹنڈ کی ہے۔ اس میٹنگ میں وزیر اعظم کا فرستان، وزیر خارجہ کا فرستان کے ساتھ کا فرستان کے سنٹرل انیشی ایٹو کے چیف سردار جوگندر سنگھ بھی شامل تھے اور خاص بات یہ ہے کہ شاگل کو اچانک ایمر جنی کال پر طلب کیا گیا تھا۔ ویسے تو ایسی میٹنگ ہوتی رہتی ہیں اور۔۔۔" ناثران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس میٹنگ کے بارے میں کوئی تفصیلات اور۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

"نوسر۔۔۔" ہم نے اُسے اہمیت ہی نہیں دی ویسے اگر آپ حکم دیں تو اس کی تفصیلات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ایسی میٹنگ جس میں وزیر اعظم شامل ہوں۔ ان کا ریکارڈ ان کے منٹ سیکرٹری کے پاس ہوتا ہے۔ اور اس ریکارڈ کی نقل دیاں سے اڑائی جاسکتی ہے اور۔۔۔" ناثران نے جواب دیا۔

"گڈ۔۔۔" کتنا وقت لگے گا اور۔۔۔" عمران نے داد بھرے لہجے میں کہا۔

"تم ایسا کرو کہ فوراً ہوٹل سے معلومات حاصل کرو کہ وہ کس نام سے
 اور کس کمرے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ کیونکہ ہوٹل کا صرف ہوٹل میں مقیم
 افراد ہی استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اپنے کسی ساتھی کو کال کر کے اس کے
 ذمہ لگا دو کہ وہ اس ہوٹل کا روم کے ڈرائیور سے معلومات حاصل کرے کہ
 شاگل نے اسے کادین بیٹھے ہوئے کہاں جانے کے لئے کہا تھا اور
 پھر وہ کہاں آگیا۔" عمران نے اسے تفصیل سے ہدایات
 دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ میں یہ ساری معلومات حاصل کرتی ہوں۔"
 جولیانے جواب دیا اور عمران نے اذہ کے کہہ کر ریسور لکھ دیا۔
 "شاگل کی بذات خود یہاں موجودگی کا مطلب ہے کہ کوئی گھری سازش
 ہو رہی ہے۔" عمران نے کمرے سے اٹھتے ہوئے انتہائی سنجیدہ
 لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔" بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 "ٹھیک ہے۔ میں خود ہی اسے چیک کرتا ہوں۔ اب یہ بہت
 ضروری ہو گیا ہے۔" عمران نے کہا اور مرکز تیز قدم اٹھاتا
 دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

والس مرزا اور دوبارہ کسی پریپیٹ گیا۔
 "یس۔ یس۔ سر۔ وہ اطلاع یہ ہے سر کہ میں نے ابھی ہتھوڑی
 دیر پہلے ہوٹل گولڈن سے کافرستان سروس کے چیف شاگل کو
 نکل کر کادین بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔" جولیانے جواب دیا اور
 اس کی بات سن کر نہ صرف بلیک زیرو بلکہ عمران بھی کسی سے اچھل پڑا۔
 "نہ جھپٹ کر ریسور بلیک زیرو کے ہاتھ سے لے لیا۔
 "نیا وہ اصل شکل میں تھا۔" عمران نے ایک ٹوکے لہجے میں
 جلدی سے پوچھا۔

"اوہ نہیں جناب۔ وہ میک اپ میں تھا۔ لیکن سر قریب سے
 گزرتے ہوئے اچانک میری نظر اس کی دائیں کلائی پر پڑی۔ اس
 کی کلائی پر گندھا ہوا مخصوص نشان مجھے نظر آگیا تھا۔ اور اس کے
 بعد میں نے غور کیا تو اس کا قد و قامت، چال ڈھال سب شاگل
 سے ملتے جلتے تھے۔" جولیانے جواب دیا۔

"گڈ شو جولیا۔ اس کا روم نمبر۔ جی میں وہ جیٹہ کر گیا ہے۔"
 عمران نے اسے بڑے فحش سے منہ دے دیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ جو
 کی تیز نگاہی واقعی قابلِ داد تھی۔

"وہ ہوٹل کا بھی سر۔ میں نے فوراً اس کا تعاقب کرنے کی کوشش
 کی۔ لیکن میری کار پارکنگ میں تھی۔ اور جب میں کادلے کے اس کے
 پیچھے گئی تو مجھے وہی ہوٹل کا ردائیں آتی ہوئی دکھائی دی۔ چنانچہ میں
 بھی واپس آگئی۔ اور اب وہیں ہوٹل کے بوتھ سے آپ کو فون کر رہی
 ہوں۔" جولیانے جواب دیا۔

"ادہ — اس تبدیلی کا مقصد" — باس نے چونک کر پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"یہ معلوم نہیں ہو سکا باس۔ صرف سر رحمان جانتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو سر رحمان کو ٹھولا جائے" — شکر نے کہا۔
 "نہیں۔ اس طرح معاملات مشکوک ہو جائیں گے۔ فائل کا کیا ہوا" باس نے پوچھا۔

"کام ہو رہا ہے باس۔ جیسے ہی فائل دستیاب ہوئی آپ تک پہنچ جائے گی" — شکر نے جواب دیا۔

"لیکن تمام کام ہاتھ پیر بچا کر ہونا چاہیے۔ یہاں کی سیکرٹ سروس کو اس کی بھینک نہ پڑے۔ خاص طور پر اس شیطان عمران کو" — باس نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ییس باس — آپ کی ہدایات پر پوری طرح عمل ہو رہا ہے" — شکر نے جواب دیا۔

"میں ابھی ہوٹل گولڈن گیٹ تھا، راشد سے ملاقات کرنے لیکن راشد نے کام سے معذوری ظاہر کر دی۔ اب اس کا دوسرا بندہ دست کرنا پڑے گا۔ یہ گلی سیدھی انجلیوں سے نکلتا نظر نہیں آتا" — باس نے جو کہ سٹاگل تھا انتہائی سخت ہنسنے میں کہا۔

"حکم کریں باس۔" — شکر نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔
 "ہم راشد سے زبردستی بھی نہیں کر سکتے۔ ورنہ سیکرٹ سروس چونک پڑے گی۔ اور راشد کے بغیر ہمارا مقصد بھی حل نہیں

دروازے پر دستک کی آواز سننے ہی کر کسی پر بیٹھا ہوا آدمی چونک پڑا۔

"ییس۔ کم ان" — اس نے سخت ہلچے میں کہا دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"کیا رپورٹ ہے شکر" — کسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے انتہائی سخت ہلچے میں پوچھا۔

"باس۔ عجیب رپورٹ ملی ہے۔ سر رحمان نے وفد کے سربراہ کے طور پر جانے سے انکار کر دیا ہے۔ اور اپنے ٹھکے کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھیج دیا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض وفد لے جانے کی بجائے اکیلا جا رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ صرف ایک ماتحت ہوگا" — شکر نے قریب آکر کسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔

ہاتھ بڑھا کر دسیور اٹھالیا۔

"یس — رابرٹ سپیکنگ — شاگل نے اپنا بدلہ ہوا نام لیتے ہوئے کہا۔

"جونہی بول رہا ہوں باکس — خرم ہم سے سودے پر آمادہ ہو گئی ہے۔ لیکن قیمت بہت زیادہ مانگتی ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور شاگل چونک پڑا۔ اس کی آنکھیں پچکنے لگیں۔

"کتنی قیمت مانگتی ہے اور کیسے راضی ہوئی۔ مجھے تو اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔" شاگل نے حیرت بھرے بلے میں کہا۔

"یس باس — لیکن جب میں نے انہیں بتایا کہ اگر یہ سودا نہ ہوا تو ان کی خرم ہی قرق کی جاسکتی ہے تو وہ تیار ہو گیا۔ پچاس لاکھ میں سودا ہو سکتا ہے۔ ویسے وہ تو ایک کروڑ مانگ رہا تھا۔ لیکن پچاس لاکھ میں راضی ہو گیا ہے۔ اس سے کم پر نہیں آتا۔" جونہی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ تو بہت زیادہ قیمت ہے۔ زیادہ سے زیادہ پانچ لاکھ روپے دے سکتے ہیں۔" شاگل نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"باس اس سے کم پر وہ نہیں مانتا۔ تو پھر میں بات چیت ختم کر دوں۔" دوسری طرف سے جونہی نے کہا۔

"باس۔ آپ تیار ہو جائیں۔ یہ رقم بعد میں بھی اس سے وصول کی جا سکتی ہے۔" ایک سامنے بیٹھے شکر نے دبے بلے میں کہا۔ "ٹھیک ہے جونہی۔ اگر مجبوری ہے تو ٹھیک ہے۔ ہم یہ رقم دیتے

ہو سکتا۔ اس لئے ہمیں کوئی ایسی ترکیب سوچنی چاہیے۔ جس سے مقصد بھی پورا ہو جائے اور کسی کو علم بھی نہ ہو۔" شاگل نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ایک صورت ہو سکتی ہے۔ ہم راشد کو انوار کے اس کی جگہ اپنا آدمی ڈال دیں۔" شکر نے کہا۔

"نیکن کب تک۔ بہر حال یہ بات تو سامنے آجائے گی۔ اور اس کے بعد سارا مشن ہی ختم ہو جائے گا۔" شاگل نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"دوسری صورت یہ ہے کہ راشد کو بلیک میل کیا جائے تاکہ وہ ہماری بات ماننے پر مجبور ہو جائے۔" شکر نے کہا۔

"تجویز تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس طرح وقت بہت ضائع ہو جائے گا۔ جبکہ میں جلد از جلد اس مشن سے فارغ ہو کر واپس جانا چاہتا ہوں۔" شاگل نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"تو پھر باس ایک ہی صورت ہے کہ وزارت دفاع کے فائل روم میں داخل ہو کر دہان سے فائل کی فوٹو کاپی حاصل کر لی جائے۔" شکر نے جواب دیا۔

"نہیں۔ اس بارے میں پہلے سوچا جا چکا ہے۔ دہان داخلہ ناممکن ہے۔" شاگل نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ شکر کوئی اور تجویز پیش کرتا پاس پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ شاگل نے

سیدھے گھاٹ پر پہنچ جانا میں وہیں جا رہا ہوں۔ کیونکہ میں فائل لے کر فوراً یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔ اور جب تک میری طرف سے پہنچنے کا کاشن نہ مل جائے۔ تم نے رقم واپس حاصل کرنے کی کارروائی نہیں کرنی۔" شاگل نے کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
 "ٹھیک ہے باس۔" شنکر بھی کسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
 اور پھر شاگل تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پرتیار ہیں۔ لیکن سودا کھرا ہونا چاہیے۔" شاگل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بالکل کھرا ہو گا۔ میں اس سے تفصیل طے کر کے آپ کو کال کرتا ہوں۔" دوسری طرف سے جونی نے جواب دیا۔ اور شاگل نے اور کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"باس۔ ہمیں فائل مل جائے تو ہم رقم آسانی سے واپس حاصل کر سکتے ہیں۔ مسئلہ تو فائل کا ہے۔" شنکر نے کہا۔
 "ٹھیک ہے میں فائل لے کر فوراً نکل جاؤں گا۔ تم اور جونی مل کر اس سے رقم وصول کر لینا۔" شاگل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"باس۔ آپ قطفابے فکر رہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس صرف فائل ہمارے ہاتھ آجائے۔" شنکر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد جونی کی کال دوبارہ آگئی۔

باس۔ بات طے ہو گئی ہے۔ آدھے گھنٹے بعد فائل زبرد پوائنٹ پر مل جائے گی۔ اور رقم کیش وہیں دینا ہو گی۔" دوسری طرف سے جونی نے کہا۔

"اور۔ کے۔ ٹھیک ہے۔ میں شنکر کو رقم دے کر بھیج رہا ہوں۔ سارا کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہیے۔" شاگل نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"تم رقم لے کر زبرد پوائنٹ پہنچ جاؤ اور فائل کی کاپی لے کر

جماعت میں پڑھا تھا۔ اس وقت اس کا مطلب تھا۔۔۔ عمران
نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جو بات آپ سوچ رہے ہیں عمران صاحب۔ وہ بات نہیں
اس وقت سم ڈیوٹی پر ہیں۔۔۔ صفر نے اس کی بات
کاٹتے ہوئے کہا۔

”ڈیوٹی پر۔۔۔ یعنی وہ کس قدر خوب صورت ڈیوٹی ہے کہ
اکٹھے ہوٹلوں میں گھومو پھرو اور تنخواہ بھی وصول کر دو۔ یا صفر
مجھے بھی کوئی ایسی جی نوکری دلوا دو“۔۔۔ عمران نے آنکھیں
مٹکاتے ہوئے کہا۔

”آؤ صفر۔۔۔ یہ تو ایسے ہی وقت منہ کرتا رہے گا۔۔۔ جولیا
نے جھلکا کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

”ارے ارے۔ ایک منٹ۔ چھری تلے دم تو لو۔ چلو چھری
نہ سہی نخر سہی۔ تلوار تلے سہی“۔۔۔ عمران نے تیز ہلچے
میں کہا۔

”یہ آج آپ کو سارے محاورے اکٹھے کیے یاد آگئے ہیں۔
صفر نے شستے ہوئے کہا۔

”ارے کمال ہے۔ میں نے تو سب محاوروں کی زبان میں
بات کر دو تو بات جلدی سمجھ میں آجاتی ہے۔ بہر حال وہ پھانگی میں
سوارخ ہوا یا نہیں“۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جولیا
جو منہ بنائے کھڑی تھی۔ عمران کی بات سن کر چونک پڑی۔
”تمہیں کیسے معلوم ہوا“۔۔۔ جولیا نے ہونٹ چباتے

عمران نے کار ہوٹل کو لڈن کے کپڑاؤں میں موڑ کر ایک سائیڈ
پر روکی اور خود نیچے اتر آیا۔ کار لاک کر کئے ابھی وہ ہوٹل کے مین
حیٹ کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اس نے جولیا اور صفر کو گیٹ
سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔

جولیا اور صفر نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ عمران انہیں
دیکھتے ہی اس طرح چونکا جیسے کوئی ناممکن بات ممکن ہو گئی ہو۔
”کمال ہے۔ دکھ ہے۔ فی خانہ اور کوئے انڈے کھا میں۔
عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے ان کے قریب پہنچتے ہی کہا۔
”کیا مطلب۔“ جولیا نے چونک کر پوچھا جبکہ صفر
صرف مسکرا دیا۔

”مطلب تو کسی اسکول کی کتاب میں ہی ملے گا۔ مجھے تو مدت
ہوئی اسکول کی کتاب پڑھے ہوئے۔ ویسے یہ محاورہ آٹھویں

مطابق شاگل دیٹرن چوک پر کار سے اتر گیا تھا۔ ڈرائیور سے اس نے کہا تھا کہ وہ ضروری شاپنگ کرنا چاہتا ہے۔ اور ڈرائیور واپس آ گیا۔ جولیانے مجبوراً اسے بات بتادی۔ ڈرائیور آہستہ آہستہ چل کر آیا تھا یا دوڑتا ہوا آیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مطلب ہے۔ اس نے کار واپس کر دی۔ ویسے وہ یہاں مقیم نہیں ہے۔“ جولیانے تیز لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ یہ پتہ چلا ہے کہ اس نے کسی اہم سرکاری افسر سے کہیں میں بیٹھ کر بات کی ہے۔ اور اس افسر کے کہنے پر اسے ہوٹل کی کار میں بھیجا گیا تھا۔ لیکن ہوٹل والے اس افسر کو ذاتی طور پر نہیں جانتے۔ اس نے ایک سرکاری کارڈ دکھایا تھا۔“ صفدر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”کیا اب کارڈ پر لوگ اندھوں کو بٹھانے لگ گئے ہیں۔ یا کارڈ ہی خالی تھا۔“ عمران نے اس بار سخیہ بھلے میں کہا۔

”میں نے تو بڑی کوشش کی ہے۔ لیکن کارڈ نہرین بس ہی کہتا ہے کہ اس نے کارڈ دور سے دیکھا۔ اس پر کوئی سرکاری نشان چھپا ہوا تھا۔ اور ویسے بھی کار ہائر کی گئی تھی اس لئے اس نے زیادہ توجہ نہ دی تھی۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”آؤ میرے ساتھ۔ میں ذرا اس کا نہرین کی یادداشت کا امتحان لے لوں۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور ہوٹل میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھ گیا۔ جولیا اور صفدر بھی اس کے

ہوئے کہا۔

”ایک سی ذریعہ ہے۔ اس چوہے کا۔ اچھا بھلا فلیٹ میں بیٹھا سیالان کو ایسا ساٹن پکانے کی ترکیب سمجھا رہا تھا کہ جس سے کھانے والے کے دانت ہمیشہ کے لئے کھٹے ہو جاتے ہیں۔ اور میں تو بڑا دگام بنا رہا تھا کہ یہ نسخہ حکومت کو سپلائی کر دوں۔ تاکہ کافرستان والوں کے دانت ہمیشہ کے لئے کھٹے ہو جائیں۔ کہ بس اس کا حکم آ گیا کہ فوراً ہوٹل گولڈن پنچو۔ وہاں اس نسخے کی ضرورت ہے کیونکہ وہاں کافرستانی چھاگی نظر آگئی ہے۔ اب یہ مجھے معلوم نہیں کہ اس چھاگی میں پانی ہے یا خالی ہے۔“ عمران کی زبان چل پڑی۔

”تم نے ایک چھوٹی سی بات کرنے کے لئے ہمارا اتنا وقت ضائع کیا ہے۔ آؤ صفدر۔ ہمیں چونکہ چیف باس نے اس کے متعلق کوئی ہدایات نہیں کی۔ اس لئے ہم اسے کچھ بتانے کے بھی پابند نہیں ہیں۔“ جولیانے خشک لہجے میں کہا۔

”نہ بتاؤ۔ میں اسے خود بتا دوں گا کہ جولیا اور صفدر دونوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور اس دوران خالی چھاگی پاکیشیا کے پانی سے لبریز ہو کر واپس بھی پہنچ گئی ہے۔“ عمران نے کہا۔ اور کندھے اچکا تا ہوا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

”میری بات سنو۔ ہم نے جو معلومات حاصل کی ہیں۔ اس کے

پچھے چلنے لگے۔ ہوٹل کے مال میں داخل ہوتے ہی عمران سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ ادھر کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا نوجوان عمران کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر شہناسائی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

”تو تمہیں ضرورت ہے۔ سر۔ نور نظر کی۔“ عمران نے کاؤنٹر کے قریب پہنچے ہوئے مسکرا کر کاؤنٹر کلرک سے کہا۔

”ادھر عمران صاحب۔ آپ۔ ادھر میں آپ کی بات سمجھ گئی ہوں۔ دراصل مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھے یہ سب کچھ بتانا ہوگا۔ اس وقت ریش بھی تھا۔ اس لئے میں نے زیادہ خیال نہ کیا تھا۔

ویسے یہ آپ کے ساتھی ہیں تو آئی۔ ایم۔ سوری۔ یہ رقم کاؤنٹر کلرک نے جیب سے سو روپے کا نوٹ نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ادھر عمران سمجھ گیا کہ صفر نے اسے رقم دے کر یہ معلومات حاصل کی تھیں۔

”اسے واپس جیب میں رکھو اکرم۔ یہ مالی غنیمت ہے۔ اور مالی غنیمت کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ واپس نہیں کیا جاتا۔ بہر حال وہ نشان کیا تھا۔ ذرا کاغذ پر بنا کر دکھاؤ۔ اور یہ سن لو کہ یہ انتہائی اہم ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ تمہاری کمزور یادداشت بالکل ہی غائب ہو جائے۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”نچ۔ نچ۔ میں بتا دیتا ہوں مجھے یاد آگیا ہے۔“ کاؤنٹر کلرک اکرم نے اس بار نگہ اٹھائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس نے

ادھر ادھر دیکھا اور ذرا سا آگے کی طرف جھک گیا۔

”پلیز عمران صاحب۔ میں مارا جاؤں گا۔ وہ اس ہوٹل کے مالک کے بھائی راشد صاحب تھے۔ وزارت دفاع میں ہیں۔ یہ کارڈ وغیرہ کی بات تو میں نے نوٹ لینے کے لئے کی تھی۔“ اکرم نے سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

”راشد۔ ادھر ٹھیک ہے۔ تحقیقات یو۔“ عمران نے

کہا۔ اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ صفر اور جولیا بھی اس کے ساتھ ہی واپس مڑے۔ لیکن ان کے چہروں پر ملکی سی نجات کے آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ اس کاؤنٹر کلرک نے واقعی انہیں پکڑ دے دیا تھا۔

”یہ راشد کون ہے۔“ ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے جولیا نے پوچھا۔

”سنو جولیا۔ صورت حال انتہائی سیریس ہے۔ شاگل کا ذاتی خود یہاں آنا اور پھر وزارت دفاع کے آفیسر راشد سے اس طرح خفیہ بات چیت کرنے سے ظاہر ہے کہ کوئی اہم معاملہ ہے۔“ عمران نے کہا۔

”یہ تو میں بھی سمجھ رہی ہوں۔ لیکن یہ راشد ہے کون۔“ جولیا نے جھلا کر پوچھا۔

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے

کہا۔ اور تیزی سے پینک فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے مسیور اٹھا کر سکے ڈالے اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

ملک کے بھائی ہیں۔۔۔ عمران نے مزید وضاحت کے لئے پوچھا۔
 "جی ہاں۔۔۔ بالکل وہی ہیں سر۔۔۔ آپ ریٹر نے فوراً
 جواب دیا اور عمران نے یقیناً کہہ کر ریور رکھ دیا۔
 "مہاراجا جن واقعی خوب چلتے ہیں۔۔۔ جویا نے تعریف
 بھرے لہجے میں کہا۔

"عورتوں کی زبان اور مردوں کا دماغ۔ بس یہی دو چیزیں تو چلتی
 ہیں دنیا میں۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 اور پھر دوبارہ ریور اٹھا کر اس نے کسے ڈالے اور آپ ریٹر کا بتایا
 جو انمبر گھما دیا۔

"یس۔۔۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔
 "یہ راشد صاحب کی رہائش گاہ ہے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
 "جی ہاں۔۔۔ میں ان کی بیگم بول رہی ہوں۔ آپ کون صاحب ہیں؟
 دوسری طرف سے بیگم راشد نے پوچھا۔

"میں ان کا ایک پرانا دوست ہوں۔ میرا نام علی عمران
 ہے۔ راشد صاحب سے بات کر دیجئے۔۔۔ عمران نے
 نرم لہجے میں کہا۔

"وہ ابھی گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ ایک گھنٹے بعد
 واپسی ہوگی۔ آپ اپنا نمبر بتا دیجئے وہ آئیں گے تو میں انہیں
 بتا دوں گی۔۔۔ بیگم راشد نے کہا۔

"میرا نمبر نہیں ہے۔ میں جوٹل کے کاؤنٹر سے بات کر
 رہا ہوں۔ اور جس رات کو گرین لینڈ جا رہا ہوں۔ بہر حال ابھی

"یس۔ سیکرٹریٹ انکوائری۔۔۔ دوسری طرف سے سنٹرل
 سیکرٹریٹ کی مخصوص ایکس پیجنگ کے انکوائری آپریٹنگ آواز سنائی دی۔
 "وزارت دفاع کے راشد صاحب سے بات کرنی ہے۔ میں
 سپرنٹنڈنٹ فیاض سنٹرل انٹیلیجنس سے بول رہا ہوں۔ عمران
 نے قدرے گھما نہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ راشد صاحب۔ لیکن اس وقت تو دفتر بند ہو چکا ہے
 جناب۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی رہائش گاہ پر فون کر
 لیں۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے جواب دیا۔
 "نمبر بھی بتا دو اور ساتھ ہی پتہ بھی۔ شاید مجھے خود ذاتی طور پر ملنا
 پڑے۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ نمبر نوٹ کر لیجیے۔ سیون۔ ٹریپل تھری۔ سیون۔ اور
 پتہ ہے۔ تھری دن آفیسرز کا کونی۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا۔
 "ان کا پورا نام کیا ہے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
 "راشد خین۔۔۔ آپریٹر نے فوراً جواب دیا۔

"یہ وہی راشد صاحب ہیں جو وزارت دفاع میں رابطہ افسر
 ہیں۔۔۔ عمران نے کہا۔

"رابطہ آفیسر۔۔۔ جی نہیں۔ وہ تو اسلم صاحب ہیں۔
 یہ تو فائینگ سیکشن کے اینتھارچ ہیں۔۔۔ بلوری وزارت
 میں صرف ایک ہی راشد صاحب ہیں۔ دوسرے تو ہیں نہیں۔
 آپریٹر نے جواب دیا۔

"یقیناً ہے۔ یہ وہی راشد صاحب ہیں جو جوٹل گوڈلڈن کے

میرے پاس کچھ وقت ہے۔ میں آج اڈل گائے۔ تھیک ہو۔
 عمران نے کہا اور رسیورکھ دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے۔" صفر نے کہا۔

"اس چھانگی کی تلاش میں کوئی ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جولیاء سے پوچھا۔

"تمویر اور کیپٹن شکیل اسے تلاش کر رہے ہیں۔ ابھی ان کی طرف سے کوئی رپورٹ تو نہیں ملی۔" جولیاء نے اس بار بڑی شرافت سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اس راسد کی کوٹھی چیک کرنی چاہیے۔"

اس سے فوری ملاقات بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ جس عہدے پر وہ ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شگلی اس سے کوئی فائل حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور ظاہر ہے یہ فائل اتنی اہم تو ہوگی کہ شگلی کو خود یہاں آنا پڑا۔ درندہ اپنے کسی ایجنٹ کو بھی بھیج سکتا تھا۔ عمران نے کہا۔

"تھیک ہے۔" جولیاء نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
 اور پھر وہ تینوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے اپنی کاروں کی طرف بڑھ گئے۔

"میرا خیال ہے۔ چیف باس کو رپورٹ دے دینی چاہیے۔" صفر نے جولیاء سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیونکہ عمران ایک طرف کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جبکہ صفر اور جولیاء پارکنگ کی طرف چلے گئے تھے جہاں ان کی کار موجود تھی۔

"کار ٹرانسمیٹر سے بات کر لیتے ہیں۔" جولیاء نے کہا۔ اور پھر کار میں بیٹھتے ہی اس نے کال ملا دی۔

"ایکسٹرا اور۔" دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی اور جولیاء نے اسے عمران سے ملاقات سے لے کر اب تک کی تمام رپورٹ دے دی۔

"تھیک ہے۔ میں نے اسی لئے عمران کو بھیجا تھا۔ کیونکہ شگلی کی یہاں موجودگی انتہائی خطرناک ہے۔ تم نے عمران کی ہدایات پر عمل کرنا ہے اور راینڈ آل۔" دوسری طرف سے ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا۔ جولیاء نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"چیف باس عمران پر اتنا اندھا اعتماد کرتا ہے تو اسے سیکرٹ مرسوس میں کیوں شامل نہیں کر لیتا۔" جولیاء نے صفر سے مخاطب ہو کر کہا۔ جواب کار چلاتے ہوئے کمپاؤنڈنگ سے باہر نکال دیا تھا۔
 "عمران ہماری طرح تنخواہ پر گزارہ کہاں کر سکتا ہے۔ سبھی لے وہ ایکسٹو سے اپنے کام کی کتنی رقم وصول کرتا ہوگا۔" صفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کار کو بائیں طرف موڑ دیا کیونکہ عمران کی کار بھی اسی طرف مڑ کر آگے جا رہی تھی۔

"ہوں ضرور ایسی بات ہوگی۔" ویلے بھی وہ فیما بین سے مٹی نہیں وصول کرتا رہتا ہے۔ اور ملازمت کے بعد وہ ایسا کرے تو ایکسٹو اسے کھڑے کھڑے گولی مار دے۔" جولیاء نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور صفر مسکرا دیا۔

کوٹھی کے گیٹ پر رک گئی۔ صغدر نے بھی کار اس کے پیچھے
رک دی۔ عمران نے پیچھے اتر کر کال ہیل کا بٹن دبایا تو کوٹھی کے
گٹ کا چھوٹا حصہ کھلا اور ایک ملازم باہر آ گیا۔

”راشد صاحب آگئے ہیں۔“ عمران نے اس سے پوچھا۔
”جی نہیں۔ وہ موجود نہیں ہیں۔“ ملازم نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہماری ان کی بیگم سے بات ہوئی ہے۔ ہم ان
کا انتظار کر لیتے ہیں۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
”جی بہتر۔“ ملازم نے کہا۔ اور پچھلک کے اندر واپس جا
کر اس نے پچھلک کھول دیا اور عمران جو اس دوران واپس کا رہیں
بٹھ چکا تھا۔ کار اندر لیتا گیا۔ چھوٹے سے پورچ میں اس نے کار
روکی اور نیچے اتر آیا۔

اس کے پیچھے صغدر بھی کار اندر لے آیا تھا۔ اور پھر صغدر اور
جولیا بھی کار سے نیچے اتر آئے۔ ملازم نے ڈرائنگ روم کھول
دیا۔ اور وہ تینوں اندر صوفوں پر بیٹھ گئے۔

”آپ کیا پیش گئے۔“ ملازم نے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔ تحقیق یو۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے
میں کہا۔ اور ملازم سر ہلاتا ہوا باہر جانے لگا۔

”سنو۔ بیگم صاحبہ موجود ہیں۔“ عمران نے اچانک پوچھا۔
”جی وہ ابھی چند لمحے پہلے کلب گئی ہیں۔“ ملازم نے مڑ کر
جواب دیا اور عمران کے سر ہلانے پر وہ دوبارہ مڑا۔ اور ڈرائنگ روم

”ویسے ایک بات ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ عمران دیے
تو بڑا اصول بنتا ہے۔ لیکن سپرٹنڈنٹ فیاض کی شہوت اور بلیک
میلنگ کی رقم وہ کیوں وصول کرتا ہے۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔“
جولیا نے کہا۔

”آپ کو علم ہے کہ وہ اس رقم کا کیا کر رہا ہے۔“ صغدر نے
پہنتے ہوئے پوچھا۔

”کرنا کیا ہے۔ خرچ کرتا ہوگا اور کیا کرنا ہے۔ یا پھر بینک بیلنس
بنارہا ہوگا۔“ جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں۔ یہ سادی رمیں ضرورت مندوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔
میں نے خود کئی واقعات دیکھے ہیں۔“ صغدر نے جواب دیا۔
اور جولیا نے اس طرح سر ہلایا جیسے اسے صغدر کی بات کا
یقین نہ آیا ہو۔

”میں نہیں مانتی۔ وہ اتنا کچھ سہے کہ اگر اسے دعوت کا کہہ
دو تو اس کی جان پر بن جاتی ہے۔ تم کہتے ہو کہ وہ ضرورت مندوں
کو بلبی رمیں دیتا رہتا ہے۔“ جولیا نے منہ بناتے
ہوئے کہا۔ اور جب جواب میں صغدر نے اسے ایسے کئی واقعات
بتائے جس میں عمران نے واقعی ضرورت مندوں کی اس طرح امداد کی
تھی کہ بعض اوقات انہیں خود بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ایسا کس نے کیا ہے
تو جولیا آنکھیں پھاڑے حیرت سے صغدر کو دیکھتی رہ گئی۔

کامیں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتی ہوئیں آفیسر زکالونی
میں داخل ہو گئیں اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران کی کار راشد حسین کی

سے باہر چلا گیا۔

”اتنے بڑے افسر کے لحاظ سے تو یہ جنگلہ خاصا چھوٹا ہے۔“
جولیا نے کہا۔

”میرے فلیٹ سے تو بڑا ہے۔ دیسے اگر تم کہو تو میں چار کنال میں بھی جنگلہ بنا سکتا ہوں۔ بس سو پرفیاض کی تھوڑی سی منت کرنا پڑے گی۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم چاہے چار کنال کا بنا دیا آٹھ کنال کا۔ میرا کیا تعلق۔“ جولیا نے غصیلے بولتے ہوئے کہا۔

”آٹھ کنال والا مسئلہ تو غلط ہے۔ اب ہم نے دہان کو کٹ تو نہیں کھینچی۔ باقی رہا تعلق تو تعلق کے زور پر ہی تو جنگلہ بنے گا۔ ورنہ تو میرا فلیٹ ہی کافی ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ادرجو لیل نے منہ پھیر لیا جبکہ صفدر ہنس پڑا۔

”عمران صاحب۔ یہ شاگل آخر چاہتا کیا ہوگا۔“ صفدر نے شاید بات کا رخ بدلنے کے لئے فقرہ کہا تھا۔

”جنگلہ بنوانا چاہتا ہوگا میرا۔ ظاہر ہے بڑے کام کا بڑا معاوضہ ملتا ہے۔ اب شاگل کی بجائے کوئی عام ایجنٹ آجاتا تو وہ تمہارا مہانگوس باس ایک چھوٹا سا چیک بکڑا دیتا۔ میں نے اسے کئی بار کہا ہے کہ اتنی کجوسی بھی اچھی نہیں۔ اب یہ بھی کوئی ٹھیک ہے کہ آدمی صفدر ڈالنے میں بھی کجوسی کرے۔“ — عمران نے کہا اور صفدر کھٹکھٹا کر ہنس پڑا۔

”آپ کتنی صفدر جانتے ہیں۔“ — صفدر نے ہنستے

ہوئے پوچھا۔

”بس ہی دس بارہ صفدر۔ لیکن وہ تو تین صفروں سے آگے ہی نہیں بڑھتا۔ اب تم خود بتاؤ۔ صفروں کی کوئی قیمت ہوتی ہے کہ آدمی اس میں بھی کجوسی شروع کر دے۔“ — عمران نے کہا۔
ادرجو لیل بھی ہنس پڑی۔

”تم خالی صفدر چاہو تو میں باس سے سفارش کر دوں گی۔“
یہی شرط ہی ہے کہ کوئی ہندسہ ساتھ نہ ہوگا۔“ — جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”چلو اسے کہو کہ ہندسہ بیس صفدر وہ ڈال دیا کرے اور ہندسہ تم بھر دیا کر دے۔ بے ٹھیک ایک ہندسہ ڈال دینا آخر تم بھی تو سیکنڈ بیس ہو۔ اب کم از کم اتنا اختیار تو تمہیں بھی ہونا چاہیے کہ ایک کی فیاضی تم بھی کر دیا کر دے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور صفدر ادرجو لیل دونوں ہی بے اختیار ہنس پڑے۔

اسی لمحے انہیں باہر کار کے مارن کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز چھٹک کے قریب سے سنائی دے رہی تھی۔ صفدر جلدی سے اٹھا اور ڈرائیگ روم کے دروازے میں آ گیا۔

”تلازم چھٹک کھول رہا ہے۔“ — صفدر نے کمزری کے سے انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے راشد صاحب تشریف لائے ہوں گے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صفدر واپس آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہرکارہ کنے اور کسی کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر تیز

تیز قدم ڈرائنگ روم کی طرف بڑھے۔ اور چند لمحوں بعد ایک ادھیڑ عمر آدمی دروازے پر کھڑا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نیا برلیٹ کیس تھا۔ عمران اور صفدر اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ "آپ" — آنے والے نے حیرت بھرے لہجے میں اندر قدم رکھتے ہوئے کہا۔ وہ بڑے غور سے عمران، صفدر اور جولیا کو دیکھ رہا تھا۔

"میرا نام عمران ہے۔ یہ صفدر سعید اور جولیا نافرمان ہیں۔ آپ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میرا نام راشد حسین ہے۔ لیکن آپ سے پہلے تو ملاقات نہیں ہوئی۔" — آنے والے نے کہا۔ اس کے ہاتھ سے اس بار غامبی ناگوار سی ظاہر ہو رہی تھی۔ جیسے اسے ان کے اس طرح بلا اطلاع آنا ناگوار لگا رہا ہو۔

"میں نے فون کیا تھا۔ آپ کی جگم نے بتایا کہ آپ ایک گھنٹے بعد آئیں گے۔ اس لئے ہم یہاں آپ کے انتظار میں بیٹھ گئے دیئے اگر آپ کو ہمارا آنا اتنا ہی ناگوار لگا رہا ہے تو ہم واپس چے جاتے ہیں۔" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ادھ نہیں۔ اب اتنی بھی کیا بہ افلاقی۔ بہر حال فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" — راشد حسین نے تکلف سے کام لیتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ لیکن اس کے چہرے سے اب بھی یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ یہ اخلاق زبردستی برت رہا ہے۔ "آپ تشریف رکھیں" — عمران نے انتہائی سنجیدہ

میں کہا اور راشد حسین سر ملاتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ برلیٹ کیس اس نے ساتھ ہی رکھ لیا تھا۔

"کتنی رقم وصول ہوئی ہے؟" — عمران نے اچانک کہا اور راشد حسین اس طرح اچھلا جیسے عمران نے بات کرنے کی بجائے اسے کوڑا مار دیا ہو۔

"کیا — کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ رقم۔ کیسی رقم؟" — راشد حسین نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ لاشعوری طور پر اس کا ہاتھ برلیٹ کیس کے مینڈل پر جم گیا۔

"وہ رقم جو اس برلیٹ کیس میں موجود ہے۔" — عمران نے اسی طرح سخت لہجے میں جواب دیا۔

"آپ ہیں کون۔ میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔" — اس بد راشد حسین نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"غامبسی سے بیٹھ جاؤ راشد درنہ۔" — عمران نے اس قدر سرد لہجے میں کہا کہ راشد حسین کا جسم نمایاں طور پر کانپ اٹھا۔

"لگ — لگ — کیا مطلب؟" — راشد حسین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"صفدر، اٹھ کر دروازے میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی مداخلت کرے تو بیشک گولی مار دینا۔" — عمران نے اسی طرح سخت لہجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے جیب سے دیوار نکال لیا۔ جبکہ

ماٹھے صوفے پر بیٹھی جولیا یک لخت چبھٹی اور اس نے راشد حسین کے ہاتھ سے برلیٹ کیس لیا اور ایک طرف جا کھڑی ہوئی۔

والی دیوار سے جا لکرایا۔ دروازے کی سائیڈ میں کھڑے ہوئے
صہرہ نے اس کے اندر داخل ہوتے ہی اس کو ضرب لگا کر
اچھال دیا تھا۔

"خبردار اگر حرکت کی۔ چپ چاپ پڑے رہو۔" جویا
نے غراتے ہوئے کہا۔ لیکن ملازم تیزی سے سر جھٹک کر اٹھنے
پی لگا تھا کہ جویا کا بریف کیس دالا ہوا تھا گھوما اور بریف کیس پوری
قوت سے مٹا دیا۔ ملازم کے سر پر ہڈیاں اور وہ دہیں
ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ہاتھ پیریدھے ہوئے چلے گئے۔

"جویا۔ یہ بریف کیس کھول کر دیکھو۔ رقم سے ہی اندازہ لگ
جائے گا کہ اس نے کس قسم کی فائل فروخت کی ہے۔" عمران
نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جویا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہ۔ نہ۔ نہیں۔ نہیں۔" صوفے پر پڑے ہوئے
راشد حسین نے عمران کی بات سنتے ہی تیزی سے اٹھنا چاہا تھا کہ
عمران کا ہاتھ ایک بار پھر گھوما اور راشد حسین اس بار بچ بھی نہ سکا
اور صوفے پر گر کر ایک لمحے کے لئے پھر کا پھر ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کی
آنکھیں بند ہو گئیں۔

"اوہ۔ اس میں تو بہت بھاری رقم ہے۔" جویا نے
بریف کیس کھولتے ہوئے کہا۔

"جوں۔ میرے خیال میں پچاس لاکھ سے کم نہیں ہے۔" ادشا کی جھج
ملک کا چیف ہے وہ اتنی بھاری رقم کسی عام فائل کے لئے نہیں
دے سکتا۔" عمران نے ہونٹ دبلتے ہوئے کہا۔

"مم۔ میں پولیس کو فون کرتا ہوں۔" راشد حسین کا رنگ
اب واقعی زرد پڑ گیا تھا۔

"ضرور کرو۔ تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ وزارتِ دفاع کے
فائل سٹور آفیسر راشد حسین نے غیر ملکی ایجنٹوں کے ساتھ فائل کا
سودا کر کے ان سے بھاری رقم وصول کی ہے۔" عمران نے
اٹھتے ہوئے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"نہ۔ نہ۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ غلط ہے۔" راشد حسین
کے لہجے میں اب بے پناہ گھبراہٹ تھی۔ لیکن دوسرے لمحے کمرہ
اس کی چیخ سے گونج اٹھا۔ عمران کا زوردار تھپڑ اس کے چہرے
پر پڑا تھا۔ اور راشد حسین چیخا ہوا اچھل کر صوفے پر جا گرا۔ اس
کے گال پر عمران کی انگلیوں کے نشانات ابھرا آئے تھے۔

"کون سی فائل کا سودا کیا ہے۔" عمران نے غراتے
ہوئے کہا اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھ میں کپڑا جواریو اور اس
کی کینٹی سے لگا دیا۔

"مم۔ مم۔ میں نے۔" راشد حسین نے کانپتے ہوئے
کچھ کہنا چاہا کہ عمران کا ہاتھ کبھی کی سی تیزی سے گھوما اور راشد
حسین کی چیخ سے ایک بار پھر کمرہ گونج اٹھا۔ عمران کا دوسرا تھپڑ
شاید پہلے سے زیادہ زوردار تھا۔

"صاحب۔ صاحب کیا بات ہے۔" اچانک کمرے
کے باہر سے اس ملازم کی جیتی ہوئی آواز سنائی دی۔
لیکن دوسرے لمحے وہ ملازم کسی گیند کی طرح اچھلتا ہوا اسلٹنے

"مم — مم — بتاتا ہوں — میں بتاتا ہوں — واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ کاش میں ہیگم کی باتوں میں نہ آجاتا۔" راشد حسین نے نہ امت بھرے بلجے میں کہا۔ اب اس کی آنکھوں سے آنسو پھٹنے لگے تھے۔

"کیا تمہاری ہیگم نے تمہیں بلیک میل کیا ہے؟" عمران نے چوٹک کر پوچھا۔

"نہیں۔ وہ ہر وقت کہتی تھی کہ تنخواہ میں سے ہم کچھ بچا نہیں سکتے۔ اسے چار کنال کا ذاتی بنگلہ بنانے کی شدید خواہش تھی۔ اور میں تنخواہ میں سے چار کنال کا بنگلہ تو ایک طرف — چار کنال زمین بھی نہ خرید سکتا تھا۔ اور کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔" راشد حسین نے گھوم کر بلجے میں کہا۔ اور عمران نے معنی خیز نظروں سے ایک طرف کھڑی جولیا کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔ دیکھا چار کنال کے بنگلے کس طرح بنتے ہیں۔

"وقت مت ضائع کرو۔ جلدی بناؤ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، عمران نے خشک بلجے میں کہا۔

"میں نے انہیں ایکس تھرٹی تھری کی فوٹو کاپی دی ہے۔" راشد حسین نے کہا۔

"ایکس تھرٹی تھری فائل۔ اس میں کیا ہے؟" عمران نے ڈکاک کر پوچھا۔

"یہ فائل ہماری بکریہ میں شامل ہونے والی نئی ایٹمک آبدوز کے خالق ہے۔ جو ہم نے حکومت شوگران سے خطیہ طور پر حاصل کی ہے۔

"عمران صاحب رقم کی موجودگی بتا رہی ہے کہ فائل شاگل کی پاس پہنچ چکی ہے۔ اس لئے اب جتنا بھی وقت گزرے گا اتنا ہی ہمارے لئے نقصان دہ ہوگا۔" صفدر نے انتہائی سنجیدہ بلجے میں کہا۔

"اودہ ٹھیک ہے۔ تم درست کہہ رہے ہو۔" عمران نے چوٹکتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے صوفے پر بے ہوش پڑے ہوئے راشد حسین کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دیوار تو ایک طرف رکھا اور پھر جھک کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کے منہ اور ناک کو مضبوطی سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہی نتیجہ نکل آیا اور سانس مکمل طور پر بند ہو جانے کی وجہ سے راشد حسین کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور عمران نے ہاتھ ہٹائے۔ دوسرے لمحے راشد حسین کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں اور ساتھ ہی اس کے منہ سے کراہی نکل گئی۔

"سنو راشد حسین۔ تم نے ملک سے غدارہی کی ہے۔ اس لئے تمہاری مزاموت ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم نے کسی خاص مجبور کی بنا پر ایسا کیا ہوگا۔ ورنہ اس سے پہلے تمہاری شکایت ہم تک ضرور پہنچتی۔ اس لئے اب آخری بار کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ انفیصل سے فوراً بتا دو۔ تاکہ ہم وہ فائل ملک سے باہر جانے سے روک سکیں۔ اس صورت میں تمہارا سسے لئے گنجائش نکل سکتی ہے۔ یہ میرا وعدہ رہا۔" عمران نے دیوار کی نالی کا رخ راشد حسین کی طرف کرتے ہوئے انتہائی سخت بلجے میں کہا۔

اس فائل میں اسل آبد و زکی جگی صلاحتوں کے ساتھ ساتھ دفاعی منصوبے میں اس کے دھک کی پوری تفصیل درج ہے۔ یعنی وہ کہاں موجود رہتی ہے کہاں کہاں گشت کرتی ہے۔ اور جنگ یا ایمر جنسی کی صورت میں اس کے ذمہ کیا کیا فرائض ہوں گے۔" راشد حسین نے جلدی جلدی بتانا شروع کر دیا۔

"تم نے اس فائل کی کاپی کسے دی ہے اور کہاں پر دی ہے۔ عمران نے ہونٹ چلبٹتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے تو رابرٹ کو یکسر انکار کر دیا تھا۔ اس نے مجھے ہونٹ گولڈن میں بلایا تھا ایک دوست بن کر۔ لیکن پھر اس کا آدمی مجھے ملا۔ اور اس نے مجھے اس پر آمادہ کر لیا۔ کاش میں ایسا نہ کرتا۔" راشد حسین نے جھجکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"یہ پوچھ رہا ہوں کہ فائل کہاں دی ہے تم نے ان لوگوں کو۔ عمران کا اہجر بے حد کراہت ہو گیا۔

"زیر دیا رک میں۔" راشد حسین نے جواب دیا۔

"کتنی دیر ہوئی ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"میں ابھی وہیں سے آ رہا ہوں۔" راشد حسین نے جواب دیا۔ "لیکن رابرٹ سے مہارسی ملاقات کو زیادہ وقت تو نہیں گزرا اتنی دیر میں تم نے فائل کی فوٹو کاپی کیسے حاصل کر لی۔" عمران کا اہجر بھڑپوں جیسا تھا۔

"وہ۔ وہ آدمی کسی دنوں سے میرے پیچھے پڑا ہوا تھا لیکن میں انکار کرتا رہا۔ تم۔" مگر میں نے فوٹو کاپی جوالی مٹی پھر رابرٹ ملا۔

میں نے بتایا کہ وہ اس آدمی کا باس ہے۔ لیکن میں نے اسے بھی لٹکا کر دیا۔ لیکن پھر اس آدمی نے مجھے مجبور کر دیا۔ اس نے میری ایک مگر درسی جان لی مٹی۔" راشد حسین نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کا مطلب ہے تم پہلے سے اس پر راضی ہو گئے تھے۔ لیکن تم اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا چاہتے تھے۔ پہلے میں سمجھا تھا کہ شاید تم نے کسی خاص مجبوری کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ لیکن اب پتہ چلو ہے کہ تم انتہائی لالچی آدمی ہو۔ اس لئے تم جھٹی کر دو۔" عمران نے غراتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا۔

ہم اسکے کی آواز کے ساتھ ہی راشد حسین کے منہ سے چیخ نکلی اور "موتنے پر کر کے تو پٹنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی وہ ساکت ہو گیا۔" آڈ۔ ہمیں اب فوری کارروائی کرنی ہوگی۔" عمران نے یوں اور

میب میں ڈالتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اس ملازم کا کیا کرنا ہے۔ یہ تو ہمیں پہچانتا ہے۔" جولیانے کہا۔

"پہچانتا رہے۔ ایک سو خود ہی سنبھال لے گا۔" عمران نے جڑھے میں کہا۔ اور ڈرائنگ روم سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ جولیانے اور صفدر بھی اس کے پیچھے تھے۔ بدیلت کیس جولیانے کے پاس ہی تھا۔

چونکہ کہ اسے مخاطب کرنے کے لئے ہاتھ اٹھا دیا۔ شکر بھی اس کا اٹھا ہوا تھا دیکھ کر چونکا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ اس میز کی طرف بڑھ آیا جس پر شاگل کیلہ بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔ شاگل نے بوٹ چباتے ہوئے پوچھا۔
"کامیابی یاں۔۔۔ شکر نے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ اور شاگل نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔
"کہاں ہے مال۔۔۔ شاگل نے پوچھا۔

"میری جیب میں ہے۔ میں نے چیک کر لیا ہے ٹھیک ہے۔
شکر نے جواب دیا۔

"کوئی تعاقب رکونی مسک۔۔۔ شاگل نے بے اختیار ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے پوری طرح خیال رکھا ہے۔ جو نی اس آدمی کے پیچھے گیا ہے۔ تاکہ جب آپ کا کاشن ملے تو اس سے رقم حاصل کی جاسکے۔۔۔ شکر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ۔۔۔ شاگل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر جب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس نے میز پر رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ شکر اس کے پیچھے تھا۔ ریسٹورنٹ سے نکلی کر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے پارکنگ کی طرف بڑھ گئے۔
"متہارمی کار کہاں ہے۔۔۔ شاگل نے پوچھا۔

"موجود ہے۔ آخری حصے میں۔۔۔ شکر نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔ وہیں چلتے ہیں۔ میں تو عیسیٰ پر آیا ہوں۔ شاگل

شاگل بڑی بے چینی کے عالم میں گھاٹ پر بسنے ہوئے ریسٹورنٹ کی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بار بار کلائی کی گھڑی پر وقت دیکھتا۔ اور پھر سامنے رکھے ہوئے شراب کے جام کو اٹھا کر منہ سے لگا لیتا۔ اسے یہاں آئے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر گیا تھا۔ اور اس دوران وہ مسلسل تین جام پی چکا تھا۔ اس کی نظریں بار بار ریسٹورنٹ کے دروازے کی طرف اٹھ جاتیں۔ ریسٹورنٹ میں کافی آدمی تھے اور وہ سب تقریباً مختلف قومیتوں اور ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سب غیر ملکی بحری جہازوں سے متعلق تھے۔ چونکہ یہاں ایسے افراد کا زیادہ جھگڑا رہتا تھا۔ اس لئے شاگل نے اس ریسٹورنٹ کو منتخب کیا تھا تاکہ کوئی اس پر شک نہ کر سکے۔ اور پھر اس نے دیکھ کر جو تھے جام کا آدھ دھسنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا۔ کہ دروازے پر شکر نمودار ہوا۔ اور شاگل نے

نے کہا۔

"آئیے ادھر" — شکر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پارکنگ کے آخری حصے کی طرف بڑھ گیا۔ شاگل اس کے ساتھ ساتھ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں سیاہ رنگ کی ایک کار کے پاس پہنچ گئے۔ یہ کار باقی کاروں سے خاصی جھٹ کر پارک کی گئی تھی شکر نے جیب سے چابی نکال کر دروازے کا لاک کھولا اور پھر دروازہ کھول کر وہ سیٹرنگ پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے دوسری سائیڈ کا دروازہ اندر سے کھول دیا اور دوسری سیٹ پر شاگل بیٹھ گیا۔

"لاؤ مجھے دو" — شاگل نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا اور شکر نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تہہ شدہ چند کاغذات نکالے۔ اور شاگل کی طرف بڑھا دیئے۔ شاگل ان کاغذوں کو کھول کر ان پر نظریں دوڑانے لگا۔ اور جیسے جیسے وہ کاغذوں پر نظریں دوڑاتا جاتا اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نمودار ہوتے جا رہے تھے۔

"ویری گڈ" — یہ بالکل درست فائل ہے۔ گڈ" — شاگل نے مسرت سے بھرپور ہنسنے میں کہا اور کاغذات کو تہہ کر کے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے" — شکر نے کہا۔

"تم مجھے بستی کے قریب اتار کر واپس چلے جاؤ وہاں آدمی موجود ہے۔ میں اس کے ساتھ لاپنج میں بیٹھ کر جہازیں پہنچ جاؤں گا اور جہاز آج ہی پاکھشتیا کی سرحد سے نکل جائے گا" — شاگل

نے کہا۔ اور شکر نے سر ہلاتے ہوئے کار کا انجن اسٹارٹ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اچانک شکر کی جیب سے ہلکی ہلکی ٹوٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ شکر کے ساتھ ساتھ شاگل بھی یہ آوازیں سن کر چونک پڑا۔ شکر نے بجلی کی سی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب میں موجود ایک پھوٹا سیکی خاصا جدید ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ٹوٹوں کی مخصوص آوازیں اس سے نکل رہی تھیں۔ شکر نے جلد ہی سے اس کا ایک ہٹن دبا دیا۔

"میلو میلو" — جونی کا لنگ اور — "ہٹن دبتے ہی جونی کی آواز ٹرانسمیٹر سے برآمد ہوئی۔

"یس" — ایس اسٹنڈنگ اور — "شکر نے تیز ہنسنے میں کہا۔

"فرم کا مینیجر اپنی رہائش گاہ پر ٹھیک پہنچ گیا تھا۔ اور میں وہیں آپ کی طرف سے کال کے انتظار میں رک گیا۔ لیکن ابھی مینیجر کی رہائش گاہ سے دو کاریں باہر آئی ہیں۔ وہ شاید پہلے سے اندر تھیں اور ان میں سے ایک کار میں عمران موجود تھا۔ جبکہ دوسری کار میں ایک غیر ملکی عورت اور ایک مقامی آدمی تھا اور — جونی کی آواز سنائی دی۔

"جونی۔ میں رابرٹ بول رہا ہوں۔ یہ کہاں ہیں اب اور — شاگل نے شکر کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر چھٹے ہوئے چنچ کر کہا۔

"میں نے ان کے تعاقب کی کوشش کی۔ لیکن میں اپنی کار کا لوٹی سے باہر پارک کر کے گیا تھا۔ کیونکہ کار چیک ہو سکتی تھی۔ اس لئے

ہے صغدر اور بولیا کی کار اس کے تعاقب میں تھی۔ ابھی عمران کی کار
آفسیڑ کا لونی کے مین گیٹ سے نکلی ہی تھی کہ کار میں موجود ٹرانسمیٹر کا
بلب تیزی سے جلتے دیکھنے لگا اور عمران نے کار کی رفتار آہستہ کرتے
ہوئے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

ایس اور — عمران نے بغیر اپنا نام لے ہوئے کہا۔
"عمران۔ میں جو لیا بول رہی ہوں۔ میرا اور صغدر کا خیال ہے کہ ایک
آدمی راشد حسین کی کوٹھی کے باہر موجود تھا جس نے ہمیں چیک کیا
اور بھاگتا ہوا سائیڈ گلی میں چلا گیا۔ پہلے تو میں نے اس کا خیال نہ کیا۔
لیکن ابھی وہ آدمی کا لونی گیٹ سے ذرا پہلے ایک سائیڈ گلی کو اس
کرنا ہوا نظر آیا ہے۔ اس کا انداز یوں لگتا ہے جیسے گلیوں میں پیدل
دوڑتا ہوا تھا تعاقب کر رہا ہو اور —" جولیب لے تیز تر
پہنچیں کہا۔

"اور ایسا بھی ممکن ہے۔ تم ایسا کہو کہ فوراً بائیں ہاتھ کی طرف موجود
ذخیرے میں کا پھینا۔ اور میں دائیں طرف کی سائیڈ روڈ پر گھوم کر چیک
کاٹا ہوا زیر و پارک کی طرف جاؤں گا۔ اگر یہ شخص دوبارہ نہر لے تو
مجھے کال کر لینا اور —" عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔ کیونکہ شدید
غصے کی وجہ سے اس کا ذہن ہی اس طرف مڑ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے اور اینڈ آف —" دوسری طرف سے کہا گیا۔
اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اور پھر کار کی رفتار بڑھا
کہ اس نے کار کو دائیں ہاتھ جانے والے ایک تنگ سے راستے
پر موڑ دیا۔ اس کا پر دوگراں تو فوراً زیر و پارک جانے کا تھا۔ لیکن پھر

عمران نے آندھی اور طوفان کی طرح راشد حسین کی کوٹھی
سے نکلا اور انتہائی تیز رفتار سی سے آفسیڑ کا لونی کے بیرونی
گیٹ کی طرف کار بڑھائے لے گیا۔ اس کے ذہن میں بھونچال
سا آیا ہوا تھا۔ کیونکہ جس فائل کے متعلق راشد حسین نے بتایا تھا
وہ فائل اس قدر اہم تھی کہ عمران سوچ رہا تھا کہ اگر یہ فائل شاہکی
لے کر نکل گیا تو پاکستیا کا تمام تر بحری دفاعی نظام شدید خطرے
میں پڑ جائے گا۔ اور اُسے اس بات پر بھی غصہ تھا۔ کہ اس قدر
اہم دفاعی فائل وزارت دفاع نے اپنے سٹور میں کیوں رکھی
ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ قانون بن چکا تھا کہ انتہائی اہمیت کی فائل
متعلقہ وزارتوں کی تحویل میں رہنے کی بجائے ایکسٹو کی تحویل
میں رہتی تھیں۔ وہ اب فوری طور پر زیر و پارک پہنچنی چاہتا تھا۔
کیونکہ آئندہ گلیو اگر مل سکے تو وہیں سے ہی مل سکتا تھا۔ ظاہر

اسے خیال آیا کہ زبرد پارک میں تو کیوں تماشکش کرنے میں خاصا وقت لگ جانے لگا۔ اگر یہ آدمی واقعی راشد حسین کے پیچھے آیا ہے تو اس کا تعلق شاگل سے ہو گا۔ اور اگر یہ آدمی ہاتھ آجائے تو پھر شاگل تک بڑی آسانی سے پہنچا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے کار کو ذرا سا آگے بڑھایا اور پھر اسے سائیڈ میں موجود درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف لے جاتا چلا گیا۔

اس نے کار کو واپس میں روڈ کی طرف موڑ کر روک دیا۔ اور یولیا کی کال کے اشتغال میں بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار تھے۔ کیونکہ اس کا ذہن اس بات کو تسلیم نہ کر رہا تھا کہ جب شاگل نے رقم دے دی اور فائل حاصل کر لی تو پھر راشد حسین کی نگرانی کرنے کا کوئی مقصد باقی نہ رہ جاتا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک بھماکا سا مورا اور اس کے ساتھ ہی اس کے بول پر پہلی سی مسکراہٹ رہ گئے تھے۔ اسی خیال آگیا کہ کافرستان بنیٹا ٹائپ لوگوں کا ملک ہے۔ یعنی انتہائی گنجش لوگوں کا۔ جو سکتا ہے شاگل نے بھاری رقم دے کر فائل کی کاپی تو حاصل کر لی ہو۔ لیکن اس کے بعد اس کا یہ پوچھو گچھو بھی ہو کہ راشد حسین کا خاتمہ کہہ کے رقم بھی واپس حاصل کر لی جائے۔ اس طرح ایک منہ دو کاج والا کام ہو جائے گا۔ ابھی عمران یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر کا بلب ایک بار پھر جلنے بجھنے لگا۔

یس — عمران سپیکنگ اور — عمران نے بٹن دباتے ہوئے کہا۔

”صعد بول رہا ہوں عمران صاحب — وہ آدمی ہمارے تعاقب میں تھا۔ اس کی کار میں گیٹ سے باہر موجود تھی وہ دوڑتا ہوا باہر آیا۔ اور پھر کار میں بیٹھ کر اسی طرف گیا ہے۔ جدھر آپ کی کار گئی ہے۔ ہم اس کے پیچھے ہیں اور —“ صعد نے کہا۔

”اس کا حلیہ، لباس اور کار کا رنگ، ماڈل وغیرہ اور —“

عمران نے پوچھا اور جواب میں صعد نے ساری تفصیل بتا دی۔

”ٹھیک ہے۔ میں دائیں ہاتھ والی سائیڈ روڈ پر موجود ہوں جب اس کی کار یہاں سے گزر جائے تو مجھے کال کر دینا۔ یہ آدمی یقیناً شاگل کا آدمی ہے اور —“ عمران نے کہا۔

”اگر آپ کہیں تو اسے روک لیا جائے اور —“ صعد نے کہا۔

”نہیں — یہ لازماً کسی کو کال کرے گا یا کسی کو رپورٹ دے گا۔ اس طرح ہم آگے بڑھ سکتے ہیں اور رینڈ آل —“ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اسی لمحے اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس نے جلدی سے ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ ڈالا اور ایک بٹن آن کر کے اس نے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی ناب گھا کر اسے زیر و پر کر دیا۔

اب یہ ٹرانسمیٹر جنرل فریکوئنسی کا ہو گیا تھا۔ اور کم از کم دو کلومیٹر کی رینج میں ہونے والی تمام ٹرانسمیٹر کا لیس وہ پیچ کر سکتا تھا۔

ابھی عمران کو جنرل فریکوئنسی اوپن کئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اچانک ٹرانسمیٹر کا بلب جل اٹھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک

بھاری سی آواز سنانی دی ۔

”ہیلو ہیلو — جوئی کا لنگ ادور —“ بولنے والے کے
 ہاتھ میں تیزی کے ساتھ ساتھ عجیب سا جوش تھا ۔ اور اس کی
 آواز سننے ہی عمران بڑی طرح چوک پڑا ۔ کیونکہ عمران نہ صرف آواز
 پہچان گیا تھا بلکہ اب وہ اس آدمی کو بھی پہچان گیا تھا ۔ اس کا نام
 واقعی جوئی تھا ۔ اور یہ شاگل کے ساتھیوں میں سے تھا ۔ اور کاخرشاں
 میں ایک مشن کے دو مان عمران کا اس سے سابقہ بڑھ چکا تھا ۔ اور یہ
 کال سننے ہی عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں ۔ کیونکہ عمران کا آئیڈیا
 درست نکلا تھا ۔ اسے اپنا تک خیال آیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ تعاقب
 کرنے والا انہیں نہ پا کر کسی کو ٹرانسمیٹر کال کرے اس لئے اس
 نے جزیل فریکوئنسی اوپن کی تھی ۔

”یس — ایس اینڈ لگ ادور —“ دوسری طرف سے
 ایک اجنبی آواز سنانی دی ۔ اور عمران نے ہونٹ پیچھ لئے ۔ کیونکہ اس
 کا خیال تھا کہ شاید شاگل دوسری طرف سے کال اینڈ لگے گا ۔ اور
 گو کہ شاگل کا نام بھی ایس سے شروع ہوتا تھا لیکن دوسری طرف سے
 بولنے والے کا لہجہ اور آواز قطعاً اجنبی تھی ۔

”فرم کا میجر اپنی رہائش گاہ پر ٹھیک پہنچ گیا ہے اور میں وہیں
 آپ کی طرف سے کال کے انتظار میں رک گیا ۔ لیکن ابھی میجر کی
 رہائش گاہ سے دو کارین باہر آئی ہیں ۔ وہ شاید پہلے سے اندر
 تھیں ۔ اور ان میں سے ایک کار میں عمران موجود تھا ۔ جبکہ دوسری
 کار میں ایک غیر ملکی عورت اور ایک مقامی آدمی تھا اور —“ جوئی

نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔

گو اس نے اپنی طرف سے کوڈ میں بات کی تھی لیکن اس کا کوڈ ہی
 اس قدر واضح تھا کہ عمران کو اس بجگہ نہ کوڈ پر بے اختیار مہنسی آ
 گئی ۔

”جوئی — میں رابرٹ بول رہا ہوں ۔ یہ کہاں ہیں اب ادور —“
 اپنا تک شاگل کی آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی ۔ اور عمران یہ آواز سننے
 ہی بڑی طرح اچھل پڑا ۔

”میں نے ان کے تعاقب کی کوشش کی لیکن میں اپنی کار کا لوٹی
 سے باہر یاد کر کے گیا تھا ۔ کیونکہ کار چیک ہو سکتی تھی ۔ اس لئے
 جب میں واپس اپنی کار تک پہنچا اور انہیں تلاش کرنے لگا لیکن وہ
 غائب ہو چکے تھے اور —“ جوئی کی آواز سنانی دی ۔

”اوہ — تم فوراً وہاں سے نکل جاؤ ۔ اس کا مطلب ہے ۔ ہمارا
 سراغ لگا لیا گیا ہے ۔ اب رقم کی پرواہ مت کرو اور منصوبے کے
 مطابق واپسی کا پروگرام بناؤ ۔ میں ایس کو بھی واپس بھیج رہا ہوں ۔
 اور اینڈ آل —“ شاگل کی تجنی جوئی آواز سنانی دی ۔ اور

اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا بلب بجھا ۔ عمران نے جلدی سے
 ہاتھ بڑھا کر وہ بٹن آف کیا ۔ جس کی مدد سے اس نے جزیل فریکوئنسی
 اوپن کی تھی ۔ اور پھر جلدی سے ٹرانسمیٹر کی وہ فریکوئنسی سیٹ کرنے
 لگا ۔ جو جولیہ کی کار کے ٹرانسمیٹر کی تھی ۔ ابھی اس نے فریکوئنسی سیٹ
 کی تھی کہ بلب ایک بار پھر جل اٹھا ۔

”یس — ادور —“ عمران نے تیز ہاتھ میں ٹرانسمیٹر آن

کرتے ہوئے کہا۔
"صفر بول رہا ہوں۔ وہ اب سائینڈروڈ کر اس کرنے والا ہے۔ وہ راستے میں رک گیا تھا۔ اس لئے میں کال نہ کر سکا اور دوسری طرف سے صفر کی آواز سنائی دی۔"

"صفر۔۔۔ اسے فوراً روک کر قابو کر دو۔ اور پھر اسے ادھر میری طرف لے آؤ۔ اب یہ ضروری ہو گیا ہے۔ جلدی۔ فوراً۔ اور اینڈ آں۔" عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر آیا۔

اسے اب کم از کم اتنا اطمینان ہو گیا تھا کہ شاگل ابھی دارالحکومت میں ہی ہے۔ اور اب اسے فائل کی واپسی کی امید لگ گئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دور سے جولیا کی کال آتی ہوئی دیکھی۔ اور عمران نے آگے بڑھ کر ہاتھ کا اشارہ کیا اور جولیا کی کار عمران کی طرف ہی مڑ آئی۔ عمران نے انہیں یہاں اس لئے بلوایا تھا کہ یہ جگہ مین روڈ کی نسبت پوچھ گچھ کے لئے زیادہ مناسب تھی اور ٹریفک نام کو بھی نہ تھی۔

جولیا کی کار اس کی کار کے قریب آ کر دی اور پھر جولیا اور صفر نیچے اتر آئے۔ صفر نے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر ایک فوجی کو باہر کھینٹ لیا۔ وہ بے ہوش تھا۔ اور اس کے سر پر بھرا ہوا گومر بتا رہا تھا کہ اسے سر پر ضرب لگا کر بے ہوش کیا گیا ہے۔ یہ میک اپ میں تھا۔ کیونکہ یہ جوئی کی اصل شکل نہ تھی اور عمران کی تیز نظروں نے میک اپ بھی چیک کر لیا تھا۔

"شاگل۔۔۔ کال۔ کیا مطلب۔ تم کون ہو؟" جوئی نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ پھر ایسے ہی ہسی۔" عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے کان کی لوچکی میں پکڑی اور پھر اسے مخصوص انداز میں مروڑنے لگا۔ دوسرے لمحے جوئی کے حلق سے اس قدر تیز اور بھیاںک چیخ نکلی جیسے اسے ہزاروں کند چھریوں سے ذبح کیا جا رہا ہو۔

اسے اٹھا کر ادھر جھنڈ میں لے آؤ۔ اور جولیا۔ تم یہاں رک کر خیال رکھو۔ کوئی مداخلت نہ ہو۔" عمران نے تیز بچھے میں کہا۔ اور درختوں کے جھنڈ کے اندر گھستا چلا گیا۔ صفر جوئی کو اٹھانے اس کے پیچھے تھا۔ ایک خالی جگہ پر عمران نے اسے لٹانے کا اشارہ کیا۔ اور پھر اس نے جلدی سے اپنی بلیٹ کھولی اور جوئی کو اٹھا کر اس کی کولیاں پشت پر کر کے سلیٹ سے باندھ دیں۔ صفر نے بھی اپنی بلیٹ کھولی اور اس کی دونوں ہینڈلیاں اٹھی کر کے باندھ دیں۔ اور عمران نے اسے سیدھا کم کے اس کا منہ اور ناک دونوں ٹانگوں سے دبا دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی وہ آدمی ہوش میں آ گیا۔ عمران اب اس آدمی کے ساتھ ہی اکڑوں بیٹھ گیا تھا۔ اس آدمی کی آنکھیں کھلتے ہی جیسے ہی اس کی نظریں عمران کے چہرے پر پڑیں وہ جرمی طرح چونک پڑا۔

"جوئی۔ تم مجھے ابھی طرح جانتے ہو۔ اس لئے اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو فوراً بتا دو کہ شاگل کو تم نے کال کہاں کی تھی۔" عمران نے سرد بچھے میں کہا۔

"شاگل۔۔۔ کال۔ کیا مطلب۔ تم کون ہو؟" جوئی نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ پھر ایسے ہی ہسی۔" عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے کان کی لوچکی میں پکڑی اور پھر اسے مخصوص انداز میں مروڑنے لگا۔ دوسرے لمحے جوئی کے حلق سے اس قدر تیز اور بھیاںک چیخ نکلی جیسے اسے ہزاروں کند چھریوں سے ذبح کیا جا رہا ہو۔

عمران نے پھر اسی طرح کان کی لو کو مخصوص انداز میں موڑا۔ اور اس بار جونی کے حلق سے اس قدر خوف ناک چیخ نکلی کہ جو لیا اور صفہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

”مجھے نہیں معلوم۔“ شکر کو معلوم ہوگا۔ مجھے نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم۔“ جونی نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں بار بار یہ فقرہ دہرایا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آواز ڈوب گئی۔ وہ تکلیف کی بے پناہ شدت سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ عمران نے اس کا کان چھو کر دوبارہ اس کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیئے۔ اور چند لمحوں بعد جونی پھر ہوش میں آ گیا۔

”سنو۔ آخری بار کہہ رہا ہوں۔ کہ سب کچھ سچ سچ بتا دو۔“ عمران نے غرات سے ہونے کہا۔

”مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم۔“ شکر کو معلوم ہے۔“ جونی نے برسی طرح کراہتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ لاشور سی طور پر بول رہا ہو۔ اور اس کے اس طرح بولنے سے عمران کو بھی یقین آ گیا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔

”اچھا۔ وہ فریکوئنسی بتاؤ۔ جس پر تم نے ابھی شکر کو کال کیا تھا۔“ عمران نے کہا۔ اور جواب میں جونی نے فریکوئنسی بتا دی۔ اور عمران کا ہاتھ گھوما۔ اور جونی کی کینٹی پراس کی انجلی کا کاپک پوری قوت سے پڑا۔ اور جونی ایک بار پھر ہوش کی دادی سے نکل کر بے ہوشی کی دلدل میں دھنسا چلا گیا۔

عمران تیزی سے اٹھا اور دوڑنا جوا اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

اسی لمحے جو لیا بھی دوڑتی ہوئی ان کی طرف آئی۔
”کیا ہوا۔ کیا ہوا۔“ جو لیا نے بڑے متوش بہجے میں کہا۔

”کچھ نہیں۔ ذرا جونی صاحب کے کان کی مالتش کر رہا ہوں۔ مجھے ان کی کمزوری کا بہت پہلے سے علم ہے۔ کچھ نہیں میں ان کے استاد انہیں اس طرح کان سے پکڑ کر جوتے مارتے تھے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے چنگی کو ایک بار پھر مخصوص انداز میں مروڑ دیا۔ اور اس بار جونی کے حلق سے پہلے سے زیادہ تیز اور خوف ناک چیخ نکلی اور اس کا بندھا ہوا جسم بڑی طرح پھٹکنے لگا۔ عمران اپنی حرکت مسلسل دہراتا رہا اور جونی کے حلق سے اب مسلسل چیخیں نکلتی گئیں۔ اس کا پورا جسم بڑی طرح پھٹک رہا تھا۔ اور پھر اس قدر مرغ ہو گیا تھا کہ پہچانا نہ جا رہا تھا۔ اس کے جسم سے پسینہ پانی کی طرح بہنے لگا تھا۔

”بب۔ بب۔ بتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔“ چند لمحوں بعد ہی جونی نے گھٹکیا تے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بتاشا گل کہاں ہے۔“ عمران نے اس کا کان چھوڑے بغیر پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ میں نے تو شکر کو کال کی تھی۔ اور باس رابرٹ بول پڑا تھا۔“ جونی نے پہلے کی طرح گھٹکیا تے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں شاگل کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ جلد ہی بتاؤ۔ ورنہ“

دونوں ٹانگیں زخمی ہیں اور میں کارڈ ڈیا ہو نہیں کر سکتا۔ میں اس وقت
آفسر ڈکالونی سے مشرق کی طرف پہلے سائیڈ روڈ پر موجود ہوں۔ یہاں
ٹرینک بالکل نہیں ہے اور۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ وہیں رکو۔ میں خود آ رہا ہوں۔ خیال رکھنا۔ عمران کو
میرے آنے تک ہوش میں نہ آنے دینا۔ باس شاگل اس سے
انتہائی خوفزدہ رہتا ہے۔ اب اس کا خاتمہ کر کے میں اسے بتاؤں
گے کہ ہم میں کتنی صلاحیتیں ہیں اور۔۔۔“ شنکر نے مسرت سے
بھرپور ہلچے میں کہا۔

”باس شاگل بھی تو ظاہر ہے آپ کے ساتھ ہیں پھر اور۔۔۔“
عمران نے جان بوجھ کر فقرہ ادھور اچھوڑ دیا۔

”جب ہتھارسی پہلی کال آئی تھی۔ اس وقت تو تھے۔ لیکن اب نہیں
ہیں۔ وہ مال لے کر فوراً نکل گئے ہیں۔ اور اب تک تو ان کا بکری چہان
پاکیشیا کی حدود سے نکل کر بین الاقوامی حدود میں پہنچ چکا ہو گا۔ اور
اب ان کا مخصوص جہلی کا پٹر انہیں آسانی سے واپس لے جائے گا۔
ورنہ شائد وہ اب تک واپس ہیڈ کوارٹر پہنچ بھی چکے ہیں۔ میرا انتظار
نہیں آ رہا ہوں۔ اور اینڈ آف۔۔۔“ دوسری طرف سے

شنکر نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا بلب بجھ گیا۔ عمران
نے ماتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ لیکن اس کے ہونٹ سختی
سے پھٹے ہوئے تھے۔ شنکر کی بات سن کر اسے معلوم ہو گیا تھا کہ
اٹل پاکیشیا سے نکل کر کافرستان پہنچ چکی ہے۔ عمران کے
نہ نظر سے یہ انتہائی خطرناک بات تھی۔ اس نے کار سے باہر

کار میں بیٹھ کر اس نے سبکی کی سی تیزی سے کار کے ٹرانسمیٹر پر
دبی فریکوئنسی سیٹ کی۔ جو جونی نے بتائی تھی۔ اور پھر ٹرانسمیٹر
آن کر دیا۔

”جونی کا لنگ اور۔۔۔“ عمران نے جونی کی آواز اور لہجہ
بناتے ہوئے بار بار دہرائے شروع کر دیا۔

”یس۔۔۔ ایس اینڈنگ اور۔۔۔“ چند لمحوں بعد وہی
اجنبی آواز ٹرانسمیٹر سے برآمد ہوئی۔ اور عمران سمجھ گیا کہ یہی شنکر
ہے۔ کیونکہ ایس شنکر کے لفظ کا بھی پہلا حرف بنتا تھا اور شاگل کا
بھی۔ لیکن شاگل کی آواز وہ پہچانتا تھا۔

”باس۔ میں نے عمران کو تلاش بھی کر لیا ہے اور اسے ہوش
بھی کر دیا ہے۔ لیکن میں خود بھی شدید زخمی ہو گیا ہوں مجھ سے کار
ڈیا ہو نہیں سکتی۔ آپ فوراً آجائیں باس اور۔۔۔“ عمران نے
کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی ہلکی کہیں بھی شامل تھیں وہ دراصل اس
طرح شنکر کو اپنے زخمی ہونے کا تاثر دینا چاہتا تھا۔

”اوہ۔ کہاں سے بول رہے ہو۔ جلدی بتاؤ اور۔۔۔“ عمران کی
توقع کے عین مطابق دوسری طرف سے شنکر نے چیخ کر جوش
بھرے لہجے میں پوچھا۔

”باس۔ میں ایک بائی روڈ پر ہوں تو مجھے عمران کی کار نظر آ گئی۔ اور
پھر شدید جدوجہد کے بعد میں اسے روکنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن
عمران نے مجھ پر حملہ کر دیا اور شائد وہ مجھے مارے گا کہ اتفاق سے اس کا
پیر ہسپل گیا۔ اور میں اسے مار لینے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن میری

نکلنے کی بجائے کارڈسٹارٹ کی اور اسے گھما کر تیزی سے اس طرف لے جانے لگا جہاں جونی کے ساتھ صفدر اور جولیا کھڑے ہوئے تھے۔

”جولیا۔۔۔ اس کا پاس شکریہ کا رہا ہے۔ اس سے مجھے انتہائی اہم اطلاع ملی ہے۔ اس لئے میں جا رہا ہوں۔ تم اس شکریہ کو بھی کوہ کر لینا۔ اور پھر ان دونوں کو دانش منزل پہنچا کر چیف کو رپورٹ دے دینا۔“ عمران نے کھڑکی سے سر باہر نکالتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی جواب دیتا عمران نے زوردار جھٹکے سے کارموڈی اور دوسرے لمحے اس کی کار ہوا سے بھی زیادہ تیز رفتار سی سے سڑک کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ اس نے آفیسر نکا کو فی دالی سڑک کی طرف جانے کی بجائے مخالف راستہ اختیار کیا۔ اور پھر وہ انتہائی تیز رفتار سی سے کار چلا تا ہوا سر سلطان کی رہائش گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو کی فریکوئنسی سیٹ کی اور بیٹن وادیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ عمران کا لنک اودر۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہنا شروع کر دیا۔

”ایکسٹو اودر۔۔۔ چند لمحوں بعد بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔“

”عمران بول رہا ہوں جناب۔۔۔ شاگل وزارت دفاع سے انتہائی اہم ترین فائل لے کر پاکیشیا سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس کے دو آدمی البتہ قابو میں آگئے ہیں۔ میں

نے جولیا کو ہدایت کر دی ہے۔ وہ انہیں دانش منزل پہنچا دے گی۔ میں اس فائل کے سلسلے میں چند وضاحتوں کے لئے سر سلطان کے پاس جا رہا ہوں۔ آپ ٹیم کو کافرستان میں مہنگامی مشن کے لئے گنسل دے دیں۔ بعد میں تفصیلی بات ہوگی اودر اینڈ آل۔“ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے جان بوجھ کر اس طرح بات کی تھی کہ اگر ٹرانسمیٹر کال پیج ہو جائے۔ تو یہی سمجھا جائے کہ عمران ایکسٹو کو رپورٹ دے رہا ہے کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ جولیا کی کار میں وہی فریکوئنسی نہ ایڈجسٹ ہو۔ اس طرح کال دیاں بھی رسیب ہو سکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار مختلف سڑکوں پر گھومتی ہوئی سر سلطان کی رہائش گاہ کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ گیٹ پر موجود حفاظتی پولیس گارڈ چونکہ اسے اچھی طرح پہچانتی تھی۔ اس لئے اس نے فوراً ہی پھاٹک کھول دیا۔ اور عمران نے کار پورچ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر دوڑتا ہوا عمارت میں داخل ہو گیا۔

اسی لمحے گیلری کا دروازہ کھول کر ملازم باہر نکلا۔ وہ حیرت سے عمران کو اس طرح دوڑتے ہوئے اندر آتا دیکھنے لگا۔

”سر سلطان کہاں ہیں۔“ عمران نے انتہائی تیز لہجے میں پوچھا۔

”اپنے کمرے میں ہیں۔ میں انہیں اطلاع کروں۔“ ملازم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن عمران اسے ایک طرف دھکیلتا ہوا تیزی سے گیلری میں داخل ہوا۔ اور

وہ خود سر سلطان کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند نہ تھا۔ اس لئے عمران نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس نے اجازت لینے یا دستک دینے کا بھی تحکف نہ کیا تھا۔

سر سلطان اپنی میز کے پیچھے رکھی ہوئی مخصوص کرسی پر بیٹھے کسی فائل کے مطالعے میں مصروف تھے۔ اس طرح دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ جُبری طرح چونکے۔ اور پھر عمران کو اس طرح اندر داخل ہوتے دیکھ کر ان کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے۔

”خیریت۔ عمران بیٹے۔“ سر سلطان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

”خیریت بالکل نہیں سر۔ بلکہ خیریت غائب سمجھ لیجئے۔ آپ فوراً مجھے معلوم کر کے بتائیے کہ شوگران نے ہمیں جو ایٹمک اسلحے سے لیس آبدوز دی ہوئی ہے۔ وہ اس وقت کہاں موجود ہے۔ اور کس پوزیشن میں ہے۔“ عمران نے کرسی پر بیٹھے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ایٹمی آبدوز۔“ کیا مطلب۔ میں تمہاری بات نہیں سمجھا۔“ سر سلطان ایٹمی آبدوز کی بات سن کر اور زیادہ بوکھلا گئے۔ اور مجبوراً عمران کو مختصر لفظوں میں شاگل کی یہاں آمد سے لے کر اسد حسین سے فائل کی کاپی حاصل کرنے اور ملک سے نکل جانے کی تفصیل بتائی پڑی۔ اور جیسے جیسے عمران بتاتا جا

رہا تھا سر سلطان کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔
”ادہ۔ تو یہ فائل دانش منزل میں جمع نہیں کرائی گئی تھی۔“

سر سلطان نے پوچھا۔

”اگر کرائی گئی ہوتی تو شاگل اتنی آسانی سے اسے کیسے حاصل کر لیت۔ یہ تو اتفاق سے جو لیا نے اسے پہچان لیا اور بات صاف ہو گئی ورنہ تو ہمیں علم ہی نہ ہوتا۔ اور شاگل واردات کر کے نکل جاتا“ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس فائل کے نکل جانے پر تمہیں یہ فائل واپس حاصل کرنی چاہیئے۔ آبدوز کی لوکیشن پوچھنے کا اس سے کیا تعلق۔“ سر سلطان نے ایک اور نقطہ پر بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ بہت گہری سازش ہے سر۔ اگر مسد صرف فائل تک محدود ہوتا۔ تو یہ کام کوئی بھی ایجنٹ کر سکتا تھا۔ میرا اندیشہ ہے کہ وہ اس فائل سے صرف اس آبدوز کی جنگی صلاحیتیں معلوم کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کے مطابق وہ اپنے اہم ترین مشن کو ایڈجسٹ کر سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس ایٹمی آبدوز کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ یا کم از کم اسے طویل عرصے کے لئے بے کار کرنے والے ہیں۔ ریکوئیکہ یہ آبدوز شوگران نے ہمیں دی ہے۔ اور اب شوگران کے صدر اہم ترین دفاعی معاہدہ کرنے پائیکیشیا آرہے ہیں۔ ان حالات میں اگر ان کی دی ہوئی آبدوز تباہ کر دی جاتی ہے یا اسے بے کار کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کی خبریں عالمی پریس میں دے دی جاتی ہیں تو یقیناً حکومت شوگران کو پائیکیشیا کی کمزور حفاظتی صلاحیتوں کا علم ہو جائے گا۔“

لیکن صدر مملکت تو غیر ملکی دورے پر ہیں۔" — عمران نے کہا۔
 اور سر سلطان نے چونک کر ڈائل کی طرف بڑھتا ہوا تاکہ پہنچ لیا۔
 ان کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار ابھرتے۔ ایسی پریشانی
 جس میں بے بسی بھی شامل تھی۔

"اوہ اوہ۔ واقعی مجھے خیال نہ آیا تھا۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔"
 سر سلطان نے انتہائی بے بس سے ہلچے میں کہا۔
 "آپ ایڈمرل صاحب کا نمبر دوبارہ دہائیے اور رسیور مجھے دے
 دیجئے۔ اب ایکٹو اس سے بات کرے گا۔" — عمران نے
 خشک ہلچے میں کہا۔

اور سر سلطان نے چونک کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور پھر تیزی
 سے نمبر گھمانے لگے۔ اور دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سننے
 ہی انہوں نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"یہی۔ اے۔ ٹو۔ ایڈمرل۔" — دوسری طرف سے ایک بھاری
 سی آواز سنائی دی۔

"ایکٹو۔ ایڈمرل سے بات کرادو۔" — عمران نے
 مخصوص ہلچے میں کہا۔

"اوہ یس۔ ہو لڈ آن کریں سر۔" — دوسری طرف سے
 اچھے آواز کے بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یس ایڈمرل۔ شیرازی اسٹیشننگ۔" — چند لمحوں بعد ایڈمرل
 کی بھاری اور باوقار آواز رسیور پر سنائی دی۔

"ایکٹو سپیکنگ۔" — عمران کا لہجہ اور زیادہ سرد ہو گیا۔

اور پر وہ کسی بھی صورت میں انتہائی اعلیٰ اور خفیہ ٹیکنالوجی کا حامل دفاعی اسلحہ
 ہمیں دینے کا معاہدہ قطعاً نہیں کریں گے۔ کیونکہ میری معلومات کے مطابق
 حکومت شوگر ان ہونے والے معاہدے کے تحت ایسا دفاعی اسلحہ
 حکومت پاکستان کے حوالے کرنے والی ہے۔ جو انتہائی اہم ترین اور
 خفیہ ٹیکنالوجی ہے۔ اور جسے وہ کسی بھی قیمت پر امریکہ یا اور دوسرے
 کو روکنا نہیں ہونے دینا چاہتے۔ کیونکہ اس طرح شوگر ان کا
 اپنا دفاع بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ — عمران کو پوری تقریر کو
 پڑی تاکہ سر سلطان کو حالات کی سنگینی کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

"اوہ۔ اوہ۔ واقعی مجھے اس بات کا خیال بھی نہ آیا تھا۔ اوہ واقعی
 تمہارا ذہن انتہائی گہرائی میں سوچتا ہے۔" — سر سلطان عمران
 کی بات سن کر بڑی طرح بوکھلا گئے۔ اور انہوں نے جلدی سے
 ٹیل فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر
 دیئے۔ وہ وزارت دفاع کے سیکرٹری سے بات کرنا چاہتے تھے۔
 تاکہ ان سے عمران کی مطلوبہ معلومات حاصل کر سکیں۔ لیکن سیکرٹری
 دفاع موجود نہ تھے۔ اور نہ صرف موجود نہ تھے بلکہ وہ سبھی چٹی پر
 تھے۔ اور اپنی زمینوں پر گئے ہوئے تھے۔

سر سلطان نے بکریہ کے ایڈمرل سے بات کی۔ لیکن بکریہ
 کے ایڈمرل نے انہیں بغیر سیکرٹری کی اجازت کے معلومات دینے
 سے انکار کر دیا۔

"اوہ۔ مجھے صدر مملکت سے بات کرنا پڑے گی۔" — سر
 سلطان نے انتہائی غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

تھی۔ — عمران نے سر دبچے میں کہا۔
 "یس سر۔ میں جانتا ہوں سر۔ تھینک یو سر۔" ایڈمرل
 کی آواز میں لڑش اب پوری طرح نمایاں ہو گئی تھی۔
 "ہماری بحریہ کے پاس کتنی ایٹمی آبدوزیں ہیں۔" عمران نے
 اصل مطلب پر آتے ہوئے کہا۔
 "صرف دو ہیں سر۔ ان میں سے ایک تو ایکویمیا سے حاصل کی
 گئی ہے اور دوسری شوگران سے سر۔" ایڈمرل نے غوما
 بی جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "ایکس مقررٹی بھری شوگران والی آبدوز کا کوڈ نمبر ہے۔" عمران
 نے کہا۔

"ادہ۔ یس سر۔ بالکل سر۔ لیکن سر یہ کوڈ تو انتہائی خفیہ ہے۔
 پھر آپ کو۔" ایڈمرل حیرت اور بوکھلاہٹ میں کہہ تو گیا
 لیکن پھر شاید اسے خیال آ گیا کہ وہ بات سیکورٹ سر دس کے
 چیف سے کہ رہا ہے اس لئے وہ فقرہ مکمل کئے بغیر ہی خاموش
 ہو گیا۔

"سوچ سمجھ کر بات کیا کیجیے۔ میرے لئے ایسی بات خفیہ نہیں
 ہوتی۔ بہر حال یہ بتائیں کہ ایکس مقررٹی بھری اس وقت کہاں موجود
 ہے۔ اور کس پوزیشن میں ہے۔" عمران نے اس بار پہلے سے
 زیادہ سخت پہچے میں کہا۔

"ایکس مقررٹی بھری سر اس وقت کا فرستان کی سرحد کے قریب
 موجود ہے۔ وہ دماں ایک مخصوص جگہ مشرق میں حصہ لے رہی

ہے سر۔" ایڈمرل شیرازی نے اس بار قدرے نرم
 اور مودبانہ پہچے میں کہا۔
 "سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان نے ابھی مجھے رپورٹ
 دی ہے کہ آپ نے انہیں ایٹمی آبدوز کے بارے میں تفصیلات
 دینے سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ میں نے انہیں یہ ہدایات حاصل
 کرنے کی ہدایت کی تھی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ میں براہ راست بات
 کروں۔" عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"ادہ سر۔ دراصل ضابطے کے مطابق میں سرکاری طور پر ایسی
 معلومات وزارت دفاع کے سیکرٹری صاحب کے علاوہ کسی کو
 براہ راست نہیں دے سکتا سر۔ اس لئے مجبوری تھی۔ ویسے جناب
 سر سلطان صاحب نے آپ کا حوالہ نہ دیا تھا۔ کیونکہ آپ کے
 معاملے میں تو سرکاری ضابطے خود بخود ماحصل ہو جاتے ہیں سر۔
 آئی۔ ایم۔ سورسی سر۔" ایڈمرل نے انتہائی معذرت خواہ
 پہچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو سر سلطان صاحب نے آپ کو میرا حوالہ نہ دیا تھا۔
 عمران نے سامنے بیٹھے ہوئے سر سلطان کو آنکھ مارتے ہوئے کہا
 "نہیں سر۔ ورنہ سر کیا مجال تھی کہ میں انکار کر سکتا سر۔
 ایڈمرل نے جواب دیا۔

"اور کے۔ آپ کی معذرت قبول کر لیتا ہوں۔ ورنہ آپ کو
 معلوم ہے کہ میں ایسے معاملات میں معذرتیں قبول کرنے کا عادی
 نہیں ہوں اور آپ کو اس انکار کی انتہائی سخت منرا دی جاسکتی

ہے۔ ایڈمرل نے کہا اور عمران اس کی بات سن کر بڑی طرح جو جھک پڑا۔

”وہ کب سے وہاں موجود ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”گزشتہ تین دنوں سے۔ وہ کل واپس آجائے گی۔“

ایڈمرل نے جواب دیا۔

”اس جنگی مشق میں آبدوز کے ساتھ اور کون کون سی چیز شامل

ہے؟“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

”صرف آبدوز ہے۔ یہ انتہائی خفیہ جنگی مشق ہے۔ اور

اس کے لئے صدر مملکت سے خصوصی اجازت حاصل کی گئی ہے۔“

ایڈمرل نے جواب دیا۔

”پوری تفصیل بتائیے کہ یہ کیا مشق ہے۔ میں نے پوری تفصیل

کے الفاظ کہے ہیں۔“ عمران کا لہجہ انتہائی سخت ہو گیا۔

”اوہ سر۔ آپ کو تو تفصیل بتانی پڑے گی۔ کافرستان نے

حال ہی میں اپنے دفاع کے لئے گریٹ لینڈ کی مدد سے انتہائی

خفیہ طور پر انتہائی جدید ترین میکنا لوجی کی حامل بارودی سرنگیں اپنی

حدود میں سمندر کی تہہ میں بکھائی ہیں۔ یہ بارودی سرنگیں نہ صرف

کافرستان کے لئے انتہائی مضبوط دفاعی بھاری ہتھیار ہیں بلکہ ان کی مدد

سے وہ اپنی حدود میں رہتے ہوئے ہماری بحریہ کے جنگی جہازوں

اور آبدوزوں کو بھی ہٹ کر کے ہمارے بحری دفاع کو قطعاً مفلوج

کر سکتا ہے۔ گو کہ کافرستان نے یہ منصوبہ انتہائی خفیہ رکھا تھا۔

لیکن ہمیں بہ حال اس کی اطلاع مل گئی۔ چنانچہ ہم نے ان بارودی

سرنگوں کی جنگی صلاحیتوں اور ان کی کارکردگی کو چیک کرنے کے لئے

ایکس تھریٹی تھری کو دہائی خفیہ طور پر بھیجا ہے۔ کیونکہ ایکس تھریٹی تھری

میں ایسی شینری موجود ہے جو اس قسم کی بارودی سرنگوں کی صلاحیتوں

کو چیک کر سکتی ہے۔ اور میرے پاس تازہ ترین جوڈ پورٹ ایکس تھریٹی

تھری سے پہنچی ہے۔ اس کے مطابق ایکس تھریٹی تھری کا میانی سے

اپنا مشن مکمل کر رہی ہے۔ بلکہ مشن تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ اس لئے

وہ کل رات واپس آجائے گی۔“ ایڈمرل نے تفصیل بتاتے

ہوئے کہا۔

”ایکس تھریٹی تھری کی کافرستان کی حدود کے قریب موجودگی

کا کس کس کو علم ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”سوائے چند خاص لوگوں کے اور کسی کو علم نہیں ہے۔ یہ ٹاپ

سیکریٹ مشن ہے۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

”کیا ایسا ممکن ہے کہ کافرستان بحریہ کو اس کی موجودگی کا علم ہو

جائے اور وہ اسے تباہ کر دیں یا بے کار کر دیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”نوسر۔ موجودگی کا تو علم ہو سکتا ہے۔ لیکن اس آبدوز میں ایسی

جدید ترین ٹیکنالوجی موجود ہے کہ اسے تباہ کرنے یا بیکار کرنے کی

صلاحیت ابھی کافرستان بحریہ کے پاس موجود نہیں ہے۔“

ایڈمرل نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ تھینک یو۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ

ہی اس نے ہاتھ بٹھا کر رسیور رکھ دیا۔

”اس کی فائل یہاں سے اڑانے سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ انہیں

قیاس لگتی ہے۔ اس طرح وہ نہ صرف اپنی بارود سی سرنگوں کی صلاحیتوں کو بھی ادب ہونے سے بچالیں گے۔ بلکہ روسیہ یا ایگریمیا کو یہ ٹیکنالوجی دے کر ان سے کوئی بڑا فائدہ اٹھالیں گے۔ اور پاکیشیا اور شوگران کے درمیان ہونے والے آئندہ دفاعی معاہدے کو بھی ختم کر کے پاکیشیا کو شدید ترین نقصان پہنچا سکیں گے۔ عمران نے سر ملٹے ہوئے کہا۔

”ادہ واقعی تہار اتجوزہ درست ہے۔ تو اب کیا کیا جائے“

سر سلطان نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

”اس کا فوری طور پر تو یہی حل ہے کہ اس آبدوز کو فوری طور پر واپس منگو لیا جائے۔ اس طرح وہ اغوا ہونے سے بچ جائے گی۔ اور پھر اس فائل کو بھی فوری طور پر واپس حاصل کیا جائے۔ اس سے پہلے کہ یہ فائل جنگی ماہرین کے ہاتھ آئے۔“ عمران نے کہا۔

”اچھا تو میں صدر مملکت سے بات کر دوں۔ کیونکہ آبدوز کی فوری واپسی کے احکامات تو وہی دے سکتے ہیں۔“ سر سلطان نے کہا۔

”آپ پھر بھول گئے ہیں۔ صدر مملکت تو غیر ملکی دورے پر ہیں۔“

عمران نے کہا۔

”ادہ ہاں۔ سب نے میرے دماغ کو کیا جو گیا ہے۔ اب کیا ہوگا“

سر سلطان واقعی بری طرح پریشان ہو گئے۔

”اس قدر پریشانی کی ضرورت نہیں۔ ایکسٹو تو امرت دھارا

ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں سہم مرض کی دوا۔ آپ ایسا کریں کہ پرنڈیٹنٹ

ہاؤس فون کر کے انہیں کہیں کہ ایک انتہائی اہم ترین مسئلہ پر ایکسٹو

اس کی موجودگی کا علم ہو چکا ہے۔“ سر سلطان نے عمران کے رسیور رکھتے ہی کہا۔ کیونکہ لاؤڈر کی مدد سے وہ عمران اور ایڈمرل کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سن رہے تھے۔

”جی ہاں۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ان کا فائل حاصل کرنے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ اور فائل بھی وہ فوری طور پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے شاگلی خود آیا ہے۔ اس فائل میں تو اس آبدوز کی جنگی صلاحیتوں کی تفصیلات ہی ہو سکتی ہیں۔ اس کی جدید ترین ٹیکنالوجی کی تفصیلات تو نہیں ہو سکتیں۔“ عمران نے ہونٹ دبلتے ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں وہ یہ چیک کرنا چاہتے ہوں گے کہ کیا یہ آبدوز ان کی ان بارود سی سرنگوں کی کارکردگی اور جنگی صلاحیتوں کو چیک بھی کر سکتی ہے یا نہیں۔“ سر سلطان نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

”ہاں۔ ایڈمرل صاحب کی باتوں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن مجھے خدشہ ہے کہ معاملہ اتنا سیدھا سا دھانہ ہوگا۔ اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ لوگ اس آبدوز کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اگر واقعی وہ تباہ یا بیکار نہ کر سکے تو پھر یقیناً وہ اسے اغوا کر لیں گے اور اس کے بعد اس کی جدید ترین ٹیکنالوجی حاصل کر کے اسے ایگریمیا یا روسیہ کو سپلائی کر کے شوگران اور پاکیشیا کے درمیان ہمیشہ کے لئے ایسی ٹیکنالوجی کے معاہدے کی راہ مسدود کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور مجھے اغوا والی بات زیادہ قرین

ہوں۔ آپ ان سے مزید بات کر لیں۔“ صدر مملکت نے انتہائی پریشانی سے کہا۔

”جناب یہ میرا فرض ہے کہ میں پاکستیا کے مفادات کے لئے ہر ہتھیار پر نظر رکھوں۔ آپ آدرزدے دیں تاکہ ادھر سے اطمینان ہونے پر میں فائل کی واپسی کا مشن شروع کر دوں۔“ عمران نے کہا۔

پھر صدر مملکت کے اصرار کے کہنے پر رسیور کھ دیا۔

”ایکسٹو کا عہدہ تو واقعی امرت دھاوا ہے۔ ورنہ صدر مملکت تو قیامت آجاتی تب بھی ان حالات میں کال رسیور نہ کرتے۔“ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بس یہ امرت دھاوا صرف آپ پر اثر نہیں کرتا۔ یہاں پہنچ کر اس کی ساری خصوصیات فیل ہو جاتی ہیں۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور سر سلطان بے اختیار تھکھار مار کر منہ پڑے۔

”اب آپ امرت دھاوا لے کر چلنے کے دھاوے میں بہائیں گے یا امرت دھاوا بے چارہ بس امرت ہی ٹپکاتا رہ جائے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ ہاں۔ دراصل ایک تو مہتابی اچانک آمد دھاوا خیز تھی۔ دوسرے نم لے آتے ہی ایسی خبریں سنائیں کہ مجھے خیال ہی نہ رہا۔“ سر سلطان نے کہا اور تیزی سے میز کے کنارے پر موجود بن دبا دیا۔ دوسرے لمحے دردناک کھلا اور ملائم اندر داخل ہوا۔

”کافی بنا لاؤ۔“ سر سلطان نے ملازم سے مخاطب ہو کر کہا اور ملازم سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر اس نے ایڈمرل کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

سر سلطان نے جب اس کے نمبر گھمائے تھے۔ تو دھنیر چیک کر چکا تھا۔

”پنی۔ اے۔ ٹو ایڈمرل۔“ دوسری طرف سے پنی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

”ایکسٹو۔ بات کر آؤ۔“ عمران نے انتہائی باوقار لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ ہولڈ آن سر۔“ پنی۔ اے نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ میں شیرازی بول رہا ہوں سر۔“ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایڈمرل کی آواز سنائی دی لیکن عمران اس کا لہجہ سن کر بڑی طرح چونک پڑا۔ کیونکہ ایڈمرل کے لہجے میں شدید پریشانی اور ذہنی الجھن نمایاں تھی۔ جسے وہ شاید زبردستی دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”جناب صدر نے آپ کو ایس تھری ٹی تھری کے بارے میں کوئی حکم دیا ہے۔“ عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔ اس کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ایڈمرل کے پاس کوئی بری خبر موجود ہے۔

اور ظاہر ہے یہ بری خبر آبدوز کے بارے میں ہی ہو سکتی ہے۔

”یس سر۔۔۔ اور میں نے ایک تقری تقری کے کپتان آصف کو فوری واپسی کا حکم دے دیا تھا۔ لیکن ابھی آپ کے فون آنے سے ایک لمحہ قبل رپورٹ آتی ہے کہ ایکس تقری تقری سے ہیڈ کوارٹر کا رابطہ اچانک ختم ہو گیا ہے۔ میں نے ہیڈ کوارٹر کو فوری تحقیقات کا حکم دیا ہے سر۔ شاید یہ کسی فنی خرابی کی وجہ سے ہوا ہے۔“ ایڈمرل نے گہرائے ہونے بلچے میں کہا۔

”اوہ۔ فوری معلوم کرو۔ میں ہولڈ کر رہا ہوں۔“ عمران نے انتہائی تیز بلچے میں کہا۔

”ابھی رپورٹ مل جاتی ہے جناب۔ لیکن جناب ایکس تقری تقری کسی صورت اغوا نہیں ہو سکتی۔ اس پر باہر سے قابو ہی نہیں پایا جاسکتا۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

”باہر سے نہیں تو اندر سے تو ہو سکتا ہے۔“ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”اوہ سر۔ رپورٹ آ رہی ہے سر۔ ایک منٹ ہولڈ آن کریں سر۔“ ایڈمرل نے اچانک تیز بلچے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی لائن پر سکوت چھا گیا۔ شاید ایڈمرل رسیور رکھ کر خود کہیں چلا گیا تھا۔

”میرا غدشہ درست نکلا۔“ عمران نے رسیور کے ماؤنڈ پر ہاتھ رکھتے ہوئے سر سلطان نے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوہ۔ اگر ایسا ہو گیا ہے تو یہ تو انتہائی خوف ناک صورت حال ہے۔“

سر سلطان کا چہرہ شدید ترین پریشانی کی وجہ سے سبھ ہونے کے قریب ہو گیا تھا۔

”ہیلو سر۔ رپورٹ مل گئی ہے۔ ایکس تقری تقری اغوا نہیں ہوئی سر۔ اس کے اندر ایک فنی خرابی ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سمندر کی تہ میں بیٹھ گئی ہے۔ اب وہ اوپر نہیں اٹھ رہی۔ اور ساتھ ہی مخصوص مواصلاتی رابطہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ لیکن ہیڈ کوارٹر سے ریڈیو لہروں کی مدد سے اس کا سراغ لگایا گیا ہے۔ اپیشل ریڈیو دائرہ لیس کے ذریعے کیپٹن آصف سے بات ہو گئی ہے۔ اس نے خرابی کی تفصیلات بتائی ہیں۔ اب ہیڈ کوارٹر سے ہدایات دے کر اس خرابی کو دور کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔“ اس بار ایڈمرل کا لہجہ نارمل تھا۔

”اس خرابی کو دور ہونے میں کتنی دیر لگے گی۔“ عمران نے پوچھا۔

”چند گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے جناب۔ بہر حال پریشانی کی کوئی بات نہیں۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

”کیا دوسری آبدوز کے ذریعے اس تک پہنچا جاسکتا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ سر۔ دوسری آبدوز تو جزل اور ڈالنگ کے لئے خصوصی ورکشاپ میں ہے۔ وہ تو دو تین روز بعد ہی کام کر سکے گی۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

”اچھا۔ جس جگہ یہ آبدوز موجود ہے۔ اس کی تفصیلی لوکیشن بتائیں۔“

تو عمران نے اور کے کہہ کر کہ ٹیل دبا دیا۔

”کیا تم خود جاؤ گے؟“ سر سلطان نے کہا۔

دیکھیں کیا جو نام ہے۔ ویسے مجھے خدشہ ہے کہ یہ اچانک

فنی خرابی جان بوجھ کر پیدا کی گئی ہے۔“ عمران نے کہا۔

اور ساتھ ہی اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کر کے شروع کر دیئے۔

”ایک ٹو۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے

بلیک زبرہ کی آواز سنائی دی۔

”میں عمران بول رہا ہوں طاہر۔ وہ دونوں آدمی پہنچ گئے۔“

عمران نے خشک ہلچے میں پوچھا۔

”پہنچ تو گئے عمران صاحب۔ لیکن ان میں سے ایک ختم ہو گیا۔

وہ شدید زخمی تھا۔ صدر بھی زخمی ہوا ہے۔ لیکن زیادہ نہیں۔ جب کہ

دوسرا اٹھیک ہے۔“ بلیک زبرہ نے اس بار اپنے اصل

ہلچے میں جواب دیا۔

”وہ تو ویسے ہی بے کار ہے۔ بہر حال میں خود آ رہا ہوں۔“

عمران نے کہا۔ اور ریسور کر رکھ دیا۔ اس دوران وہ چائے بھی پیتا رہا تھا۔

کیونکہ ملازم درمیان میں چائے رکھ گیا تھا۔

”اب مجھے اجازت چائے کا بہت شکریہ۔“ عمران نے

کوسے اٹھتے ہوئے کہا۔

”مجھے کچھ تفصیل تو اپنے پروگرام کی بتا دو۔ شاید صدر مملکت

اس بارے میں کوئی بات پوچھیں۔“ سر سلطان نے

کہا۔

اور پشیل دائرہ لیس کوڈ نمبر بھی بتائیں۔ میرا نمائندہ کیپٹن آصف سے

خود بات کرے گا۔ اور سیں۔ آپ کیپٹن آصف کو کاش دے دیں۔

کہ جب بھی میرا نمائندہ اس سے رابطہ کرے۔ اس نے اس

کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔“ عمران

نے تیز اور شکام نہ ہلچے میں کہا۔

”سر۔ آپ کا نمائندہ کیا دہاں جائے گا۔ لیکن سر۔“

ایڈمرل نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

”سوالات مت کریں۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کریں۔“ عمران

نے جواب میں اسے بری طرح جھڑک دیا۔

”اوہ۔ سواری سر۔ وہ۔“ ایڈمرل نے فوراً ہی معذرت

بھرے ہلچے میں کہا۔ حالانکہ پاکیشیا بحرہ کا سب سے اعلیٰ عہدیدار

تھا۔ لیکن ظاہر ہے ایک ٹو کے سامنے اس کی حیثیت ایک عام

ملازم کی سی تھی۔ اور پھر ایڈمرل نے تفصیل سے تمام لوکیشن بتانے

کے ساتھ ساتھ اسپیشل دائرہ لیس کوڈ بھی بتا دیا۔

”کیپٹن آصف کے ساتھ میرے نمائندے کے کا مخصوص کوڈ

برنگ لینڈ ہو گا۔ برنگ میرا نمائندہ کہے گا اور جواب میں لینڈ

کیپٹن کہے گا۔ اور کیپٹن آصف اور آپ کے علاوہ اس کوڈ کا

تیسرے آدمی کو علم نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کے جیڈ کوارٹر کو بھی

نہیں۔ اس لئے آپ نے خود کیپٹن آصف سے یہ بات کرنی

ہے۔“ عمران نے سخت ہلچے میں کہا۔

”ییس سر۔ ٹھیک ہے سر۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

”آپ انہیں بتادیں کہ ایکسٹو اس مشن پر کام کر رہا ہے۔ اور
ہاں آپ اب ڈیڑی کو کہہ دیں کہ ایکسٹو نے اپنا نمائندہ اس
میٹنگ میں بھیجنے کا فیصلہ منسوخ کر دیا ہے۔ اب وہ بے شک
چلے جائیں۔“ عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے
کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ہیلی کے کاہنٹے جیسے ہی ایک وسیع عمارت کے صحن میں
پہنچے اس میں سوار شاگل اچھل کر نیچے اترا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا
ایک سائیڈ پر کھڑی سیاہ رنگ کی کار کی طرف بڑھ گیا۔ کار کے
ساتھ بکریہ کی وردی پہنے ایک مسلح گارڈ بڑے چوکے انداز
میں کھڑا تھا۔ اس نے شاگل کے قریب آتے ہی تیزی سے
ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھول دیا۔
”کار ریڈی ہے۔ کوئی پرابلم تو نہیں۔“ شاگل نے کمرٹ
بجے میں کہا۔

”نوسر — بالکل ریڈی ہے۔“ گارڈ نے مؤدبانہ
بجے میں کہا۔

اور شاگل سر ہلاتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا دوسرے لمحے
کار ایک جھلکے سے آگے بڑھی اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ اس

"شاگل بول رہا ہوں۔ چیٹ آف سیکرٹ سر دس۔ پیراٹمنٹر صاحب سے بات کر آئیں۔" شاگل نے سخت ہلچے میں کہا۔
 "یہ سہ۔ ہولڈ آن کریں۔" دوسری طرف سے مودبانہ ہلچے میں کہا گیا اور شاگل خاموش ہو گیا۔

"ہیلو۔" چند لمحوں بعد ہی رسیور پر وزیراعظم کا فرستان کی یادگار آواز سنائی دی۔
 "سر۔ شاگل بول رہا ہوں اپنے ہیڈ کوارٹر سے۔" شاگل نے فوراً ہی مودبانہ ہلچے میں کہا۔

"میں نے کئی بار آپ کو کال کیا۔ لیکن آپ سے بات نہیں ہو سکی۔" بر بار ہی بتایا گیا کہ آپ کسی خفیہ مشن پر ہیں۔ اور کسی کو کچھ بتا کر نہیں گئے۔ بہر حال ایکس ٹری ٹھہری فائل کے بارے میں آپ کے آدمیوں نے کوئی رپورٹ دی ہے۔" وزیراعظم نے تدریجاً ناخوش گوار ہلچے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ سر۔ وہ فائل اس وقت میرے پاس موجود ہے۔" شاگل نے فاسحانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "کیا مطلب۔ آپ کے پاس موجود ہے۔ میں سمجھا نہیں۔" وزیراعظم نے چونک کر پوچھا۔

"جناب۔ فائل کی اہمیت اور اس کے فوراً ہی حصول کا مسئلہ تھا۔ اس لئے خفیہ طور پر میں خود اپنے ممبر رسمیت پائرسٹیا چلا گیا سر۔ اور سر۔ میں نے وہاں سے فائل کی کاپی حاصل کی۔ اور پھر اپنے جنگی انتظامات کے تحت میں فوراً ایک مخصوص لاپسج کے ذریعے بین الاقوامی

عمارت کے پھاٹک کی طرف بڑھنے لگی۔ پھاٹک پر موجود مسلح افراد نے تیزی سے پھاٹک کھولا۔ اور باقاعدہ شاگل کو سیلوٹ کیا۔ شاگل نے ذرا سا سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور کار کو تیزی سے نکال کر مین روڈ پر پہنچ کر دائیں طرف مڑ گیا۔ اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی جا رہی تھی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد کار سیکرٹ سر دس کے ہیڈ کوارٹر کے مین گیٹ پر پہنچ کر رک گئی۔ اور شاگل نے مخصوص انداز میں مارن دیا۔ دوسرے کچے پھاٹک کھل گیا۔ اور شاگل کا رلے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے کار پورچ میں روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔

"سر۔ پیراٹمنٹر صاحب۔ کئی بار کال کر کے آپ کے متعلق پوچھ چکے ہیں۔" برآمدے میں موجود ایک نوجوان نے آگے بڑھتے ہوئے مودبانہ ہلچے میں کہا۔
 "ٹھیک ہے۔ میں بات کر لیتا ہوں۔" شاگل نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ میک اپ کا خاتمہ تو وہ میلی کاپٹر کے سفر کے دوران ہی کر چکا تھا۔ اس لئے اس وقت وہ اپنی اصل شکل میں تھا۔

مختلف راہداریوں سے گزر کر وہ اپنے مخصوص دفتر میں داخل ہوا۔ اور اس نے کمری سنبھالتے ہی میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
 "پیراٹمنٹر آفس۔" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے کہا گیا۔

سمندر میں موجود ایک مخصوص بحری جہاز تک پہنچ گیا۔ اور جب وہ بحری جہاز پاکیشیا کی راڈار چیکنگ حدود سے باہر آ گیا۔ تو میں ایک بحری جہلی کا پٹر کے ذریعے سیدھا واپس پہنچا۔ اور ابھی جہلی کا پٹر سے اتر کر اپنے جیڈ کو اڑھٹھ پہنچا ہوں تاکہ آپ سے پوچھ سکوں کہ یہ فائل کہاں پہنچانی ہے۔" شاگل نے کہا۔

"اس قدر تیز رفتار آدمی کا تو میں نے سوچا بھی نہ تھا۔ ویل ڈن مسٹر شاگل۔ آپ کی صلاحیتیں واقعی حیرت انگیز ہیں۔ آپ یہ فائل ذریعہ طور پر رامپ بلاؤس پہنچا دیں۔ رامپ بلاؤس جب آپ کا نمائندہ پہنچے گا تو وہ ویل ڈن بی۔ ایم کا کوڈ دھرائے گا۔ اسے متعلقہ آدمی تک پہنچا دیا جائے گا۔ اور وہ اس آدمی سے کوڈ پوچھ کر فائل اس کے حوالے کر دے گا۔ وہ آدمی اسے اپنا نام ریڈر دوزیتائے گا۔" پرائم منسٹر نے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ میں ابھی بھجوا دیتا ہوں۔ اور سر میں نے آپ کی ہدایات کے مطابق ویل ڈن معلومات حاصل کی ہیں۔ انٹیلی جنز میٹنگ میں پاکیشیا والے اپنا ایک سپر ٹنڈنٹ بھیج رہے ہیں۔ صرف ایک ماتحت کے ساتھ۔ حالانکہ پہلے یہ اطلاع تھی کہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان پورے وفد کے ساتھ آ رہے ہیں۔" شاگل نے کہا۔

"یس۔ ہمیں اطلاع مل چکی ہے۔ لیکن اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارا مقصد نہر حال پورہ اہو جلے گا۔ لیکن آپ نے

نے اُسی طرح میٹنگ میں شریک ہونے کے لئے آنے والے وفد کے سربراہ کو کور کرنا ہے۔" پرائم منسٹر نے کہا۔
"لیکن سر۔ وفد تو نہیں آ رہا ہے۔ صرف دو آدمی آ رہے ہیں۔" شاگل نے حیران ہو کر کہا۔

"وفد چاہے دو آدمیوں پر مشتمل ہو یا ایک ہزار پر۔ وفد ہی جوتا ہے اور ہمیں صرف سربراہ ہی مطلوب ہے۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔" پرائم منسٹر نے کہا۔
"یس سر۔ ٹھیک ہے سر۔ میں انتظامات کر لوں گا۔" شاگل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور کے۔ فائل بھجوا دیں۔ رگڑ بائی۔" پرائم منسٹر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

شاگل نے بڑے خیر خیز انداز میں دسیور دکھا۔ اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھی ہوئی فائل نکالی اور اسے ایک بار پھر غور سے دیکھنے لگا۔ عمران کے نک سے اس طرح فائل نکال کر لے آنا واقعی ایک کارنامے کی بات تھی۔ اور اسے یقین تھا کہ اب عمران سر پٹیتا ہی رہ جائے گا۔ کیونکہ اسے بہر حال فائل اڑائے جانے کی خبر تو معلوم ہو ہی گئی ہے۔ اب وہ ویل ڈن فائل ڈھونڈھتا پھرے گا۔ اسی لمحے اسے شکر اور جونی کا خیال آیا تو اس نے فائل ایک طرف رکھی اور دوبارہ دسیور اٹھا کر تیزی سے غیر ڈائل کرنے لگا۔

"یس گھگھ سپیکنگ۔" دوسری طرف سے ایک بھاری

"یس، کم ان" — شاگل نے سخت ہلچہ میں کہا۔ دروازہ کھلا اور ایک سمارٹ سا نوجوان اندر داخل ہوا۔ یہ رام چند تھا۔ کافرستان سیکورٹ سروس کا انتہائی جوشیار اور تیز ایکشن۔ "رام چند۔ میں تمہارے ذمہ انتہائی اہم ترین کام لگا رہا ہوں۔ پہلے میری ہدایات تفصیل سے سن لو" — شاگل نے سخت ہلچہ میں کہا۔

"یس باس" — رام چند نے مؤدبانہ انداز میں میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ لفافہ لے کر تم نے رامپ ہاؤس جانا ہے۔ جلتے ہو رامپ ہاؤس — شاگل نے لفافہ اٹھا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ نیو انجینئرنگ کا خفیہ جیو کوارٹر ہے۔ جانتا ہوں سر۔" — رام چند نے لفافہ اٹھا کر اسے اٹھتے پلٹے ہوئے جواب دیا۔

"اس لفافہ میں انتہائی اہم ترین فائل بند ہے۔ اور اس کی اہمیت کا اندازہ تم اس بات سے لگا سکتے ہو کہ اس فائل کو حاصل کرنے کے لئے مجھے خود پابکیشیا جانا پڑا۔ اور ساتھ یہ بھی کہ پرائم منسٹر صاحب ذاتی طور پر اس فائل میں انٹریسٹڈ ہیں۔" — شاگل نے کہا۔

"یس سر۔ میں سمجھتا ہوں سر۔" — رام چند نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

آواز سنائی دی۔

"شاگل بول رہا ہوں۔ جونی اور شنکر کی طرف سے کوئی رپورٹ آئی ہے۔" — شاگل نے کراخت ہلچہ میں کہا۔ "نوسر۔ کوئی رپورٹ نہیں آئی سر۔" — سنگھ نے اس بار مؤدبانہ ہلچہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"فونڈا ان سے رابطہ قائم کر دو۔ میں نے واپس آتے ہوئے انہیں فوراً داپسی کا حکم دیا تھا۔ لیکن وہاں عمران کو معلوم ہو گیا ہے کہ فائل اڈالی گئی ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کی پہنچ جائے۔ ان سے سپیشل ٹرانسپورٹ پر رابطہ قائم کر کے مجھے اطلاع دو۔" — شاگل نے تیز ہلچہ میں کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔ اور ایک بار پھر فائل اٹھائی۔ لیکن اب اس نے اسے پڑھنے کی بجائے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے سیکورٹ سروس کا ایک مخصوص لفافہ نکالا۔ فائل تہہ کر کے اس نے لفافے میں ڈالی اور پھر لفافہ بند کر کے اس نے اس پر ٹاپ سیکورٹ کے الفاظ لکھتے اور پھر میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس کا بین دیا۔

"یس — رام چند بول رہا ہوں باس۔" — دوسری طرف سے فونڈا ہی ایک آواز سنائی دی۔ "میرے دفتر میں آؤ۔" — شاگل نے سخت ہلچہ میں کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

اس لئے اس نے سوچا کہ اب وہ کچھ دیر آرام کرے۔ چنانچہ
 رام چند کے جانے کے بعد وہ دفتر سے نکلا اور اپنے ریشم رنگ
 موم کی طرف بڑھ گیا۔
 اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات موجود تھے۔
 جیسے وہ کوئی انتہائی کٹھن مرحلہ کامیابی سے طے کر کے اب ذہنی
 طور پر اپنے آپ کو مطمئن محسوس کر رہا ہو۔

”رام پ ماؤس پہنچے پر تم گیٹ پر ایک مخصوص کوڈ کہو گے۔ پنی۔
 اور اس کوڈ کو دہرائے ہی تمہیں متعلقہ آدمی کے پاس پہنچا دیا جائے
 گا۔ وہ آدمی کوڈ دہرائے گا ریڈ روز جب وہ کوڈ دہرائے تو تم
 نے اس کے حوالے یہ نفاذ کر دینا ہے۔ اور اس کے بعد واپس
 مجھے رپورٹ دینی ہے۔“ شاگل نے کہا۔
 ”یہ سہ۔“ رام چند نے جواب دیا۔

”انتہائی غلط انداز میں سارا کام ہونا چاہیے۔“ شاگل نے
 کہا۔

”کیا کوئی خطرہ ہے سہ۔ اگر کوئی خطرہ ہے تو اس کی نوعیت
 بتا دیں تاکہ میں اس پہلو کا خیال رکھوں۔“ رام چند نے چونکے
 ہوئے کہا۔

”اوہ نہیں۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ سوائے میرے اور پر ائم
 منسٹر کے کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اسل لفافے میں کیا ہے۔
 لیکن پھر بھی احتیاط ضروری ہوتی ہے۔“ شاگل نے فخر سے
 ہلچے میں کہا۔

”ٹھیک ہے سہ۔ آپ قطعاً بے فکر رہیں۔ لفافہ صحیح ہاتھوں
 میں پہنچ جائے گا۔“ رام چند نے لفافہ اپنے کوٹ کی جیب
 میں منتقل کرتے ہوئے با اعتماد ہلچے میں جواب دیا اور کہہ
 سہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”اور۔“ کے۔“ شاگل نے مطمئن ہلچے میں کہا اور خود بھی اٹھ
 کھڑا ہوا۔ وہ اپنے آپ کو خاصا تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

تو حکم کی تعمیل ہے۔ تم ٹرانسمیٹر اٹھا لاؤ تاکہ میں رپورٹ دے دوں
ناٹران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور فیصل جان سر ہلاتا جو اکہ سی سے اٹھا اور کمر سے باہر
بھکی گیا۔ ناٹران دوبارہ کاغذ دل کے مطلب سے مصروف ہو گیا۔ یہ
رپورٹ ابھی فیصل جان نے اُسے لاکر دی تھی۔ یہ اس میٹنگ کی پوائنٹس
رپورٹ تھی جس میں شاگل کے ساتھ سڈرل انٹیلی جنس کے چیف سردار
جو ٹیندر سنگھ۔ وزیر اعظم اور وزیر خارجہ شامل تھے۔ اور ایک ٹونے
اس میٹنگ کی رپورٹ طلب کی تھی۔ اور بارہ گھنٹوں کی بھاگ دوڑ کے
بعد اب یہ رپورٹ موصول ہوئی تھی۔ لیکن اس رپورٹ میں اُسے
نفاہر تو کوئی ایسی بات نظر نہ آ رہی تھی۔ جو ان کے مطلب کی ہوتی۔
لیکن بہر حال اس نے رپورٹ تو دینا ہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فیصل جان ایک مخصوص ساخت کا ٹرانسمیٹر اٹھا
اندہ داخل ہوا۔ اور اس نے ٹرانسمیٹر لاکر ناٹران کے سامنے میز پر
رکھ دیا۔ ناٹران نے کاغذ ایک طرف رکھے اور ٹرانسمیٹر پر ایک ٹوکی
پیشل فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد
اس نے ٹرانسمیٹر کا بیٹن آن کر دیا اور ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی مخصوص
آواز سی نکلتی گئی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ ناٹران کالنگ اور۔۔۔“ ناٹران نے اصل نام
لیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اس مخصوص ساخت کے
ٹرانسمیٹر کی کال کسی طرح بھی چیک نہ ہو سکتی تھی۔
”ایکسٹ اوور۔۔۔“ چند لمحوں بعد ایک ٹوکی مخصوص آواز

”ہٹوے ون ہو گئے ہیں۔ چیف باس نے ہمارے ذمے
کوئی مخصوص مشن ہی نہیں لگایا۔“ کمرسی پر بیٹھے ہوئے فیصل
جان نے سامنے بیٹھے ناٹران سے مخاطب ہو کر کہا۔
”اب اس رپورٹ کے بعد شاید کوئی مشن سامنے آجائے۔“
ناٹران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے ہاتھ میں دو
کاغذ موجود تھے۔

”اوہ۔۔۔ ویسے اس رپورٹ میں نفاہر تو کچھ بھی نہیں۔ عام
سی سرکاری میٹنگ ہے۔ جیسی کہ اکثر سرکاری عہدے داروں
میں ہوتی رہتی ہے۔“ فیصل جان نے منہ بنا تے ہوئے
جواب دیا۔

”لیکن اس میں شاگل شریک ہوا ہے۔ اور یہی بات میرے
علاقہ چیف باس کو بھی کھٹک رہی ہے۔ بہر حال دیکھو۔ ہمارا کام

ٹرانسپیرا بھری۔

"سر۔۔۔ میٹنگ کی رپورٹ مل گئی ہے اور۔۔۔ ناٹران نے مؤبدانہ پہلے میں کہا۔

"اور۔۔۔ کے۔ پڑھ کر سناؤ اور۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور ناٹران نے کاغذ اٹھا کر انہیں آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ مسلسل پڑھتا رہا۔ اور آخری فقرہ مکمل کر کے اس نے اور کہہ کر گفتگو والا بیٹن پریس کر دیا۔ تاکہ دوسری طرف سے ایکسٹو بات کر سکے۔

"ٹھیک ہے۔ تم ہیڈ کو اور ٹرین رہنا۔ ہو سکتا ہے میں تمہیں ایمرجنسی کال کر دوں۔ اور اینڈ آف۔" ایکسٹو نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسپیرا سے دوبارہ ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اور ناٹران نے سر ہلاتے ہوئے ٹرانسپیرا آن کر دیا۔ لیکن اُسی لمحے میز پر پڑے ہوئے شبلی فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔ اور ناٹران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔۔۔ ناٹران نے مخصوص پہلے میں کہا۔

"سر۔۔۔ میں تھری ڈن بول رہا ہوں۔ انتہائی اہم رپورٹ دینی ہے۔" ایک باریک سی آواز سنانی دی۔

"تھری ڈن۔۔۔ ادہ۔ کیا بات ہے۔" ناٹران نے جبری طرح جھنجکے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ تھری ڈن شاگل کے ہیڈ کو اور ٹرین اس کا خاص ایکٹ تھا۔

"سر۔۔۔ ابھی ابھی چیف کسی خفیہ مشن سے واپس آیا ہے۔

پرائم منسٹر صاحب ذاتی طور پر ان کے متعلق دو تین بار پوچھ چکے تھے۔ اس لئے مجھے تشویش تھی کہ ایسی کیا بات ہو سکتی ہے کہ پرائم منسٹر صاحب بار بار کیوں کال کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے خفیہ طور پر چیف کے دفتر کے مخصوص فون کے ساتھ ماگ نام بیٹن لگا دیا تھا۔

چیف باس نے واپس آتے ہی پرائم منسٹر صاحب سے بات کی۔ اور سر۔۔۔ ماگ نام کی وجہ سے میں نے یہ کال سن لی۔ انتہائی حیرت انگیز بات سامنے آئی ہے۔ ہیڈ کو اور ٹرین کو تو یہی بتایا گیا تھا۔ کہ چیف کسی ضروری کام کے لئے راماکا پہاڑیوں پر گئے ہوئے ہیں۔ لیکن سر اسی کال سے معلوم ہوا ہے کہ چیف خفیہ طور پر چمیر شیا گئے تھے۔ اور وہاں سے وہ کسی انتہائی اہم ترین خاں کی کاپی لے آئے ہیں۔ اور پرائم منسٹر صاحب نے انہیں ہدایت کی ہے کہ وہ فائل فوراً رامپ ماؤس پہنچا دیں۔ میں ایسی سیٹ پر تھا کہ فوری طور پر وہاں سے اٹھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے میں وہیں رہا۔ اور پھر مجھے معلوم ہو گیا کہ چیف نے وہ فائل رام چند کے حوالے کی ہے۔ تاکہ وہ اسے رامپ ماؤس پہنچا دے۔

اب مجھے موقع ملا ہے تو میں آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں۔" تھری ڈن نے کہا۔ اور ناٹران کے چہرے پر انتہائی تشویش کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"وہ فائل اب کہاں ہے۔ کیا رامپ ماؤس پہنچ گئی ہے۔" ناٹران نے انتہائی تیز پہلے میں پوچھا۔

"یس سر۔۔۔ رام چند یہاں سے روانہ ہو گیا ہے۔ اور میرے

گیا۔ اور ذرا سا آگے جا کر اس نے کار کو تیزی سے ٹرن دیا۔ اور کار بچھنے آنے والی ایک کار سے ٹکراتے ٹکراتے کچی، لیکن ناٹران نے کوئی پرواہ نہ کی اور انتہائی تیز رفتار سے واپس چوک پر پہنچا تو اس وقت اس طرف کا سگنل کیمر تھا اس لئے ناٹران کا ردو ڈرانا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب اس کی کار سیاحت جا رہی تھی جدھر رام چند کی کار گئی تھی۔

”ریڈی میڈ میک اپ کر لو فیصل جان یہ رام چند کہیں ہمیں پہنچاتا نہ ہو۔۔۔ ناٹران نے مڑے بغیر کہا اور پھر اُس نے کار کا ڈیش بورڈ دکھلا۔

اور اس میں سے ریڈی میڈ میک اپ باکس نکال کر اُسے ساتھ سیٹ پر رکھ کر کھول دیا۔ چند لمحوں بعد ہی وہ ٹاک میں سبزنگ پھنسا کر اور بڑی بڑی مچھنوں اور گالوں پر دو بڑے بڑے مٹے لگا کر ریڈی میڈ میک اپ مکمل کر چکا تھا۔ باکس بند کر کے اُس نے واپس ڈیش بورڈ میں رکھا اور پھر عقی آئینہ میں اس نے پیچھے بیٹھے ہوئے فیصل جان کو دیکھا اور سکرا دیا۔ فیصل جان بھی اپنا چہرہ ذرا سا تبدیل کر چکا تھا۔ فیصل جان کی عادت تھی کہ وہ ریڈی میڈ میک اپ باکس ہمیشہ جیب میں رکھتا تھا۔ میک اپ کے دوران لاشعوری طور پر کار کی رفتار آہستہ ہو گئی تھی۔ ناٹران نے سپیڈ بڑھائی اور تھوڑی سی دیر بعد اُس نے رام چند کی کار کو جالیا۔

”ہمیں اب رام چند سے یہ معلومات حاصل کرنی ہیں کہ وہ رامپ ہاؤس میں فائل کے دے کر آیا ہے۔۔۔ ناٹران نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے رام چند کی کار سے ذرا آگے نکالی اور پھر اسے بائیں لہجہ پر دانا شہر دے کر دیا۔ رام چند جو بڑے اطمینان سے کار چلا رہا تھا ایک لمحہ چونک پڑا۔ اس نے ہان بھی دیا لیکن ناٹران

خیال میں وہ اب تک رامپ ہاؤس پہنچ گیا ہوگا یا پہنچنے والا ہوگا۔ پرائم منسٹر صاحب نے باقاعدہ خود کو ڈبٹائے ہیں اس فائل کو رسیو کرنے کے لئے۔۔۔ تھوڑی دن نے جواب دیا۔

”ادہ۔ دیر سی بیڈ۔ تمہیں فوراً اس کی اطلاع دینی چاہیے تھی۔ ناٹران نے انتہائی غصے سے بھرے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے رسیو کر ڈیل پر پٹنا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”میرے ساتھ آؤ فیصل جان۔۔۔ ناٹران نے تیز بھرے میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے بیردنی دروازے کی طرف باقاعدہ دوڑ لگا دی۔ ظاہر ہے فیصل جان نے اس کی پیروی کی کہ فی تھی۔ اور چند لمحوں بعد ان کی کار آندھی اور طوفان کی طرح اٹھتی ہوئی عمارت کے گیٹ سے باہر نکلی اور انتہائی تیز رفتار سے دایں طرف مڑ گئی۔

”ادہ کا کش یہ رام چند ابھی رامپ ہاؤس نہ پہنچا ہو۔۔۔ ناٹران نے ہونٹ بیچنے ہوئے کہا۔ اور پھر دو سڑکوں سے گزرنے کے بعد جیسے ہی ناٹران نے کار ایک چوک پر سمرخ سگنل کی وجہ سے روکی وہ چوک کے دوسری طرف رکنے والی کار کو دیکھ کر غمی طرح چونک پڑا۔ یہ کار رامپ ہاؤس کی طرف سے آرہی تھی اور ڈرائیونگ سیٹ پر رام چند موجود تھا۔

”ادہ رام چند فائل دے کر واپس آ رہا ہے۔۔۔ ناٹران نے کہا۔ اسی لمحے سگنل سبز ہو گیا۔ اور ناٹران نے تیزی سے کار آگے بڑھائی۔ لیکن وہ سیدھا جانے کی بجائے بائیں طرف کو مڑ

آدمی ہیں ہو سکتا ہے آپ اس لئے اپنی آئینہ ٹیٹی نہ بتا رہے ہوں، لیکن ہم نے صدر مملکت کو رپورٹ دینی ہے اس لئے اگر آپ مزید نہیں بتانا چاہتے تو اتنا بتا دیں کہ آپ نے رامپ ماؤس میں کس سے ملاقات کی ہے۔ ناٹران نے قدرے نرم پڑتے ہوئے کہا،

”اوہ۔ کیسی اس سے آپ کو فائدہ۔“ رام چند نے مشکوک ہجے میں کہا۔

”ہم صرف رپورٹ دے دیں گے جس آفیسر سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے۔ اس سے تصدیق ہو جائے گی کہ آپ سرکاری مشن پر واپس گئے ہیں یا نہیں لیکن یہ بات بتا دوں کہ آپ نے اگر غلط نیائی کی تو اسپیشل پولیس آپ کو پانال سے بھی کھینچ لائے گی۔“ ناٹران کا بوجھ قرے کے آخر میں ایک بار پھر سخت ہو گیا۔ ”مجھے اس آفیسر کا نام معلوم نہیں، بہر حال اتنا بتا دیتا ہوں کہ اس کے دفتر کے باہر چیف انجینئرنگ میجر کی سختی لگی ہوئی تھی، حلیہ البتہ بتا دیتا ہوں، لمبا قدرے بھاری جسم، سرخ مونچھیں اور سرخ بال۔“ رام چند نے جان چھڑانے کے سے انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اتنا ہی کافی ہے۔“ تھینکس کرنا۔ ناٹران نے کہا اور تیزی سے واپس پٹا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ فیصل جان بھی باہر آگیا تھا۔ لیکن وہ اس دوران خاموش کھڑا رہا تھا۔ ناٹران کے بیٹھتے ہی وہ بھی کار میں بیٹھا اور ناٹران نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی، لیکن ذرا سا آگے بڑھ کر اس نے اسے موڑا اور واپس چوک کی طرف بڑھ گیا جبکہ رام چند کی کار آگے بڑھتی چلی گئی۔

”آپ نے واقعی بڑا نفیاتی داد استعمال کیا ہے۔“ درنہ

نے پرواہ نہ کی اور کار کو دبائے چلا گیا اور دوسرے لمحے مجبوراً رام چند کو کارفٹ پانچہ کی سائیڈ پر رکھنی پڑی۔ ناٹران نے بھی کار روکی اور دروازہ کھول کر وہ سبکی کی سی تیزی سے باہر آیا اور دوڑتا ہوا رام چند کی طرف بڑھا۔ ”اسپیشل پولیس۔“ ناٹران نے قریب جا کر قدرے تیز لہجے میں کہا، اور ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے ایک سرکاری کارڈ نکال کر اسے کھولا اور رام چند کے سامنے کر دیا۔

”جوگا، لیکن مجھے روکنے کا مقصد۔“ رام چند نے کڑت لہجے میں کہا، لیکن اس کے تنہ ہوئے اعصاب بہر حال ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ ”آپ رامپ ماؤس میں گئے ہیں۔ آپ کی آئینہ ٹیٹی۔“ ناٹران نے واقعی پولیس والوں کے لہجے میں پوچھا۔

”آئینہ ٹیٹی آپ پر اٹم منسٹر سے پوچھیں۔ اور نہیں، جا کر اپنا کام کریں۔ میں ٹاپ سیکرٹ منسٹر پر واپس لایا ہوں۔“ رام چند نے کڑے لہجے میں کہا۔

”سوری۔ آپ کو اپنی آئینہ ٹیٹی بتانی ہوگی، ہم صدر مملکت کی خصوصی ہدایت پر کام کر رہے ہیں۔“ ناٹران نے تیز لہجے میں کہا۔ اسے معلوم تھا کہ رام چند انتہائی ہوشیار اور تیز سیکرٹ ایجنٹ ہے، اس لئے وہ اسے بڑے نفیاتی انداز میں ڈیل کر رہا تھا۔

”میں نے بتا تو دیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ سوری اور اب آپ دیکھ ہٹ جائیں، ایسا نہ ہو کہ آپ کو اپنی نوکری سے بھی ہاتھ دھو سنے پڑیں۔“ رام چند نے کڑت لہجے میں کہا۔

”دیکھیے منسٹر۔ آپ کی باتوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ بھی سرکاری

"سیکنڈ فیز" کیا مطلب؟ — ناٹران نے حیرت بھرے
ہلچلے میں کہا۔

"اوه سر۔ اب آپ سے تو کچھ چھپایا نہیں جاسکتا۔ رامپ
ہاؤس کی عقی سڑک پر رالف ہاؤس کو ہم کو ڈس سیکنڈ فیز کہتے ہیں۔
وہاں ایک انتہائی اعلیٰ سطحی میٹنگ ہو رہی ہے اور چیف انجینئرنگ
منیجر رامن صاحب وہیں گئے ہیں۔ اور یہ میٹنگ اس قدر ٹاپ
سیکرٹ ہے کہ انہیں کسی صورت ڈسٹرب نہیں کیا جاسکتا۔"
دوسری طرف سے مؤدبانہ ہلچلے میں جواب دیا گیا۔
"کتنی دیر میٹنگ جاری رہے گی؟" — ناٹران نے

پوچھا۔
"یہ تو سر معلوم نہیں۔ میں ان کی واپسی پر انہیں اطلاع کر
دوں گا۔ وہ آپ سے بات کر لیں گے۔" — دوسری طرف
سے بولنے والے نے کہا۔

"اور کے۔ ٹھیک ہے۔" — ناٹران نے کہا۔ اور رسیور
رکھ کر وہ پوٹھ سے باہر نکل آیا۔ اور سیدھا ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔
"کیا جواب اس؟" — فیصل جان نے امید بھرے ہلچلے میں کہا۔
"رالف ہاؤس میں انتہائی ٹاپ سیکرٹ میٹنگ ہو رہی ہے
اور میرے خیال میں یہ میٹنگ اس فائل کے متعلق ہے۔ اب ایک
ہی صورت ہے کہ ہم فوراً اس عمارت پر ریڈ کریں۔ ہم عقی سیٹ کے
پینچے سے اسلحہ نکال لو۔ نقاب بھی نکال لینا۔" — ناٹران نے کہا۔
اور فیصل جان کے چہرے پر مسرت کا آبشار بہہ نکلا۔ جیسے

میرا تو پروگرام اسے کہیں لے جا کر تشدد کرنے کا تھا۔ فیصل
جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ اس لئے ظاہر ہے اس سے پوچھ
بگچھ پر خاصا وقت ضائع ہوتا اور میرے پاس اتنا وقت نہیں
ہے۔" — ناٹران نے کہا اور چوک کے قریب پہنچ کر اس
نے کار ایک پبلک بوٹھ کی سائیڈ میں روکی اور نیچے آکر دو ڈنٹا
ہوا بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور سکے ڈال کر
انتہائی تیز رفتاری سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
"یس۔" — رامپ ہاؤس۔" — چند لمحوں بعد ایک آواز

سنائی دی۔
"شاگل سیکنڈ فیز چیف آف سیکرٹ سر ڈس۔ چیف انجینئرنگ
منیجر سے بات کر آؤ۔ فوراً۔" — ناٹران نے شاگل کے ہلچلے میں
کہا۔

"اوه سر۔ وہ ابھی ضروری میٹنگ کے لئے گئے ہیں۔"
دوسری طرف سے جواب ملا۔
"ٹانس۔ اٹ اٹ ٹاپ ایمرجنسی۔ اگر رامپ ہاؤس میں
میٹنگ ہے تو ان سے فوراً بات کر آؤ۔ اور اگر کہیں اور گئے ہیں
تو نمبر دو۔" — ناٹران نے کہا۔

"سر۔ وہ رامپ ہاؤس کے سیکنڈ فیز میں گئے ہیں۔ اور
وہ ٹاپ سیکرٹ میٹنگ ہے۔" — دوسری طرف سے بولنے
والے نے بے بسی سے کہا۔

” رالف ہاؤس خاصی وسیع عمارت تھی۔ اس کے عقب میں بھی ایسا ہی لان تھا۔ جیسا کہ سامنے والی سمت میں تھا۔ لگی آگے جا کر ایک اور لگی سے مل گئی تھی۔ یعنی اور سائڈ کی دیواریں بھی زیادہ بلند نہ تھیں۔

” یہاں زیادہ حفاظتی اقدامات نہ ہوں گے۔ لیکن پھر بھی محتاط رہنا۔“ ناثران نے لگی میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے فیصل جان سے کہا۔ اور پھر جیب سے نقاب نکال کر اس نے سرد اور منہ پر چڑھایا اور تیزی سے دوڑ کر اچھلا۔ دوسرے لمبے وہ دیوار پر پہنچ چکا تھا۔ ایک لمحہ دیوار پر رکنے کے بعد وہ اندر کود گیا۔ اس کے کودنے کا جھکا سا دھماکا ہوا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ فیصل جان نے چند لمبے انتظار کیا اور پھر اس نے بھی جیب سے نقاب نکالا اور اسے سرد اور منہ پر چڑھا کر اس نے بھی ناثران کی پیروی کی اور چند ہی لمحوں میں وہ بھی دیوار کی دوسری طرف کود چکا تھا۔ اس طرف بارخ سا بنا ہوا تھا۔ لیکن شائد دیکھ بھال کے لئے کوئی آدمی نہ تھا۔ اس لئے ہر چیز بالکل سوکھی پڑی تھی۔ فیصل جان بھی سوکھی ہوئی باڈھ کے پیچھے دب گیا۔ ” یہاں کوئی نہیں ہے۔ شائد سامنے کے رخ پر ہو۔ یعنی طرف کے پائپوں سے اوپر جانا ہو گا۔“ ذرا فاصلے سے ناثران کی مکی سی آواز سنائی دی۔ اور پھر ناثران سوکھی باڈھ کے پیچھے سے نکلی کہ کسی نجوش کی طرح دوڑتا ہوا عمارت کی عقبی سمت میں چھت تک جانے والے پائپوں تک پہنچا اور کسی بندر کی سی پھرتی اور تیزی سے ایک موڑے سے پائپ پر چڑھتا ہوا چھت کی طرف بلند ہوتا چلا گیا۔ فیصل جان

اس کا من پسند کام لے مل گیا ہو۔ وہ اچھل کر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ ناثران تیزی سے کار چلاتا ہوا رامپ ہاؤس کی عقبی سڑک کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ اور پھر ٹھوڑی دیر بعد اس کی کار رامپ ہاؤس کی عقبی سڑک کے پہلے پوک پر پہنچ گئی۔ ناثران نے کار کی رفتار آہستہ کر دی۔ اب اس کی نظر میں رالف ہاؤس کی تلاش میں تھیں۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ رالف ہاؤس کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ ایک پرانی سی عمارت تھی۔ جس پر ایک کمندہ پتھر لگا ہوا تھا۔ اور اس پتھر پر رالف ہاؤس کے الفاظ صاف نظر آ رہے تھے۔

گیٹ بند تھا۔ لیکن اس کی دیواریں خاصی چھوٹی تھیں۔ اس لئے اندر اس کے غلے دسین صحن میں کھڑی جو تین مختلف رنگوں کی کاروں کی چھتیں نظر آ رہی تھیں۔ رالف ہاؤس کے ساتھ ہی ایک تنگ سی لگی چلی گئی تھی۔ ناثران نے کار آگے بڑھا کر ایک سائڈ پر روک دی اور مڑ کر فیصل جان کی طرف دیکھا۔ فیصل جان نے ایک تھیلہ ناثران کی طرف اچھال دیا۔ ناثران نے تھیلے کو اسے پشت پر اس طرح باندھ لیا جیسے سماج تھیلے اپنی پشت پر لاد دے ہوئے ہوتے ہیں اور پھر اس نے فیصل جان سے مشین گن لے کر اسے کوٹ کے اندر بغل میں لٹکایا۔ نقاب لے کر جیب میں ڈالا اور پھر دروازہ کھولا کہ نیچے اتر آیا۔ پچھلی سیٹ سے فیصل جان بھی نیچے اتر آ رہا۔ اور وہ دونوں تیزی سے سڑک کے آس کر تے ہوئے واپس رالف ہاؤس کی طرف بڑھنے لگے۔ رالف ہاؤس کے پھاٹک کے سامنے سے گزر کر وہ اس کی سائڈ مگیل میں داخل ہوئے اور آگے بڑھتے چلے گئے۔

دھکیلا۔ اس طرح روشندان میں موجود جہری بڑی ہو گئی اور نیچے سے آتی ہوئی آوازیں واضح ہو گئیں۔ ناثران نے سر اٹھایا اور روشندان کے کنارے سے نیچے جھانکنے لگا۔ یہ ایک ہل نما کمرہ تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بیضوی میز تھی جس کے گرد کبھی ہوئی کرسیوں پر چھ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک سائیڈ پر بالکل اسی طے کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ جو علیہ رام چند نے بتایا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ جبکہ باقی سب کے سامنے سفید کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ اور وہ سب انتہائی زور شور سے بحث میں مصروف تھے۔

”یہ فائل بتا رہی ہے جناب کہ ایکس بقری تھری ایکو بمبیا اور روسیہ سے بھی کہیں زیادہ اعلیٰ جنگی ٹیکنالوجی کی حامل ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم فوراً اس پر قبضہ کر لیں اور پھر اس کی ٹیکنالوجی کو اپنے دفاع کے لئے استعمال کریں۔“ ایک گھنٹے میں سامنے تیز پہنچے میں کہا۔

”لیکن ہونا رام آپ نے یہ سوچا کہ اسے آخر قابو کس طرح کیا جائے۔“ ایک اور بھاری مہنگوں اور موٹے شیشے کی عینک پہنے ہوئے دبلے پتلے آدمی نے طنز یہ پہنچے میں کہا۔

”اور اگر قابو میں کر بھی لیا جائے تب بھی آپ نے اس کے نتائج پر غور کیا ہے۔ پاکیشیا اور کافرستان میں جنگ بھی چھڑ سکتی ہے اور شوگر ان بھی اس ٹیکنالوجی کو چوری ہونے سے روکنے کے لئے کافرستان پر حملہ کر سکتا ہے۔“ ایک اور بھاری بدن کے ادھر عمر آدمی نے کہا۔

بارھ کے پیچھے دبا ہوا خاموش بیٹھا رہا۔ لیکن اس کی تیز نظریں ادھر ادھر کا مسلسل جائزہ لے رہی تھیں۔ اور ہاتھ کوٹ کی جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر مضبوطی سے جما ہوا تھا۔ ناثران تھوڑی دیر بعد چھت پر کود گیا۔ اور دوسرے لمحے اس کا سر دیوار پر نظر آیا۔ وہ اب چھت پر لیٹ کر فیصل جان کو کوکر رہا تھا۔ چنانچہ فیصل جان نے اس کی پیر دی کی اور تھوڑی دیر بعد وہ بھی اسی پائپ پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔

”کنارے کنارے چلتے ہوئے دروازے تک آؤ۔“ ناثران نے سرگوشی کی اور پھر وہ انتہائی احتیاط سے چھت کے کنارے کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا سیڑھیوں کے دروازے تک پہنچ گیا۔ فیصل جان اس کے پیچھے تھا اور پھر دبلے پاؤں وہ دونوں آگے پیچھے سیڑھیوں اترتے ہوئے نیچے منزل پر پہنچ گئے۔ سیڑھیاں چکر کاٹ کر نیچے جا رہی تھیں۔ لیکن ناثران سائیڈ گیمری میں چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس تک اور نیچے چھت کی گیمری میں نیچے کمرہ کے بڑے بڑے روشندان تھے۔ اور چار روشندانوں سے تیز روشنی نکل کر گیمری میں پڑ رہی تھی۔ اور ہلکی ہلکی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ ناثران اور فیصل جان دونوں دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پہلے روشندان کی طرف بڑھتے گئے۔ ناثران نے بغل سے مشین گن اتار کر ہاتھوں میں لے لی۔ اور چند لمحوں بعد وہ روشندان کی سائیڈ میں پہنچ گیا اور پھر فرش پر لیٹ کر آگے بڑھنے لگا۔ اور جب اس کا سر روشندان کی سائیڈ میں پہنچ گیا تو اس نے آہستہ سے ہاتھ اٹھا کر روشندان کو ڈرسا

”کچھ نہیں ہوگا۔ پر اہم منسٹر کی طرف سے ہمیں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ غصہ آلامت نے کافرستان میں سرحد کے قریب اس کی موجودگی مارک کی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کا چیف انجینئر ہمارا آدمی ہے۔ اسے اس طرح غائب کیا جا سکتا ہے کہ پانچ شیا کو اس کا کبھی علم ہی نہیں ہو سکتا۔“ مجھے سروالے نے منہ بٹاتے ہوئے کہا۔

”سوچ لیں۔ ہم تو انجینئریں۔ ہمیں تو صرف اس ٹیکنالوجی سے مطلب ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ اس کے اغوا کے بعد حالات بہت زیادہ بگڑ جائیں۔“ ایک اور نے کہا۔

”زیادہ لمبی چوڑی بحث کا وقت نہیں ہے۔ پر اہم منسٹر صاحب نے سیکرٹ سروس کی معرفت یہ فائل اس لئے منگوائی ہے تاکہ اسے دیکھ کر ہم یہ اندازہ لگا سکیں کہ کیا ہم اس پر باہر سے قابو پا سکتے ہیں یا نہیں۔ اور اگر قابو نہیں پایا جا سکتا تو اس کے اندر کوئی ایسی حشیہ موجود ہے۔ جسے ہم اس طرح خراب کر دیں کہ پھر یہ آہ وز بنگی مقاصد کے لئے بے کار ہو جائے۔“ سرخ موٹھوں والے نے تیز لہجے میں کہا۔

”اس فائل سے تو سر رامن ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہو رہی۔ یہ تو اس آہ وز بنگی صلاحیتوں سے پڑھے۔ اس میں ٹیکنالوجی کی تفصیل موجود نہیں۔ بہر حال اس کی جنگی صلاحیتوں کی جو تفصیلات دی گئی ہیں اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں انتہائی اعلیٰ پیچیدہ اور انتہائی جدید ٹیکنالوجی استعمال کی گئی ہے۔“ ایک

لمبو توڑے چہرے والے نے بھوس بھوسے لہجے میں کہا۔

”تو پھر یہ طے رہا کہ ہم پر اہم منسٹر صاحب کو یہ بتا دیں کہ اگر ایس ٹھری ٹھری کی اعلیٰ ٹیکنالوجی ہم نے حاصل کر لی ہے تو اسے اغوا کئے بغیر ایسا ناممکن ہے۔“ رامن نے کہا۔ اور پھر میٹنگ میں شریک بادی بادی سب افراد نے سر ہلا دیئے اور پھر اچانک رامن اٹھا اور انتہائی تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کا یہ عمل اس قدر اچانک اور تیز تھا کہ ناٹران بردقت کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ البتہ اس نے پشت پر ہلے ہوئے پتھیلے میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے ایک چھوٹا سا کیپسول منہ میں نکالا اور پھر اس کی پین کو دانتوں سے نوچ کر توڑا اور پھر اپنا انگوٹھا اس جگہ پر رکھ کر اس نے اسے زور سے دبا دیا۔ اب اس کیپسول سے ہلکی ہلکی سرسراہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔ ناٹران کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ میٹنگ میں موجود باقی افراد اب پھر آہ وز بنگی بارے میں باتوں میں مصروف ہو گئے۔ تقریباً تین چار منٹ بعد رامن واپس اندر داخل ہوا۔ اور کمرے پر آکر بیٹھ گیا۔

”میں نے اسپیشل لائن پر پر اہم منسٹر صاحب سے بات کر لی ہے انہوں نے یہ فائل فوری طور پر منگوائی ہے۔ وہ شاید اس بارے میں ایکرمیما یا روسیاہی انجینئروں سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے یہ میٹنگ اب برخاست کی جائے۔ فائل مجھے دیں۔“ رامن نے گھنٹے کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور گھنٹے نے بڑے موذبانہ انداز میں

فائل رامن کی طرف بڑھا دی۔ پھر جیسے ہی رامن نے فائل ہاتھ میں لی۔ ناٹران نے ہاتھ میں موجود کیپسول کو روشندان کی جھری سے اندر پھینک دیا۔ دوسرے لمحے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی انسانی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر پورے بال کمرے میں گھرے دودھیا رنگ کا دھواں سا پھیلتا چلا گیا۔
 "تم یہاں سے خیال رکھو۔ میں نیچے جا رہا ہوں۔" ناٹران نے داپس مڑتے ہوئے کہا۔

اور فیصل جان سر ہلاتا ہوا آگے روشندان کی طرف کھسک گیا۔ کمرہ ابھی تک دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ اور اندر اس دھوئیں کی قید میں کچھ سائے سے ہلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اور ہلکی ہلکی کراہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ فیصل جان ہونٹ بھینچے خاموش اور چوکنا بیٹھا ہوا تھا۔ دھوئیں کی خاصی مقدار روشندان کی جھری سے نکل رہی تھی۔ اس لئے فیصل جان بالکل ہی سائیڈ میں دبک گیا تھا۔ پھر یک لمخت اسے اس دھوئیں کے اندر تیز روشنی کی لہریں دوڑتی ہوئی دکھائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے تیز تابرج کی روشنی کی کیریں ادھر ادھر حرکت کر رہی ہوں۔ پھر روشنی کی یہ کیریں غائب ہو گئیں۔ اب دھواں ہلکا ہونے لگا گیا تھا۔ اور چند لمحوں بعد فیصل جان کو اپنے عقب میں آہٹ سی محسوس ہوئی تو وہ چبھنے کی سی تیزی سے پٹا۔

"آجاء۔" ناٹران کی آواز سنائی دی۔ اور فیصل جان اٹھ کر تیزی سے گیلری کے آخری سرے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی

دیر بعد وہ ناٹران کے پیچھے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چھت پر پہنچ گیا۔
 "فائل مل گئی۔" فیصل جان نے پوچھا۔

"ہاں۔ جلدی کرو۔ ہمیں فوٹا یہاں سے نکالنا ہے۔ تم پہلے نیچے اتر دو۔ میں کنارے سے چپک کر آؤں۔" ناٹران نے کہا۔
 اور وہ کنارے کے ساتھ لیٹ کر عقبی باغ کو دیکھنے لگا۔ فیصل جان تیزی سے آگے بڑھا اور پھر پائپ سے پھسلتا ہوا انتہائی تیز رفتاری سے نیچے اتر گیا۔ عقبی باغ میں دیے ہی خاموشی طاری تھی چند لمحوں بعد ناٹران بھی اسی پائپ کے ذریعے نیچے آیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ دونوں سائیڈنگی میں پہنچ چکے تھے۔ نقاب اتار کر انہوں نے جیبوں میں رکھے۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتے اپنی کار کی طرف بڑھتے گئے۔

بھرے پہچے میں کہا۔

”چلو۔ یہ اچھا ہو گیا۔ اب مجھے فائل لے آنے کے لئے کام کرنا ہو گا۔“ تھینک یو۔ — عمران نے جواب دیا اور سیو دکھ دیا۔

”آپ آبدوز کی واپسی سے کچھ زیادہ خوش نظر نہیں آ رہے۔ علامہ کمر سلطان تو بے حد خوش ہیں۔“ بلیک زیرو نے حیرت بھرے پہچے میں عمران کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ جو سلطان کی کال کے بعد کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آنے لگ گیا تھا۔

”بڑھاپے میں آدمی کو خوش ہی رہنا چاہیے۔ اس طرح بلڈ پریشر ہائی نہیں ہوتا۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر ایڈمرل کے بغیر ڈاکو کرنے شروع کر دیئے۔

”ایکسٹ۔“ عمران نے پی۔ اے کے ذریعے رابطہ قائم ہوتے ہی مخصوص پہچے میں کہا۔

”یس سر۔ میں نے سر سلطان صاحب کو بتا دیا تھا کہ ایکس تھری تھری کی فنی خرابی دور ہو گئی ہے۔ اور وہ واپس آگئی ہے۔ ایڈمرل نے فون ہا ہی کہا۔

”مجھے سر سلطان کی طرف سے رپورٹ مل چکی ہے۔ کیا آبدوز واپس آچکی ہے یا ابھی ہے۔“ عمران نے سخت پہچے میں پوچھا۔

”وہ جناب بس آدھے گھنٹے بعد پہنچنے والی ہے۔ ایڈمرل نے جواب دیا۔

عمران نے جیسے ہی آپریشن روم میں داخل ہوا۔ بلیک زیرو نے میز پر علیحدہ رکھا ہوا ایٹمی فون کا رسیور اٹھا کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”سر سلطان سے بات کریں۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”اوہ۔ ابھی تو میں دہیں سے آ رہا ہوں۔“ عمران نے چونک کر کہا اور رسیور ہاتھ میں لے لیا۔

”یس۔“ عمران بول رہا ہوں۔“ عمران نے سنجیدہ پہچے میں کہا۔

”عمران بیٹے۔ تمہارے اٹھتے ہی ایڈمرل کا فون آیا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ آبدوز کی فنی خرابی دور کر لی گئی ہے۔ اور آبدوز بخیریت واپس آگئی ہے۔ میں نے سوچا کہ تمہیں فون بتا دوں۔ تاکہ تم اس کے پیچھے نہ جاؤ۔“ سر سلطان نے مسرت

”میرا منانندہ اس کے عمل سے فوری ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ یہ ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”سر۔ اسپیشل ڈپک پر آہ وزرکتی ہے۔ ویسے آپ حکم کریں تو عملے کو کسی بھی جگہ بلایا جاسکتا ہے۔“ ایڈمرل نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

”نہیں۔ میرا منانندہ آہ وزر کے اندر عملے سے بات چیت کو ناچاہتا ہے۔ آپ آہ وزر کریں۔“ میرا منانندہ اسپیشل ڈپک پر پہنچ جائے گا۔ اس کا نام علی عمران ہے۔“ عمران نے تیز ہلچے میں کہا۔

”یس سر۔ میں آہ وزر کر دیتا ہوں۔ میں خود بھی آدھے گھنٹے بعد پہنچ جاؤں گا۔ تاکہ عمران صاحب کو کوئی تکلیف نہ ہو۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ میرے منانندے کی ہدایات پر پوری طرح عمل کریں گے۔ گڈ بائی۔“ عمران نے سخت ہلچے میں کہا۔ اور دوسری طرف سے بات سننے بغیر اس نے رسیور دکھ دیا۔

”آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“ بلیک زیرو نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

”میں دراصل ایٹمی آہ وزر دیکھنا چاہتا ہوں۔ ویسے جاتا تو ٹھٹھ کی رقم بھرنی پڑتی! اور تمہیں معلوم ہے کہ چیل کے گھونسلے میں گواشت نہیں ملتا۔ اس لئے رقم میری جیب میں کیسے ہو سکتی ہے۔“

ٹھٹھ بھرے بغیر آہ وزر دیکھی نہیں جاسکتی۔“ عمران نے کہا۔ اور اٹھ کر تیزی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ بلیک زیرو غصے سے بیچھڑ کر خاموش ہو گیا۔ بہر حال اُسے احساس ہو گیا تھا کہ اس سوال بنیادی طور پر غلط تھا۔ لیکن وہ اب کیا کرتا۔ اور عمران جیسا کہ وہ کہاں سے لے آتا۔

چند لمحوں بعد جب عمران ڈریسنگ روم سے باہر آیا۔ تو اس کے جسم پر انتہائی شاندار اور جدید تماشائیں کا خوب صورت سوٹ تھا۔ اور عمران اس لباس میں انتہائی وجہ نگ رہا تھا۔

”میں سمجھا تھا آپ ٹیکنیکل لباس پہننے کے لئے گئے ہیں۔“ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر آہ وزر کے عملے میں کوئی خوب صورت لڑکی شامل ہوتی تو تردد وہ لباس پہن لیتا۔ کیونکہ عورتیں احمقوں کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔“ عمران نے مہربانے ہوئے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

”وہ ناثران نے رپورٹ بھیجی ہے اس میٹنگ کی۔“ عمران نے دروازے کی طرف جلتے ہوئے چونک کر پوچھا۔

”جی ہاں۔ لیکن وہ تو بالکل ہی رسمی سی سرکاری رپورٹ ہے۔ میں نے چیک کر لی ہے۔“ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اور عمران سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لیکن ابھی وہ دروازے میں ہی تھا کہ ایک تخت ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو نے سیور شایاں۔ جبکہ عمران دروازے میں ہی رک گیا۔

ہجے میں کہا۔

”اوسے۔ مجھے تو اس بات کا خیال بھی نہ آیا تھا سر۔ آئی۔
دیویری سو رہی سر۔“ ناثران کے ہجے میں ایسی گھبراہٹ ابھر
آئی۔ جیسے اس کا سانس رک گیا ہو۔

”تم نے بہر حال ابھی کارکردگی دکھائی ہے۔ اس لئے تمہیں
معاف کیا جاسکتا ہے۔ آئندہ اہم معاملات میں مجھ سے پوچھ
بچہ کوئی اقدام نہیں ہونا چاہیے۔ سمجھو۔“ عمران نے سخت
ہجے میں کہا۔

”یس سر۔ آئندہ ایسی شکایت نہیں ہوگی سر۔“ ناثران
نے معذرت بھرے ہجے میں جواب دیا۔

”بہر حال تمہاری رپورٹ میں ایک اطلاع کام کی ہے کہ آج
کے عملے میں چیف انجینئر ان کا آدمی ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں
چیک کروں گا۔ تم اس فائل کو فوراً جلد دو۔“ عمران نے
تیز ہجے میں کہا۔

”یس سر۔“ ناثران نے جواب دیا اور عمران نے یہ
رکھتے ہوئے ایک طویل سانس لیا۔
”ایک تو اس بے جا رہے نے انتہائی شاندار کارکردگی دکھ
ہوئے فائل واپس حاصل کی۔ آپ نے اٹھا اسے بڑی طرح جھا
دیا۔“ بلیک زیمو نے حیرت بھرے ہجے میں کہا۔

”ایکسٹو بننے کے لئے ایکسٹو کا رعب بھی قائم کرنا پڑتا
ہے۔ فائل تو بہر حال واپس آگئی۔ وہ لوگ بھی ختم ہو گئے۔“

نے فائل بڑھی تھی۔ لیکن ناثران کو اگر میں یہ بات نہ کہتا تو اس کے
ذہن میں انکھٹو کی کیا تصویر بنتی کہ شاگل یا کیشیا جاکہ فائل بھی لے
آیا اور ایکسٹو کو اس کا علم بھی نہیں۔ اور اگر علم ہے تو پھر زیادہ
بے عزتی کی بات تھی۔ اور دوسری بات یہ کہ اگر واقعی ہماری بلائنگ
ہوتی اس طرح جعلی فائل بھیجنے کی تو ناثران کی اپنے طور پر ایسی کارکردگی
کیا محک کھلاتی۔ عمران نے کہا۔ اور بلیک زیمو بے اختیار
ہنس پڑا۔

”لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر کافرستان
اس سارے جکر سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ آبدوز اٹھانے
سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح دونوں ملکوں کے درمیان اعلان جنگ
ہو جاتا۔ فائل میں صرف آبدوز کی جنگی صلاحیتوں کی تفصیل تھی۔
اس سے انہیں کوئی حتمی فائدہ نہ ہو سکتا تھا۔“ بلیک زیمو
نے کہا۔

”اس بات کا پتہ چلانے کے لئے تو میں آبدوز کے عملے
سے ملنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میرا آئیڈیا تھا کہ یہ فنی خرابی پیدا انہیں
ہوئی۔ بلکہ فنی طور پر پیدا کی گئی ہے۔ لیکن اس کے بعد فنی خرابی
ٹھیک بھی ہو گئی اور آبدوز واپس بھی آگئی۔ اس کا یہی مطلب
ہو سکتا تھا کہ حملے میں کافرستان کا کوئی آدمی شامل ہے۔ اور
وہ آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو فنی خرابی پیدا کرنے کا اہل بھی ہے۔

اب ناثران کی رپورٹ سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ چیف
انجینئر ہے۔ میرے ذہن میں بھی ویسا ہی آدمی تھا۔ اب یہ معلوم

افراد پر مشتمل ہے۔ سر۔ ایک منٹ ہو لہذا آن کریں سر۔ میں
ان کے بارے میں تفصیلی فائل طلب کروں۔ ایڈمرل
نے کہا۔

”یس۔“ عمران نے کہا۔ اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر
بعد ایڈمرل نے علی کے ناموں۔ ان کے عہدے اور ان کی
رہائش گاہوں کی تفصیل بتا دیں۔
”اور۔“ کے۔“ عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔

کہتا ہے کہ انہوں نے اس فنی خرابی سے کیا فائدہ اٹھانا ہے۔
یا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اور میرے خیال میں اب سارے
عملے سے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ چیف انجینئر سے ہی
معلوم ہو سکتا ہے۔“ عمران نے کہا۔ اور کہ سی پر میٹھ کر اس
نے دوبارہ سیور اٹھایا اور ایڈمرل کے نمبر ڈائل کرتے شروع
کر دیئے۔

”ایکسٹو۔“ ایڈمرل سے براہ راست رابطہ قائم ہوتے
ہی عمران نے مخصوص پہلے میں کہا۔

”یس سر۔“ دوسری طرف سے ایڈمرل نے جواب
دیا۔

”آپ آبدوز کے عملے کو نہ روکیں۔ صرف آبدوز کے عملے
کے نام اور ان کی رہائش گاہیں بتا دیں۔ فی الحال میرا پروگرام
بدل گیا ہے۔ اگر میں نے ضرورت سمجھی تو میرا نمائندہ ان
سے خود براہ راست ملے گا۔ لیکن آپ نے عملے کو اس
بات سے آگاہ نہیں کرنا۔“ عمران نے سخت پہلے
میں کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔ جیسے آپ کا حکم سہ۔“ ایڈمرل نے
جواب دیا۔

”آپ علی کے نام اور ان کی رہائش گاہیں بتا دیں۔“
عمران نے کہا۔

”سر۔“ علی نیول کالونی میں رہتا ہے سر۔ صرف آؤ

انتہائی مودبانہ سلجھے میں کہا۔
 "آپ کو تو اطلاع مل گئی ہو گی کہ نیول کے بہترین انجینئر جو
 آپ کی لڑائی ہوئی فائل پر غور کر رہے تھے۔ ہلاک کر دیئے گئے
 ہیں اور فائل غائب ہو چکی ہے۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ آپ نے
 مجرموں کو پکڑنے کے لئے کیا کارروائی کی ہے۔" پرائم منسٹر
 کا ہجہ بے حد کدخت تھا۔

اور پرائم منسٹر کی بات سن کر شاگل کا دماغ بھک سے
 اڑ گیا۔

"سہرے — وہ سہرے — شاگل نے بُری طرح بولکھائے

ہوئے سلجھے میں کہا۔
 "میری بات غور سے سنیں۔ میں فوراً وہ فائل مع مجرموں کے
 واپس چاہتا ہوں۔ یہ آپ کی ڈیوٹی ہے کہ آپ کم سے کم دقت
 میں وہ فائل واپس حاصل کریں۔" پرائم منسٹر نے پھاڑ کھانے
 والے سلجھے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

شاگل چند لمحے تو حیرت سے بت بنا رہا تھا کہ اس نے کیا کر رہا ہے اور
 بیٹھا رہا۔ دوسرے لمحے اس نے رسیور کیڈل پر پھینکا۔ اور
 اٹھ کر ریشارنگ روم کے دروازے کی طرف بھاگ پڑا۔ اس
 کا انداز ایسا تھا جیسے خود مجرموں کے پیچھے بھاگ رہا ہو۔ لیکن پھر
 دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک جھٹکے سے رکا۔ اور جتنی تیزی
 سے گیا تھا۔ اتنی ہی تیزی سے واپس آیا۔ اس نے دایں آکر سیو۔
 اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے غمزدگ کر دیئے۔

ٹیلی فون کے تیز گھنٹی کے مسلسل بجتے رہنے سے
 گہری نیند سوئے ہوئے شاگل نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور
 پھر جب اسامہ بناتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے
 ٹیلی فون کا رسیور اٹھالیا۔

"یس۔" شاگل نے پھاڑ کھانے والے سلجھے میں کہا۔
 "سہرے پرائم منسٹر صاحب سے بات کیجئے۔" دوسری
 طرف سے آپریٹر نے کہا۔ اور شاگل پرائم منسٹر کا نام سن کر ایک
 جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں غائب ہو گئی
 تھی۔

"چند لمحوں بعد رسیور پر پرائم منسٹر کی آواز
 ابھری۔
 "یس سہرے۔ شاگل بول رہا ہوں سہرے۔" شاگل نے

حاصل کی اور کس طرح۔ ایک لمحے کے لئے اسے عمران کا خیال آیا۔
لیکن دوسرے لمحے اس نے اس خیال کو جھٹک دیا کیونکہ عمران
بہر حال انسان تھا کوئی جن تو نہ تھا کہ پاک بھجنے میں پاکشیا سے
کافرستان بھی پہنچ جاتا اور پھر اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ فاکل اس
وقت کہاں ہے اور وہ فاکل بھی حاصل کر لیتا اور اسی لمحے اسے
جونی اور شنکر کا خیال آگیا۔ اس نے دفتر میں پہنچتے ہی انٹر کام کا
رسیور اٹھایا اور ایک نمبر پر پس کر دیا۔

”یس سر۔۔۔ سنگھ بول رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے
اس کے نمبر ٹو کی آواز سنائی دی۔

”میں نے تمہیں شنکر اور جونی کے بارے میں رپورٹ حاصل
کرنے کے لئے کہا تھا۔“ شاگل نے تیز لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ ان دونوں سے رابطہ قائم نہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں
نے پیشکش فرمائی کہ انہیں کال کیا۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ یوں لگتا
تھا کہ یا تو دونوں ملاک ہو چکے ہیں یا پھر بے ہوش ہیں ورنہ پیشکش کال
کا جواب تو ضرور دیتے۔“ سنگھ نے جواب دیا۔

”اوہ۔ تم نے مجھے فوراً رپورٹ کیوں نہیں دی۔“ شاگل
نے حلق کے بل چیخے ہوئے کہا۔

”سر۔ آپ ریٹائرنگ روم میں چلے گئے تھے اور آپ کی
اپنی ہدایت ہے کہ آپ کو ریٹائرنگ روم میں ڈسٹرب نہ کیا
جائے۔“ سنگھ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”ہوں۔ تم فوراً پاکیشیا میں اپنے اینجینئر کو حرکت میں لے آؤ۔“

”یس سر۔“ دوسری طرف سے سیکنڈ مہیڈ کا ریڈر کے
چیپٹ کی بھاری آواز سنائی دی۔

”ٹامی۔ میں شاگل بول رہا ہوں۔ رام چند کہاں ہے۔“ شاگل
نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”رام چند اپنے کمرے میں ہے جناب۔“ ٹامی نے چونک
کر جواب دیا۔

”اس سے بات کر آؤ فوراً۔“ شاگل نے پیچھے کر کہا۔
”یس سر۔“ دوسری طرف سے ٹامی نے بوکھلائے

ہوئے لہجے میں کہا۔ اور لائن پر خاموشی چھا گئی۔
”یس۔۔۔ رام چند بول رہا ہوں جناب۔“ چند لمحوں بعد

رسیور پر رام چند کی آواز سنائی دی۔
”رام چند۔ وہ فاکل جو تم رامپ ہاؤس میں دے کر آئے تھے

اسے اٹھایا گیا ہے۔ اور نیول کے انجینئر جو اس فاکل پر غور کر رہے
تھے ملاک کر دیئے گئے ہیں۔ تم فوراً رامپ ہاؤس جا کر حالات

معلوم کرو اور مجھے رپورٹ دو۔ پرائم منسٹر صاحب اس فاکل کو
مع مجرموں کے فوراً حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ شاگل نے پیچھے

ہوئے کہا۔

”یس سر۔“ دوسری طرف سے رام چند نے کہا اور
شاگل نے رسیور واپس کر ڈیل پر پھینکا اور تیزی سے کمرے سے

نکل کر واپس اپنے دفتر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ذہن میں زلزلہ
سا آیا ہوا تھا۔ اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ آخر اس قدر جلد فاکل کس نے

تاکہ ان دونوں کے متعلق تفصیلات کا علم ہو سکے۔ انہیں حکم دو کہ وہ دہان عمران کو ٹھولیں۔ جو سکتا ہے وہ دونوں اس کے ہتھے چڑھ گئے ہوں۔ بہر حال مجھے پوری تفصیل چاہیے۔ اور جلد ہی۔۔۔ شاگل نے پیچھے ہٹنے ہوئے کہا۔ اور انٹرکام کا رسیورنچ دیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر کپڑ لیا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جیتی ہوئی بازی میں ایک نکتہ پر پہنچا ہوا ہے۔ وہ کتنی دیر اسی حالت میں بیٹھا رہا کہ دروازے پر دستک کی آوازیں سن کر چونک پڑا۔

"یس۔ کم ان"۔ شاگل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور دروازہ پر نمودار ہونے والے رام چند کو دیکھ کر ایک بار پھر چونک پڑا۔

"تم خود آتے ہو۔ ٹیلی فون نہ کر سکتے تھے۔" شاگل نے بری طرح ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"سر۔ رپورٹ ہی ایسی ہے کہ مجھے خود آنا پڑا۔" رام چند نے جواب دیا۔

"کیا رپورٹ ہے۔ جلد ہی بتاؤ۔" شاگل نے جھکالیاتے ہوئے پوچھا۔

"سر۔ فائل مجھ سے لے کر چیف انجینئر تک منیجر رامپ باؤس کے عقب میں ایک خفیہ عمارت رالف باؤس میں چلا گیا۔ جہاں نیوی کے اعلیٰ انجینئر کے ساتھ پرائم منسٹر صاحب کے حکم پر اس فائل کے بارے میں غور کرنے کے لئے میٹنگ کال کی گئی تھی۔ یہ چونکہ خفیہ عمارت ہے اور نیوی کی اعلیٰ سطحی

بنیگنڈ اکثر وہاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے وہاں کسی حفاظتی انتظام کا انہیں خیال تک نہ آیا۔ اور سر کسی ضروری کام کے لئے جب وہاں فون کیا گیا تو کوئی جواب نہ آیا تو رامپ باؤس سے آدمی بھیجا گیا۔ تب معلوم ہوا کہ میٹنگ ہال میں سب انجینئر زمرہ پڑے ہوئے ہیں اور فائل غائب ہے۔ پھر رامپ باؤس کی طرف سے پرائم منسٹر صاحب کو صورت حال بتائی گئی۔۔۔ رام چند نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ادھ نائنسن۔ ان لوگوں کو حفاظتی انتظامات کر لینے چاہیے تھے۔ لیکن یہ کیوں لوگوں کا کام ہو سکتا ہے۔" شاگل نے غصے سے بری طرح ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"سر۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ انہیں اس فائل کے اس طرح حاصل کئے جانے کا تصور بھی نہ تھا۔ اور سر میں نے جوائنٹری کی ہے۔ اس سے ایک بات سامنے آئی ہے کہ مجرموں نے آپ کی آوازیں اس عمارت کا پتہ معلوم کیا ہے۔" رام چند نے کہا۔

"میری آوازیں میں۔ کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہو۔" شاگل رام چند کی بات سن کر بری طرح چونک پڑا۔

"یس سر۔ رامپ باؤس میں فون وصول ہوا۔ آپ بول رہے تھے۔ آپ نے کہا کہ آپ فوراً چیف انجینئر تک منیجر سے بات کرنا چاہتے ہیں جس پر آپ کو بتایا گیا کہ وہ انتہائی ضروری میٹنگ میں رالف باؤس میں موجود ہیں۔ اور انہیں ڈسٹرب نہیں کیا جاسکتا۔ رام چند نے کہا۔

”ادہ ادا۔ لیکن میری آواز کی نقل کون کر سکتا ہے۔ اور انہیں کیسے پتہ چلا کہ فائل رامپ ہاؤس میں چیف انجینئر ہنگ منیجر کے پاس پہنچی تھی ہے۔ جب کہ مجھے خود نہیں معلوم یہ سب تم بتا رہے ہو۔ اور تمہارے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔“ شاگل نے مشکوک نظروں سے سامنے بیٹھتے ہوئے رام چند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ آپ کی بات درست ہے۔ میں نے بھی اس پوائنٹ پر غور کیا ہے۔ اور مجھے ساری بات سمجھ میں آگئی ہے۔ لیکن میرے رامپ ہاؤس جانے کے بارے میں کسی کو یہیں ہیڈ کوارٹر سے ہی معلوم ہوا ہے۔ یہ بات جوتی ہے کہ جب میں رامپ ہاؤس میں فائل دے کر واپس آ رہا تھا کہ پیشل ایجنسی کے چیف انیکٹر نے مجھے روکا۔ اس نے مجھے اپنا سرکاری کارڈ بھی دکھایا۔ اور مجھ سے پوچھا کہ میں رامپ ہاؤس کیا کرنے گیا تھا۔ اور میں اپنی شناخت کر اؤں۔ میرے انکار پر اس نے بتایا کہ صدر مملکت کی مخصوص ہدایات پر پیشل ایجنسی رامپ ہاؤس جانے والے ہر شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی پابند ہے۔ لیکن جب میں نے اپنی شناخت کرانے سے انکار کیا تو اس نے کہا کہ میں صرف اتنا بتا دوں کہ میں رامپ ہاؤس میں کس سے ملا ہوں تاکہ اس سے میرے بارے میں تفصیل پوچھ سکے۔ اس پر میں نے اسے بتایا کہ میں جس آدمی سے ملا ہوں اس کے دفتر کے باہر چیف انجینئر ہنگ منیجر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس پر وہ واپس چلا گیا۔ میں نے خیال نہ کیا کہ

ہو سکتا ہے۔ پیشل ایجنسی رامپ ہاؤس کے بارے میں فعال ہو۔ لیکن اس پوائنٹ پر غور کرنے کے بعد کہ مجرموں کو چیف انجینئر ہنگ منیجر کا پتہ کیسے چلا۔ میرے ذہن میں اس پیشل ایجنسی والے چیف انیکٹر کی بات تھی چنانچہ میں نے پیشل ایجنسی کے ڈائریکٹر جنرل سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ پیشل ایجنسی رامپ ہاؤس کی نگرانی نہیں کر رہی۔ اور نہ ان کے پاس ایسی کوئی ہدایات ہیں۔ رام چند نے جواب دیا۔

”ادہ۔ تو تمہارا مطلب ہے کہ اس چیف انیکٹر نے میری آوازیں فون کر کے رالف ہاؤس کا پتہ چلا دیا۔“ شاگل نے چونک کر کہا۔

”یس سر۔ مجھ سے چیف انجینئر ہنگ منیجر کا پتہ معلوم کر کے انہوں نے فون پر آپ کے بلے میں بات کی اور اس طرح انہوں نے رالف ہاؤس کا پتہ معلوم کیا اور پھر وہاں ریڈ کر کے وہ سب کو آسانی سے ملا کہ کسے فائل لے اڑے۔ میں نے رالف ہاؤس کا بھی معائنہ کیا ہے۔ اس کمرے میں موجود لاشوں کی کیفیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان پر انتہائی جدید ترین چوکنگ گیس استعمال کی گئی ہے۔ اور ایسی گیس کوئی عام مجرم استعمال نہیں کر سکتا۔ عام مجرم تو ان پر فائر کھول دیتے۔ لیکن فائرنگ کی آواز سے وہ کمرے جا سکتے تھے۔ رام چند نے جواب دیا۔

”ہوں۔ لیکن تم نے اس چیف انیکٹر کا حلیہ اور کارڈ نمبر تو دیکھا ہی ہو گا۔“ شاگل نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

”یس سر۔ کارڈ کے نمبر میرے ذہن میں تھے۔ لیکن میں نے معلوم کر لیا ہے وہ نمبر جعلی تھے۔ البتہ حلیہ میں نے ڈائریکٹر جنرل کو بتایا۔

کہا گیا اور ساتھ ہی پرائم منسٹر کی آواز سنائی دی۔
 "میلو" — پرائم منسٹر کے لہجے میں مخصوص وقار تھا۔
 "یس سر۔ میں شاگل بول رہا ہوں سر۔" شاگل نے فوراً
 متوجہ ہوا۔

کیا رپورٹ ہے مجرموں کے بارے میں؟ — پرائم منسٹر
 نے کڑخت لہجے میں پوچھا۔

"سر۔ یہ فائل پانچ شہا سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹس
 نے حاصل کی ہے۔ میں نے مکمل تفتیش کر لی ہے۔ اگر سر آپ مجھے
 ذرا بھی اشارہ کر دیتے کہ اس فائل پر مینٹنگ کال کی گئی ہے تو
 میں حفاظتی انتظامات کر لیتا۔ میں تو سمجھا تھا کہ فائل رامپ ہاؤس
 سے آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔ اس لئے میں بے فکر ہو گیا سر۔"
 شاگل نے جواب دیا۔

"مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ اس طرح کی کارروائی بھی ہو سکتی ہے
 لیکن یہ فارن ایجنٹس کون ہیں اور تم نے انہیں اب تک گرفتار
 کیوں نہیں کیا؟" — پرائم منسٹر صاحب نے کہا۔

"میں نے انہیں ٹریس کر لیا تھا۔ لیکن ہمیں ذرا سی دیر ہو گئی
 اور وہ چلنے والے پہلے مخصوص چارٹرڈ جہاز سے پاکیشٹان کو نکل گئے
 میں نے اب پاکیشٹانی اپنے فارن ایجنٹس کو الٹ کر دیا ہے کہ
 وہ یہ فائل دوبارہ حاصل کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کریں۔"
 شاگل نے اپنی جان چھڑانے کے لئے پوری ایک کہانی سنا دی
 "ٹھیک ہے۔ فائل ضرور حاصل ہونی چاہیے تھی۔ کیونکہ یہ

لیکن انہوں نے بتایا کہ اس جیلے کا کوئی آدمی ان کی ایجنسی میں نہیں
 ہے۔" — رام چند نے جواب دیا۔

"تم نے واقعی حیرت انگیز پھرتی دکھائی ہے رام چند جو اتنے
 سے وقت میں اس قدر تفصیلات معلوم کر لی ہیں۔ اور اب مجھے معلوم
 ہو گیا ہے کہ یہ کن لوگوں کی حرکت ہے۔ یہ یقیناً پاکیشٹان کے غارن
 ایجنٹس ناٹران یا اس کے کسی ساتھی کی حرکت ہوگی۔ ان کے سوا ایسی
 کارروائی کوئی نہیں کر سکتا۔ ہونی اور شکریہ یقیناً عمران کے قبضے میں
 ہیں۔ ان سے اس نے فائل کے بارے میں معلوم کیا ہوگا۔ اور پھر
 فوری طور پر فائل حاصل کرنے کے لئے اس نے انہیں کام پر لگا دیا
 ہوگا۔ جن آدمی نے تم سے بات کی تھی اس کا قد و قامت کیا تھا۔
 شاگل نے کہا۔ اور جب رام چند نے جواب دیا تو شاگل نے اثبات
 میں سر ہلادیا۔

"بالکل ناٹران کا یہی قد و قامت ہے۔ مجھے واقعی اس پہلو کا خیال
 رکھنا چاہیے تھا۔ لیکن ان کم جستجو کا مجھے خیال تک نہ آیا۔
 "اوه بالکل باس۔ اب آپ کے بات کرنے پر مجھے بھی خیال
 آ گیا ہے۔ وہ واقعی ناٹران تھا۔ وہ یقیناً اس وقت میک اپ میں تھا اس نے
 میں اسے پہچان نہ سکا تھا۔" رام چند نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔
 اور پھر اس سے پہلے کہ شاگل اس کی بات کا جواب دیتا۔
 ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس۔" شاگل نے رسوا اٹھاتے ہوئے کہا۔
 "پرائم منسٹر صاحب سے بات کیجئے۔" — دوسری طرف سے

سے فوری طور پر جان چھڑانے کے لئے بہانہ تو بنا دیا ہے کہ فائل یہاں سے نکل گئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے بار بار فون کر کے میرا مطلقہ بندہ کو دینا تھا لیکن اب اس ناثران کا وجود میں کافرستان میں سانس لیتا ہوا انہیں دیکھنا چاہتا۔ شاگل نے تیز ہلچے میں کہا۔

”میں کمرہ میں کام شروع کر دیتا ہوں کمرہ۔“
 رام چند نے عود بانہ ہلچے میں کہا۔ اور شاگل کمرہ ہلاتا ہوا باہر کی طرف نکل گیا۔ رام چند اس کے پیچھے تھا۔
 شاگل نے گیراج سے اپنی کار منگوائی اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار خراٹے بھرتی ہوئی پر ائم منسٹر گاؤس کی طرف دوڑی جا رہی تھی۔

فائل ہمارے لئے بے حد اہم تھی۔ لیکن اگر اسے پاکیشیا دلوں نے حاصل کیا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ پاکیشیا کو اس فائل کے چوری ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر یہ فائل ہمارے لئے اب بے کار ہو گئی ہے۔ لیکن ہمارے ایجنٹس کام ضرور کریں۔ تاکہ پاکیشیا دلوں کا ذہن کسی اور طرف نہ جاسکے اور وہ اس فائل میں ہی الجھے رہیں۔ پر ائم منسٹر صاحب نے گول مول سے ہلچے میں کہا۔

”میں سمجھا نہیں کمرہ۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کمرہ۔“
 شاگل پر ائم منسٹر کی تضاد سے بھرپور بات سن کر چونک پڑا تھا۔ اب موقع آگیا ہے کہ تمہیں صحیح صورت حال بتادی جائے۔ تاکہ تم صحیح صورتحال کو سمجھ کر آئندہ اقدامات کرو۔
 تم ایسا کرو کہ فوڈ پر ائم منسٹر گاؤس پہنچو۔ میں ہتھار انتظار کرو رہا ہوں۔ پر ائم منسٹر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

یہ کیا بات ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ بالابالا کوئی اور ہی جگہ چلایا جا رہا ہے۔ سیکورٹ سروس کو اعتماد میں ہی نہیں لیا گیا۔ میں پر ائم منسٹر سے احتجاج کروں گا۔ شاگل نے غصیلے ہلچے میں کہا۔ اور کسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”اب میرے لئے کیا حکم ہے کمرہ۔“ رام چند نے بھی کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
 ”تم اس کم نجبت ناثران کو تلاش کرو۔ میں نے پر ائم منسٹر صاحب

ملازم نے پھاٹک کھول کر سائیڈ سے جھانکتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے سر ملاتے ہوئے کارڈ شمارٹ کی اور کوٹھی کا لان کراس کر کے برآمدے کے سامنے بنے ہوئے پورچ میں پہنچ گیا۔

سامنے برآمدے میں ایک لمبا تڑنگا ادھر ادھر آدمی گھر بلباس پہنے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ عمران نے کارڈ کی اور پھر صفر کو باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے نیچے اتر آیا۔ وہ بھگ گیا تھا کہ برآمدہ میں کھڑا آدمی ہی ایس بھرتی تھری کا چیف انجینئر لیاقت علی ہے۔

”میرا نام لیاقت ہے۔ فرمائیے۔“ عمران کے باہر نکلتے ہی اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں عمران کا دیا ہوا کارڈ تھا۔

”یہ کارڈ آپ نے پڑھ لیا ہے۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ لیکن جغرافیہ کل سر دے ایجنسی کا مجھ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔“ لیاقت علی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پہلے تو یہ کارڈ مجھے واپس دے دیجیئے۔ ہماری ایجنسی بڑی غریب سی ہے۔ اس کے پاس اتنا بجٹ نہیں ہے کہ اس قدر قیمتی کارڈ زیادہ تعداد میں چھپو اگر تقسیم کر سکے۔“ عمران نے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے خود ہی لیاقت علی کے ہاتھ سے کارڈ اس طرح چھپٹ لیا جیسے واقعی وہ کوئی انتہائی قیمتی چیز ہو۔ لیاقت علی اس طرح چونک کر عمران کو دیکھنے لگا جیسے اُسے یقین نہ آ رہا

عمران نے کارڈ پر لکھا ہوا فیصلہ کارڈ کی کوٹھی نمبر بارہ کے گیٹ کے سامنے روکی اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ سائیڈ سیٹ پر صفر موجود تھا۔ وہ اندر ہی بیٹھا رہا۔ عمران نے کال بنا کر بین دیا یا۔ تو چند لمحوں بعد پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک ملازم باہر آ گیا۔

”یہ کارڈ اپنے صاحب کو دے دو۔“ عمران نے حیرت سے ایک کارڈ نکال کر ملازم کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ اور واپس سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”بہتر سر۔“ ملازم نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور واپس کھڑکی میں غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھاٹک پورا کھل گیا۔

”تشریف لائیے جناب۔ صاحب آپ کے منتظر ہیں۔“

ہو کہ کوئی اس قسم کی بات یا حرکت بھی کر سکتا ہے۔

”ہاں۔ اب یہ تعلق ہمیں برآمدے میں ہی کھڑے کھڑے بتا پڑے گا یا آپ ہمیں ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھنے کی اجازت دیں گے۔“ عمران نے کارڈ کو جیب میں رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”آئیے۔“ ییافت علی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اور برآمدے کی سائیڈ میں بنے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف چل پڑا۔ یہ ڈرائنگ روم تھا۔

”تشریف رکھتے۔“ ییافت علی نے بڑے طنز یہ سے لہجے میں صوفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور عمران اس طرح صوفے پر بیٹھ گیا جیسے زندہ گی میں پہلی بار کسی صوفے پر بیٹھ رہا ہو۔

”جی اب فرمائیے۔“ ییافت علی نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔ یعنی آپ ہمیں چائے وغیرہ بھی نہ پوچھیں گے۔ کمال ہے۔ یہ تو کم از کم آداب میزبانی کے خلاف بات ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ پہلے یہاں تشریف لائے گا مقصد بتائیے۔ میرے پاس فالو تو وقت نہیں ہے۔“ ییافت علی کا اچھریک لخت پہلے سے زیادہ خشک ہو گیا۔

”جیسے آپ کی مرضی۔ میں نے تو سوچا تھا۔ چلو چائے وغیرہ پی کر بات کی جائے۔ لیکن ہو سکتا ہے آپ کی تنخواہ فضول خرچی کی

اجازت نہ دیتی ہو بات دراصل یہ ہے کہ ہماری انجینی آج کل سمندر کی تہہ کے جھڑیفے کا مہر دے کر رہی ہے۔ اور آپ پاکلیشا کی ایچی آہ دز کے چیف انجینئر ہیں۔ اور انجینی کو معلوم ہوا ہے کہ کسی فنی خرابی کی وجہ سے آہ دز کافی دیر تک سمندر کی تہہ میں بیٹھی چلنوزے کھاتی رہی ہے۔ اور ظاہر ہے جب چلنوزے کھاتے جاتے ہیں تو ادھر ادھر بھی دیکھا جاتا ہے۔ بس آپ ہمیں ادھر ادھر کی تفصیل بتادیں۔“ عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

”کیا بکو اس ہے۔ کیا آپ پاگل ہیں۔“ ییافت علی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے میز پر رکھے ہوئے شیلی فون کے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”ابھی اسے رہنے دیں ییافت علی صاحب۔ اس کا وقت بھی آجبلے گا۔“

عمران نے یک لخت غراتے ہوئے کہا۔ اور ییافت علی چونک کر سیدھا جوار اس کے چہرے پر یک لخت حیرت کے آثار ابھر آئے۔ کیونکہ عمران نے اس کے چہرے کے نقوش یک لخت بدل گئے تھے۔

”کیا مطلب۔“ آپ میں کون۔“ ییافت علی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”آپ شادی شدہ ہیں۔“ عمران نے تیز لہجے میں

دھچکا۔

”شادی شدہ۔“ ہاں۔ کیوں۔“ ییافت علی نے ایک

آئے ہیں۔ کالونی کے گیٹ پر تو کسی غیر متعلق آدمی کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ — یاقوت علی واقعی وقتی طور پر بے حد اچھا لگتا تھا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ بڑی طرح ہوجکا ہے۔ "میں نے بچے کو پوچھے تھے"۔ — عمران نے اسی طرح سادہ سے ہلچل میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا کوئی بچہ نہیں ہے۔" — یاقوت علی نے اس طرح جواب دیا جیسے عمران کے سر پر لٹھ مار رہا ہو۔

"اوه — دیرمی سوری۔" اچھا میں تو دعا ہی کر سکتا ہوں اور ضرور کر دوں گا۔ کہتے ہیں خلوص سے دعا کی جائے تو ضرور پوری ہوتی ہے۔ بس سامان مسئلہ اسی خلوص کا ہے۔ بازار میں ملتا نہیں۔ جو آدمی جا کر دو چار کلو غریب سے — عمران کی زبان چل پڑی۔ اوه یاقوت علی اب ہونٹ دبائے اس طرح عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے کھلم یقین ہو گیا ہو کہ عمران واقعی یا گل ہے۔

اسی لمحے صفدر واپس اندر داخل ہوا۔ اور بڑی خاموشی سے واپس صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا" — عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ایک ہی تھا۔ ڈاؤن ہو گیا۔" صفدر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور عمران کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھرائے۔

"کیا ہو اس سے۔ چلیں انھیں۔ دفع ہو جائیں۔ اب میں مزید برداشت نہیں کر سکتا۔" پانچوں کو میری ہی کو کھٹی نظر آئی تھی۔ — یاقوت علی نے اس بار حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

اور بھکا کھاتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اپنی جگہ کو بوائے۔ تاکہ اس کے سامنے بات کھل جائے۔" — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جگہ کو — لیکن جگہ تو بچوں سمیت اپنے بیٹے گئی ہوئی ہیں لیکن آپ ہیں کون۔ کیا چاہتے ہیں۔" — یاقوت علی اب بڑی طرح اچھ گیا تھا۔

"صفدر۔ تم جا کر کار میں بیٹھو۔ میں ذرا یاقوت علی صاحب سے ایک ہر دانہ بات کر لوں۔" — عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور صفدر مسکراتا ہوا اٹھا اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

"آپ کے کتنے بچے ہیں۔" — عمران نے صفدر کے جلتے ہی بڑے مطمئن لہجے میں پوچھا۔

"کیا ہو اس سے۔ آپ ہیں کون۔" — یاقوت علی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب شاید بات اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔

"ارے۔ آپ تو اس طرح گھبرائے ہیں جیسے میرا تعلق خاندانی منصوبہ بندی والوں سے ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ تشریف رکھیں۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور یاقوت علی ہونٹ کاٹتا ہوا دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"خدا کے لئے آپ کھل کر بات کریں۔ آپ کون ہیں اور کیوں

”آج سے ایک ماہ پہلے ایک تقریب میں ایک آدمی مجھے ملا۔ وہ میروں کا سمگلر تھا۔ اس نے میری بیوی کو انتہائی قیمتی بیروں کا کارڈ دکھانے میں دیا۔ اور پھر میری اس سے دوستی بڑھ گئی۔ اور پھر

[illegible]

”بتاؤ“ — عمران نے چوتھی گولی چلائی اور سیاسی زخم
 ریاست علی کے دوسرے گال پر نمودار ہو گیا۔ عمران کا نشانہ واقعی
 حیرت انگیز تھا۔

ہو گئے۔ میں نے گرپ کھول کر اسے تار پیڈ و مثل میں ڈال کر بیٹن دبا دیا۔ اور گرپ پیچھے تہہ میں موجود ریت میں دھنس گئی۔ پھر جب والو کس دیا گیا تو آہ وز ٹھیک ہو گئی اور واپس آگئی۔ یہاں علی نے عمران کی گرفت میں بری طرح پھڑکتے ہوئے رک رک کر تفصیل بتائی۔
 ”گرپ کی جگہ کیا لگایا تم نے؟“ عمران نے چھینے ہوئے

پوچھا۔ ”کچھ نہیں۔ وہ باکس خالی ہے۔ میں اب کافرستان چلا جاؤں گا۔ میں پاکیشیا سے چلا جاؤں گا۔ پاکیشیا والوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ مجھے ترقی دینے کی بجائے ایک سفارشی کو ترقی دے دی تھی۔ حالانکہ میرا حق تھا۔ میں نے گرپ دے دی۔ اب میں کافرستان چلا جاؤں گا۔“ یہاں علی اب ذہنی طور پر واقعی پاگل ہو چکا تھا۔

”تم اب کافرستان کی بجائے قبرستان جاؤ گے۔ تم نے صرف ترقی نہ ملنے پر پاکیشیا کے ساتھ اتنی بڑی خدائی کی۔ لعنت ہے تم پر۔“ عمران نے عزاتے ہوئے کہا۔ اور ایک جھٹکے سے اُسے صوفے پر پھینکا۔ اور دوسرے لمحے کمرہ گولیوں کے دھماکوں اور لیاقت علی کی جھجھکیوں سے گونج اٹھا۔
 عمران نے جمیر میں موجود باقی تمام گولیاں انتہائی نفرت آمیز انداز میں لیاقت علی کے سینے میں اتار دی تھیں۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی انسان کی بجائے کسی پاگل کتے کے جسم

میں گولیاں اتار رہا ہو۔ دروازے پر کھڑا صفدر بھی عمران کا چہرہ دیکھ کر بے اختیار کانپ اٹھا۔

”چلو صفدر۔“ عمران نے خالی ریو اور حبیب میں ڈالار اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کا چہرہ اب بھی غصے سے انتہائی سرخ ہو رہا تھا۔ اور وہ بار بار ہونٹ کاٹ رہا تھا اور صفدر خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔

انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ — شاگل نے بڑے خوشامدانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تم صحیح سمجھے ہو۔ یہ بہت گہرا کھیل ہے۔ اور اس کھیل میں کامیابی کا فرستان کو ایسی عظمت دے گی کہ پاکہ شیہ صدیوں تک ان کی برابری کا دعویٰ نہ کر سکے گا۔ اور میں نے تمہیں اس لئے بتایا ہے کہ یہ کھیل اب آخری مرحلے پر پہنچ گیا ہے۔ اور اب تمہارا ہی ضرورت پڑی ہے۔ — وزیر اعظم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ سہ — میں کا فرستان کی خاطر اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینا باعثِ فخر سمجھوں گا سہ۔ — شاگل نے جواب دیا۔

”گد — تمہارا یہ جذبہ قابلِ فخر ہے۔ اب مختصر طور پر اس سارے کھیل کا پس منظر سمجھ لو۔ تاکہ تمہیں اپنا کردار ادا کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ — وزیر اعظم نے میز کے کنارے پر لگے مختلف بتوں کے پینل میں سے سرخ رنگ کا بتن دباتے ہوئے کہا۔ اس بتن کے پریس ہوتے ہی وزیر اعظم کے دفتر کا مخصوص حفاظتی نظام آن ہو گیا تھا۔ اور اب یہاں ہونے والی کوئی بات کسی طرح بھی باہر سے سنی نہ جاسکتی تھی۔

”یہ سہ — شاگل نے تجسس بھرے لہجے میں کہا۔

”سنو۔ پاکیشیا اور شوگر ان کے درمیان ایک اہم دفاعی معاہدہ ہونے والا ہے۔ اس دفاعی معاہدے کی اہمیت یہ ہے

شاگل نے بڑے مؤدبانہ انداز میں میز کے پیچھے بیٹھنے ہوئے کا فرستان کے وزیر اعظم کو سیلوٹ کیا۔ اور پھر اپنی شان ہو کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھو شاگل۔ — وزیر اعظم نے قدرے بے تعلقانہ لہجے میں کہا۔

”یقیناً یہ سہ۔ — شاگل نے جواب دیا۔ اور میز کے سامنے رکھی ہوئی کسی پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔

”تم نے یقیناً یہ سوچا ہو گا کہ میں ذاتی طور پر اس سارے معاملے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہوں۔ — وزیر اعظم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سہ۔ آپ کا فرستان جیسے عظیم ملک کے عظیم رہنما ہیں۔ آپ کی دلچسپی بتا رہی ہے کہ یہ معاملہ کا فرستان کی عظمت کے لئے

کے متعلق تفصیلات فون پر مجھے بتادیں۔ اب چونکہ فائل ہمارے پاس پہنچ چکی تھی۔ اس لئے ہم نے اعلیٰ انجینئرنگ کی میٹنگ بلا کر اس پر تفصیلی غور فکر کرنا چاہا۔ تاکہ اگر ہو سکے تو اس کی اصل ٹیکنالوجی کو بھی ٹریس کر لیا جائے۔ لیکن اس فائل سے یہ مقصد عمل نہ ہو سکا۔ اور چیف انجینئر جگ منیجر نے مجھے فون پر اس کی اطلاع دی کہ ٹیکنالوجی معلوم کرنے کے لئے آبدوز کا انوکھا جانا ضروری تھا۔ لیکن ایسا ناممکن تھا۔ ایک تو ہمارے پاس ایسی مشینری نہ تھی۔ جس سے اس آبدوز پر قابو پایا جاسکے۔ دوسرا اس سے پاکیشیا کا فرسٹان اور شوگران کے درمیان کھلی جنگ بھی چھڑ سکتی تھی۔ جو ہم نہ چاہتے تھے۔ کیونکہ اس طرح یہ معاہدہ فوری طور پر مکمل ہو جاتا۔ بہر حال ہمارے انجینئرنگ ہلاک کر دیتے گئے۔ اور بقول تمہارے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹ وہ فائل واپس لے گئے۔ ویسے بھی اب یہ فائل ہمارے لئے بے کار ہو چکی تھی۔ ٹیل کی یاد ہمیں معلوم ہو چکی تھی۔ اکیس تھری تھری کا فرسٹان سرحد کے پاس موجود تھی۔ کہ اچانک اسے واپس کا حکم ملا۔ اس پر ملٹری انشٹیٹیوٹ جنس والے فوری حرکت میں آئے۔ آبدوز کے چیف انجینئر کو ریڈ سگنل دے دیا گیا۔ اور اس نے واپس جانی ہوئی آبدوز میں فنی خرابی پیدا کر کے اسے سمندر کی تہ میں بٹھایا اور پھر اس کی اہم ترین جنگی مشین کا سب سے اہم پرزہ جس کے ذریعے آبدوز کی انیمک کارکردگی آپریٹ ہوتی ہے۔ جسے انونٹری گروپ کہتے ہیں اس نے تار پیڈ منٹ

کہ شوگران پاکیشیا کو اپنی جدید ٹیکنالوجی پر مبنی جنگی مشینری دے گا اور اگر یہ معاہدہ ہو گیا تو پاکیشیا اس سارے علاقے کی بہت بڑی طاقت بن جائے گا۔ اس معاہدے کے لئے شوگران کے صدر پاکیشیا آنے والے ہیں۔ ہم دیے تو اس معاہدے کو وجود میں آنے سے نہیں روک سکتے۔ اس لئے ہم نے اس معاہدے کو روکنے کے لئے ایک سکیم تیار کی ہے۔ اس سکیم کے مطابق ہم نے شوگران کی پاکیشیا کو دی ہوئی آبدوز اکیس تھری تھری کے ایک اسم ترین پرزے کو اڑانے کی سکیم تیار کی۔ چنانچہ ہمارے ملٹری انشٹیٹیوٹ کے انجینئروں نے کام شروع کیا اور ہم نے پاکیشیا نیوی کے اعلیٰ حکام تک یہ خبریں پہنچائیں کہ کا فرستانی سرحد میں ایک انتہائی اہم ترین اور جدید ترین بارودی سرنگیں موجود ہیں جن کی مدد سے پاکیشیا کی بحریہ کو یہیں سے مکمل طور پر تباہ کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں یقین تھا کہ ان خبروں کے ملتے ہی پاکیشیا نیوی کے اعلیٰ حکام اسے آبدوز اکیس تھری تھری کو کا فرستانی حدود میں ان بارودی سرنگوں کی چکیچک کے لئے بھیجیں گے۔ اور ہم نے اکیس تھری تھری کے چیف انجینئر لیاقت علی کو بھی خبر یہ لیا۔ لیکن باقی عملہ چونکہ خیرہ اند جاسکتا تھا۔ اس لئے ہم نے ایک اور سکیم تیار کی۔ کہ تمہارے ذریعے پاکیشیا سے اکیس تھری تھری کی خفیہ فائل اڈوائی۔ ہمارا مقصد صرف اتنا تھا کہ اس سے ہم یہ چیک کر سکیں کہ اس کے تار پیڈ منٹ کی اصل یاد کیا ہے۔ تم نے یہ فائل اڈوائی اور ہمارے نیوی کے چیف انجینئر نے یہ فائل ملتے ہی اس یاد

”نائنس۔ ابھی تو اس سارے کھیل کا صرف ایک مرحلہ طے ہوا ہے۔ یہ پوزہ ایسا ہے کہ اگر اسے کھولا جائے تو یہ یکسر بگاڑ ہو جائے گا۔ اس لئے یہ ہمارے یا کسی اور کے کام کا نہیں ہے۔ لیکن اس سے پاکیشیا کو صرف اتنا نقصان ہو سکتا ہے۔ کہ آہ وز کی ایٹمی صلاحیت بے کار ہو جائے گی۔ اور بس۔“ وزیر اعظم نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ یس سر۔“ شاگل نے اثبات پر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اب اس کا دوسرا مرحلہ ہے۔ شوگر ان کا صدر پاکیشیا کے دورے کے دوران اپنی اس آہ وز میں بھی جائے گا۔ اس کا مقصد یہ دیکھنا ہے کہ پاکیشیا کے آدمیوں میں شوگر ان کی اس اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی کو استعمال کرنے کی کس قدر صلاحیت ہے۔ اس کے ساتھ شوگر ان کے ماہرین کا وفد بھی ہو گا۔ اور پھر پاکیشیا والے اس آہ وز کو ان کے سامنے آپریٹ کریں گے۔ اور ان کی رپورٹ پر ہی اس معاہدے کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار ہو گا۔ اگر پاکیشیا

واپس لے اپنی صلاحیت ثابت کر دی۔ تو شوگر ان معاہدے میں ایسی اعلیٰ ٹیکنالوجی کی جنگی مشینیں شامل کرے گا ورنہ نہیں۔ اب اس گرپ کے بغیر زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ آہ وز کی ٹیکنالوجی کو کم نہ کرے گی۔ اور پھر انہیں پتہ لگ جائے گا کہ گرپ چوری کر لی گئی ہے اور اس کا یہ نتیجہ بھی ہو سکتا ہے کہ فوری طور پر شوگر ان سے متبادل گرپ منگو کر اس میں خرابی کر دی جائے اور پھر

کے ذریعے سمندر کی تہ میں پریس کر دی اور پھر یہ آہ وز واپس چلی گئی۔ اس چیف انجینئر کا کام چونکہ ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے اس کے قتل کے آرڈر دے دیئے۔ اور ابھی تہا نے آنے سے چند لمحے پہلے مجھے اطلاع ملی ہے کہ اسے اس کی ریاست گاہ پر قتل کر دیا گیا ہے۔ ہمارے غوطہ خوروں نے آہ وز کے جانے کے بعد اس جگہ سے پوزہ واپس حاصل کرنا تھا۔ اور ظاہر ہے اس کے لئے تاریف ڈسٹریکشن پلاننگ پاور کا علم ہونا ضروری تھا۔ سبجانے یہ پاور کتنی تھی۔ اور پوزہ کتنی چھپائی میں اتر گیا تھا۔ لیکن چونکہ فائل سے ہمیں پاور کا صحیح علم ہو گیا تھا اس لئے ہم نے تہ کی چھپائی سے۔ دو پوزہ صحیح سلامت حاصل کر لیا۔“ وزیر اعظم نے طویل تقریر کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ رک گئے جیسے بولتے بولتے تھک گئے ہوں۔

”یس سر۔ میں سمجھ گیا سر۔“ شاگل نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیا سمجھ ہو۔“ وزیر اعظم نے چونک کر پوچھا۔

”یس سر۔ کہ وہ آہ وز کا اہم ترین پوزہ ہمیں مل گیا ہے۔“ شاگل نے جواب دیا۔

”تو پھر اس سے دفاعی معاہدہ کیسے رک کے گا۔“

”وزیر اعظم شاید اس کا امتحان لینے پر تامل کئے تھے۔“

”مم۔ مم۔“ سر کیا بتا سکتا ہوں۔“ شاگل بڑی طرح گڑبڑا گیا۔

صلاحیتوں کا امتحان ہو جائے۔ اس لئے ہم نے یہ پلان بنایا ہے۔
 کہ اس گروپ کی جگہ ہمارے ماہرین کا تیار کردہ ایسا پرزہ فٹ
 کر دیا جائے۔ جس سے آبدوز کی مشینری کی ٹیکنالوجی میں گزربو
 جائے۔ وہ کام تو کرے۔ لیکن ظاہر ہے اصل گروپ کی بجائے
 نقلی گروپ ہونے کی وجہ سے وہ سراسر غلط کام کرے گی۔
 دوسرے لفظوں میں اس کا نظام حرکت تو کرے گا لیکن صحیح
 کام نہ کرے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ شوگر ان کے ماہرین
 اور صدر لاء محالہ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ پاکستیا کے ماہرین
 اس ٹیکنالوجی کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی صلاحیت نہیں
 رکھتے۔ اس طرح دفاعی معاہدے میں یہ شق شامل نہ ہو سکے
 گی۔ ہمارے ملٹری ایجنٹس نے اطلاع دی ہے کہ آبدوز جنرل
 چینگ کے لئے پیش ورکشاپ میں ایک دو روزہ جاک پہنچ جائے
 گی اور ظاہر ہے دہلی سے اس گروپ کی عدم موجودگی کا فوری
 پتہ چل جائے گا۔ اس لئے اب یہ گروپ ہر صورت میں آبدوز تک
 پہنچانی ہے۔ ویسے تو یہ کام ہمارے ملٹری ایجنٹس بھی کر سکتے ہیں
 لیکن ہو سکتا ہے کہ ان کے متعلق کوئی معلومات پاکستیا ملٹری
 ایجنٹس کے پاس ہوں۔ اس لئے میں نے یہ رسک نہ اٹھانے
 کا فیصلہ کیا ہے۔ اور چونکہ تم سیکرٹ سروس کے چیف ہو۔
 اس لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ کہ تم خود یہ گروپ پاکستیا
 پہنچاؤ گے۔ تمہاری مدد البتہ ملٹری ایجنٹس کریں گے۔ وزیر اعظم
 نے کہا۔

لیکن سر یہ تو غاصت ٹیکنیکی کام ہے۔ شاگل نے حیران
 ہوتے ہوئے کہا۔
 تو کیا تم ہمیں اہم سمجھتے ہو۔ کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔ سنو
 تم نے یہ گروپ صرف اس ورکشاپ میں موجود ایک خاص آدمی تک
 پہنچانی ہے۔ وہ ہمارا آدمی ہے۔ اسے فٹ وہ کرے گا۔ وزیر
 اعظم نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے سر۔ میں تیار ہوں سر۔ لیکن سر ایک بات میری
 سمجھ میں نہیں آتی۔ شاگل نے کہا۔

”وہ کون سی بات ہے۔“ وزیر اعظم نے چونک کر پوچھا۔
 ”سر۔ جنرل چینگ میں انہیں بہر حال یہ معلوم ہو جائے گا کہ
 یہ گروپ نقلی ہے۔“ شاگل نے واقعی ضمانت آمیز بات کی
 تھی۔ لیکن وزیر اعظم اس کی بات سن کر مسکرا دیئے۔

تم واقعی ذہین آدمی ہو۔ اور مجھے خوشی ہے کہ کا فرستانی
 سیکرٹ سروس کا چیف ذہین آدمی ہے۔ لیکن تمہیں آبدوز کی
 جنرل چینگ کی ٹیکنیکی انداز کی تفصیلات کا علم نہیں اس لئے
 تمہارے ذہن میں یہ سوال ابھرا ہے۔ نقلی گروپ بالکل اصل
 گروپ کی طرح ہو گی اور ظاہر ہو رہا ہو ویسی ہی۔ باہر سے بالکل وہی
 — اور جنرل چینگ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس آبدوز کی
 اہلی مشینری کو چلا کر دیکھیں گے وہ صرف اس قدر چیک کریں گے کہ
 آبدوزیں ہر چیز موجود ہے یا نہیں۔ اس لئے بس اس گروپ کی
 موجودگی سے ہی وہ مطمئن ہو جائیں گے۔ وزیر اعظم نے کہا۔

تو پھر یہ سب کیسے ہو گا۔۔۔ شاگل نے پریشان لہجے میں کہا۔

”اگر ایسی بات ہے سر۔ تو پھر اتنا لمبا کھیل کھیلے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ چیف انجینئر وہیں پاکستانیہ میں ہی وہ گرپ نکال کر نقلی گرپ ڈال سکتا تھا۔“ — شاگل نے منہ نہاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ مجھے شاید اپنا پہلا ریکارڈ واپس لینا پڑے گا۔ تم انتہائی احمق آدمی ہو۔ تمہاری کھوپڑی میں عقل کی ایک رقم بھی موجود نہیں ہے۔“ — وزیر اعظم نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

اور شاگل نے باوجود سیکرٹ سروس کے چیف ہونے کے اس طرح سر جھکا لیا جیسے وہ سیکرٹ سروس کے چیف کی بجائے کوئی چپڑاسی قسم کا آدمی ہو جو صاحب کی جھڑکیاں سننے ہی سر جھکا لیتا ہے۔

”سنا احمق آدمی۔ پاکستانیہ والے اس آبدوز کی انتہائی کمزوری نگرانی کرتے ہیں وہاں سے کوئی چیز نکال کر لے آنا ناممکن ہے۔ یہ گرپ صرف اس دوران دیاں پہنچائی جاسکتی ہے۔ جب کہ آبدوز جہز چیکنگ کے لئے پیشل ورکشاپ میں ہوا۔ اور میرے الفاظ غور سے سن لو۔ پہنچائی جاسکتی ہے۔ وہاں سے نکالی نہیں جاسکتی۔ اور دونوں میں بے پناہ فرق ہے۔ اس لئے ایسا راستے میں کیا گیا۔ اور دوسری بات یہ کہ نقلی گرپ اصل گرپ کو سامنے رکھے بغیر نہیں بنا جاسکتی تھی۔ اور اس کے لئے ہمارے ماہرین کو کم از کم بارہ گھنٹے چاہئے تھے اور بارہ گھنٹے ہمیں اسی صورت میں مل سکتے ہیں کہ آبدوز راستے میں ہو۔ اور واپسی کے فوراً بعد اسے دوسرے مشن پر بھیجنے کی بجائے ورکشاپ میں بھیج دیا جائے۔“ — وزیر اعظم نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"اس کے لئے ایک اور سکیم تیار کی گئی ہے۔ شوگر ان کا صدر کس وقت اور کس دن آمد و زین پہنچے گا۔ اور کس لمحے پاکستان کے صدر کی طرف سے مخصوص سگنل دیا جائے گا۔ یہ سارا پروگرام حکومت شوگر ان اور حکومت پاکستان کے درمیان طے ہو چکا ہے اور چونکہ اس کا براہ راست تعلق پاکستان کی سنٹرل انٹیلی جنس سے ہے۔ اسی لئے سارے پروگرام کی تفصیلات کا علم پاکستان کی سنٹرل انٹیلی جنس کو ہو گا۔ لیکن ظاہر ہے یہ ثابت سیکرٹ ہے۔ اس لئے اس کو معلوم کرنے کے لئے ایک نئی سکیم تیار کی گئی ہے۔ اس سکیم کے مطابق حکومت کافرستان اور حکومت پاکستان کے انٹیلی جنس آفسروں کے درمیان جو رسمی میٹنگ ہونے والی ہے۔ اس میں پاکستان کے آفسران کو شمولاً جائے گا۔ اس بات کو اوپر کرنے کے لئے فردری تھا کہ اسے ایجنٹس میں رکھا جائے۔ چونکہ یہ میٹنگ اس بار کافرستان میں ہونے والی ہے۔ اس لئے ہم نے اس میٹنگ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اور ہم نے ایجنٹس میں یہ شق رکھ دی ہے کہ حکومت شوگر ان کے صدر کے دورے کی تمام تفصیلات سے پاکستان حکومت کافرستان کو بھی مطلع کرے۔"

لیکن سر..... شاگل نے فوراً ہی کہنا چاہا۔
 "خاموش رہو۔ پہلے میری بات پوری طرح سن لو۔ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ مجھے معلوم ہے۔ تم ہی کہنا چاہتے ہو کہ پاکستانی دے لے کچھ بتانے سے انکار کر دیں گے۔ یہ بات ہمیں بھی معلوم

ہے۔ لیکن یہ شق صرف ہم نے ڈکشن اوپر کرنے کے لئے کی ہے۔ اس کی ڈکشن اوپر ہونے سے ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وفد میں شامل کون آدمی اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور اس کے بعد متبادرا کام کہ تم اس آدمی کو اغوا کر کے اس کی جگہ اپنا سیکرٹ ایجنٹ لے آؤ۔ جو اس وفد کا آدمی بن کر واپس جائے گا اور پھر اس کا کام وہاں جا کر یہ ہو گا کہ وہ ہمیں اس سارے پروگرام کی پوری تفصیل بتائے گا۔ اور اس تفصیل کے مطابق ہم اپنا آئندہ لائحہ عمل طے کریں گے۔ اور عین اس لمحے جب کہ پاکستان کا صدر مخصوص سگنل دے گا۔ کافرستان سے بھی نقلی گرپ کی مخصوص لائن کو آن کرنے کے لئے ریڈیو سگنل دے دیا جائے گا اور نقلی گرپ جس میں اس ریڈیو سگنل کے آپریٹ ہونے کی گنجائش دکھ دی گئی ہے کام شروع کر دے گی۔ اس طرح پاکستانی دلوں کو بالکل شک نہ پڑے گا کہ یہ گرپ اصل سے یا نقل وہ اسے اصل سمجھیں گے کیونکہ وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ گرپ پاکستان کے صدر کے مخصوص سگنل سے آن ہوئی ہے۔ اور پھر جب یہ کام صحیح نہ کرے گی تو شوگر ان کے ماہرین اپنے صدر کو جو مشورہ دیں گے۔ اس کے مطابق شوگر ان کا صدر اس دفاعی معاہدے میں اعلیٰ لیٹننٹ لوجی کی حاملی دار مشینری شامل کرنے سے انکار کر دے گا۔ اور اس طرح معاہدہ اصل مقصد پورا ہو جائے گا۔ وزیراعظم نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"سر..... ایک بات عرض کر دوں۔" شاگل نے

ڈرتے ڈرتے کہا۔

”بولو کیا بات ہے۔“ وزیر اعظم نے جو میز کے کونے پر رکھے ہوئے پانی کے گلاس سے پانی پی رہے تھے چومک کر پوچھا۔

”سر، کیا جہاز آدمی پاکستان میں کام کر کے یہ تفصیلات حاصل نہیں کر سکتے۔“ شاگل نے کہا۔

”اُل، کر سکتے ہیں۔ لیکن لامحالہ پاکیشا والوں کو فکس کر سکتا ہے۔ اور معمولی سا شک پڑتے ہی انہوں نے سارا پروگرام فوری طور پر تبدیل کر دیتا ہے۔ نظاہر ہے ایکشنس کو یہ پروگرام اخبار میں چھپا ہوا تو نہیں مل سکتا۔ اس کے لئے انہیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔“

وزیر اعظم نے جواب دیا۔

”یہ سر میں سمجھ گیا سر۔ لیکن سر، اخبار میں یہ تو لازماً آئے گا کہ شوگر ان کے صدر کس وقت آجہ وز کا مصائبہ کریں گے۔ اس سے بھی کام چل سکتا ہے۔“ شاگل نے کہا۔

”ٹانسس۔ احمق۔ تمہیں کس نے سیکرٹ سروس کا چیف بنا دیا ہے۔ یہ انتہائی لمبا پب سیکرٹ مشن ہے۔ اسے اپن نہیں کیا جائے گا۔ شوگر ان میں جہاز سے ملنے والی خبریں نے بڑی جدوجہد۔“

کے بعد یہ سارا پروگرام حاصل کیا ہے۔ اس آجہ وز کو کسی خفیہ مقام پر لے جایا جائے گا اور شوگر ان کا صدر اس کے ماہرین اور پاکیشا کے صدر اور اس کے ماہرین اس خفیہ مقام پر اس کو چیک کریں گے۔ انیمک ٹیکنولوجی کو حرکت میں لایا جانا کوئی مذاق ہے۔ کیا تمہارا

خیال ہے کہ وہ اسے بندرگاہ پر کھڑے کھڑے آن کر دیں گے۔ اس کے لئے انتہائی اقدامات کئے جا رہے ہوں گے۔“ وزیر اعظم نے پھاڑ کھانے والے پہلے میں کہا۔ اور شاگل نے ایک بار پھر اس طرح سر ہلکایا۔ جیسے نالائق بچے سبق یاد نہ ہونے پر شرمندگی سے سر جھکالیتے ہیں۔

”اب تم مجھے بتاؤ کہ تم اس اہم ترین مشن کے لئے کس ایجنٹ کا نام تجویز کر دو گے۔ میرا مطلب ہے انٹیلی جنس میٹنگ والے مشن کے لئے۔“ وزیر اعظم نے کہا۔

”سر۔ یہ تو جس آدمی کی جگہ لینے کا فیصلہ ہو گا۔ اس کے قد و قامت اور چلنے کے مطابق ہی آدمی سلیکٹ کرنا ہو گا۔“ شاگل نے جواب دیا۔

”جگڑ تمہاری بات درست ہے۔ ٹھیک ہے۔ یہ جب میٹنگ ہو گی اس وقت دیکھا جائے گا۔ تم بہر حال یہ نقلی گپ پہنچانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تمہیں آج رات ہی یہ مشن مکمل کرنا ہے۔ یہاں بلا کر اس ساری تقریب سنانے کا مقصد یہی ہے کہ ہر چیز تمہارے علم میں ہو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ تم کس قدر اہم ترین مشن پر کام کرنے جا رہے ہو۔ اور سنو۔ اگر تم سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہوئی۔ چاہے وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو تو میں اپنے ساتھیوں سے تمہارے سینے میں مٹین گن کا پورا برسٹ اتار دوں گا۔“ وزیر اعظم نے کہا۔

آپ سر قطعاً بے فکر رہیں سب ٹھیک ہو جائے گا سر۔ شاگل نے فوراً ہی پہلے میں اعتماد پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"اور کے۔ دشمن لوگوں تک۔ تم اب سے ٹھیک چار گھنٹوں بعد انتہائی خفیہ طریقے سے راجیش جنگل میں موجود ریسٹوران کے کاؤنٹر پر پہنچ کر کاؤنٹر کلرک سے صرف دو لفظ کہو گے۔ ریڈ و ہسکی۔ اور کاؤنٹر کلرک تمہیں ریسٹوران کے ایک کمرے کی چابی دے گا۔ اور پھر وہاں سے تمہارا مشن شروع ہو جائے گا۔ وہاں ملٹری انٹیلیجنس کے لوگ موجود ہوں گے۔ باقی تفصیلات تم ان سے خود سٹے کر دو گے۔ لیکن تمہارے اس خفیہ مشن کا صرف تمہاری ذات کے اور کسی کو علم نہیں ہونا چاہیے حتیٰ کہ تمہارے ہیڈ کووارٹر کے کسی بھی آدمی کو اس کا علم نہ ہو گا۔ سمجھ گئے۔" وزیر اعظم نے کہا۔ اور ساتھ ہی انہوں نے بیٹنوں والے پیٹل کا سرخ بیٹن دوبارہ پریس کر دیا۔ اور شاگل اشارہ سمجھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک بار پھر سیلوٹ مارا۔ اور وزیر اعظم کے سر ملانے پر وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہر دو فی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے ریسورٹ کو پیٹل پر رکھا تو اس کے چہرے پر اور زیادہ پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔

"ادہ۔ یہ تو انتہائی خطرناک صورت حال ہے۔ ہمیں ہر صورت میں شوگرمان کے دورے سے قبل انونٹری گروپ کا فرسٹان سے واپس حاصل کرنی ہے۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یہ انونٹری گروپ ہے کیا چیز؟" سامنے بیٹھے ہوئے بلیک زبرو نے پوچھا۔

"یہ ایک مخصوص پرنزہ ہے۔ جس سے آبدوز کی ایک ٹیکنالوجی حرکت میں آتی ہے۔ اس کے بغیر وہ آبدوز بس ایک عام سی آبدوز بن کر رہ جائے گی۔" عمران نے جواب دیا۔

"لیکن اس سے کافرستان والوں کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ اس میں

ٹیکنالوجی تو موجود نہیں ہے۔ ایک لحاظ سے یہ اس ٹیکنالوجی کو حرکت میں لانے کی کئی ہی سمجھی جاسکتی ہے۔ اور شوگر ان سے دوسری گپ منگوائی جاسکتی ہے۔ بلیک زیرو نے حیرت بھرے پہلو میں کہا۔

”یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آرہی۔ پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا۔ کہ اس انونٹری میں ٹیکنالوجی بھی ہوگی۔ جسے کافرستان نے حاصل کر لیا ہے۔ لیکن جب میں نے سب میرمن کے ماہر سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو یہی بتہ چلا کہ اس میں ٹیکنالوجی وغیرہ موجود نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود کافرستان نے اسے اتنا لمبا پیکر کھیل کہ حاصل کیا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بہر حال ہوگی۔ چنانچہ میں نے اب سر سلطان کی معرفت جب شوگر ان کے صدر کے دورے کے تفصیلات معلوم کی ہیں تو یہ بات سامنے آئی ہے کہ دورے کے دوران شوگر ان کے صدر اس آبدوز کو بھی دیکھیں گے اور پاکیشٹیا کے ماہرین کی اعلیٰ کارکردگی پر معنی مظاہرہ بھی دیکھیں گے۔ ایسی صورتحال میں تو اس انونٹری گپ کا حصول ضروری ہے۔ تاکہ شوگر ان کے صدر کو مظاہرہ دکھایا جاسکے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کافرستان کو اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ دوسری انونٹری گپ بھی منگوائی جاسکتی ہے۔ اور مظاہرہ دکھانے کے لئے پروگرام کو بھی محدود کیا جاسکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں کافرستان کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن یقیناً ایسا نہیں ہے۔ ضرور انہوں نے کسی خاص فائدے کے لئے ہی یہ سادہ پیکر چلایا ہے۔“

نے بھی اچھے ہوئے ہجے میں کہا۔

”بہر حال کوئی بھی بات ہو۔ اصل انونٹری تو بہر حال ہم نے حاصل کر لی ہے۔ یہ تو ہمارے لئے چیلنج ہے۔“ بلیک زیرو نے سر ملٹا کر ہوئے کہا۔

”ہاں۔ وہ تو ہے۔ لیکن پس منظر میں کھیلے جانے والے اصل کھیل کا بھی تو پتہ چلے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ایک اور پوائنٹ بھی ہے کہ کافرستان والے انٹیلی جنس میٹنگ میں شوگر ان کے صدر کے دورے کی تفصیلات بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اس کا اس انونٹری گپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”بظاہر تو کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی اس طرح میٹنگ کے ذریعے وہ یہ تفصیلات حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اگر کو بھی پس تو وہ اس سے کوئی فائدہ اس لئے نہیں اٹھا سکتے کہ یہ بات بین الاقوامی اصولوں کے خلاف ہے کہ کسی ملک کے صدر کے سرکاری دورے کے دوران کوئی دوسرا ملک کوئی ایسی حرکت کرے جس سے دورہ کرنے والی شخصیت کی جان کو خطرہ پیدا ہو سکے۔ اس طرح تو کافرستان پوری دنیا میں بدنام ہو جائے گا۔ اور نہ صرف بدنام ہو جائے گا بلکہ بین الاقوامی سطح پر انہیں شدید ترین نتائج کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ اس سے ظاہر ہے وہ ایسا بھی نہیں کر سکتے۔ لہذا کوئی اور چکر ہے۔ جو جاری سمجھ میں نہیں آتا۔“ عمران نے اپنے سر پر اس طرح ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ ہوپوٹی

میں کوئی بیٹن تلاش کر رہا ہو۔ ایک زیر و خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے جب عمران کی کھوپڑی کام نہ کر رہی تھی تو وہ کس شمار و قطار میں تھا۔ عمران چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے رسیو راٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”کیپٹن فیاض۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ آف سنٹرل انشلی جنس سپیکنگ۔۔۔ دوسری طرف سے سوپرفیاض کی باریب آواز سنائی دی۔

”سنٹرل انشلی جنس سپیکنگ یہ کون سا محکمہ ہے جناب سوپرفیاض صاحب۔ کیا انشلی جنس کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ سپیکنگ اور نان سپیکنگ۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تمہارا عہدہ ہونا چاہیے سپیکر بلک لاؤڈ سپیکر آف سنٹرل انشلی جنس سپیکنگ۔“ عمران نے چپکتی ہوئی آوازیں کہا۔ اور بلیک زیمو مسکرادیا وہ عمران کی عادت جانتا تھا کہ جب اس کا ذہن الجھ جلتے تو پھر وہ اس طرح کا مذاق شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح اس کا ذہن فریش ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد وہ کام کی بات آسانی سے سوچ لیتا ہے اور عمران نے ذہن کو فریش کرنے کے لئے سوپرفیاض کا انتخاب کیا تھا۔

”ادہ۔ عمران تم۔۔۔ تم کہاں مر گئے ہو۔ تمہارے فیلڈ پرنٹ لاپڑا جو اب ہے وہ تمہارا ڈیپٹنمنٹ باریج سلیمان بھی موجود نہیں ہے۔ اور میں نے سارا شہر چھان مارا ہے۔ لیکن تم کہیں ملتے ہی نہیں۔ ادھر تمہارے ڈیڈی نے میری جان عذاب میں

ڈال رکھی ہے کہ ہر صورت میں عمران کو میسنگ میں ساتھ لے کر جاؤ اور ماتحت بنا کر لے جاؤ۔ یہ تو شکریہ ہے کہ کافرستان والوں نے چند وجوہات کی بنا پر میسنگ کی ڈیوٹی بڑھا دی ہے۔ سوپرفیاض نے ایک ہی سانس میں پوری تقریر کر ڈالی۔

”واہ۔۔۔ واقعی تم سپیکنگ عہدے کے لئے موزوں ترین آدمی ہو۔ سانس لئے بغیر ایک ہزار لفظ بول سکتے ہو۔ لیکن ڈیڈی کو یہ اطلاع نہیں ملی کہ میں ساتھ نہیں جا رہا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”انہیں مل چکی ہے۔ لیکن وہ تمہارے ہی باپ ہیں۔ بس ضد سوار ہو گئی ہے۔ کہ اب چلے کچھ بھی ہو۔ عمران کو ہی ساتھ جانا ہو گا۔“ فیاض کی روٹی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اور اگر میں نہ جاؤں تو۔ ظاہر ہے میں بھی انہی کا بیٹا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ عمران تمہارا دوست ہے۔ اس لئے اسے ساتھ لے جانا میرا کام ہے۔ ورنہ وہ مجھے گولی سے اڑا دیں گے۔“ فیاض نے جواب دیا۔ اس کا اہجہ تبارہا تھا کہ وہ اس چکر میں بڑی طرح الجھ گیا ہے۔

”گولی سے نہ کہا ہو گا۔ توپ سے کہا ہو گا۔ گولی سے تو کوا بھی نہیں اڑتا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بکواس مت کرو۔ تمہیں اب ہر قیمت پر جانا ہو گا۔ ورنہ وہ تو مجھے بعد میں گولی سے اڑائیں گے میں پہلے تمہیں گولی سے

نے کہا۔

"کیا بکواس ہے۔ میرے پاس کون سا فنڈ ہے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ سر رحمان ایسی بات کہہ رہی نہیں سکتے۔" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ان کو کیا پتا۔ یہ تو میں نے ان کو بتایا ہے کہ خاص فنڈ کہاں کہاں ہے اور اس میں کتنی کتنی رقم ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"ادہ۔۔۔ تم بلیک میلر۔۔۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ میں اب تمہیں رقم دوں گا۔ تم ایک بھی پیسہ نہیں لے سکتے۔ سمجھتے۔" فیاض نے چیختے ہوئے کہا۔

"میں کب بلیہ مانگ رہا ہوں۔ وہ تو مجھے معلوم ہے کہ تم جمورات کو خاصے پیسے کما لیتے ہو۔ میں تو نوٹوں کی بات کر رہا ہوں۔ اب دیکھو خواہ مخواہ نوٹ بنک میں پڑے سٹر رہے ہیں۔ اور سٹری ٹی چیزیں بُو دینے لگ جاتی ہیں۔ اس لئے اس کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ انہیں گھنے سٹرنے سے بچا لیا جائے۔ کیا خیال ہے۔" عمران نے کہا۔

"بس بس۔ اب کوئی بکواس نہیں چلے گی۔ سر رحمان نے سرکار دی طور پر آرڈر کر دیئے ہیں۔ اور اب تمہیں میرے ماتحت۔۔۔ کے طور پر ہر صورت میں جانا پڑے گا۔ ورنہ تمہیں ہتھکڑی بھی لگائی جاسکتی ہے۔" فیاض نے اپنے الفاظ پر زور دینے ہوئے کہا۔

اڑا دوں گا۔ چاہے بعد میں مجھے پھانسی پر کیوں نہ چڑھا دیا جائے۔ فیاض نے چیختے ہوئے کہا۔

"آج کل کون سی گولیاں استعمال کر رہے ہو۔ کھٹی مٹھی گولیاں یا وہ دوسری دالی گولیاں۔" عمران نے کہا۔

"بکواس مت کر۔ تم مجھے بتاؤ کہ تم کہاں سے بول رہے ہو۔" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہارے دفتر میں بیٹھا ہوں۔ چڑا سی نے اب تک مجھے چائے ہی نہیں پوچھی۔ کہتے ہیں کہ دفتر بند ہو گیا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"میرے دفتر میں۔۔۔ اور اس وقت۔ لیکن اس وقت تو دفتر میں سوائے چوکیدار کے اور کوئی آدمی نہ ہوگا۔ پھر چڑا سی کہاں سے آگیا۔" فیاض نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"ادہ۔۔۔ تو تمہیں معلوم ہی نہیں ہے۔ ڈیڈی نے مخصوص کال پر مجھے دفتر بلایا۔ اور خوب جھاڑ بٹائی کہ تمہیں ہر قیمت پر فیاض کا ماتحت بن کر جانا ہوگا۔ ان کا غصہ عروج پر تھا۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا۔ جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو میں نے انہیں ڈرتے ڈرتے بتایا کہ وہ میرے پاس رقم نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تم جتنی رقم چاہو فیاض سے لے سکتے ہو۔ اس کے پاس مخصوص فنڈ ہے۔ اور میں اب تمہارا دفتر کھلو اگر بیٹھا ہوں۔ تاکہ اس مخصوص فنڈ سے کچھ رقم وصول کر سکوں۔" عمران

”ادہ۔ تو میں سرکاری آدمی بن گیا ہوں۔ مبارک ہو۔ لیکن میری عادت تم جانتے ہو کہ میں نے آج تک نوکری اس لئے نہیں کی کہ کوئی حکمہ پہلے ایک سال کی تنخواہ ایڈوانس دینے پر تیار نہیں ہوتا۔ جب کہ سلیمان بغیر ایڈوانس لینے چلے گئے کی کیتلی کو بھی ہاتھ لگانا گوارا نہیں کرتا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”یہ بعد کی باتیں ہیں۔ تم مجھے سچ سچ بتاؤ کہ کہاں سے بول رہے ہو۔ میں تم سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔“ فیاض نے فوراً موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں ڈھونڈھتا ہوا دہلی پہنچا تو پتہ چلا کہ تم دہلی سے بھاگ نکلے ہو۔ اور اب وہ تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ چلو میں ہی فون کر کے تمہیں تلاش کر لوں۔“

”بھو اس منت کر دو۔ دیسے پاگل خانہ ہی تمہارے لئے صحیح جگہ ہے۔ سنو۔ تم جہاں سے بھی بول رہے ہو دس منٹ کے اندر اپنے فلیٹ پر پہنچ جاؤ۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔“ فیاض نے عمران کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔ اور عمران مسکرا دیا۔

”لیکن میرے پاس چابی نہیں ہے۔“ عمران نے کہا۔

”تو تالا توڑ دو۔“ فیاض نے تیز پہنچے ہیں کہا۔

”کمال ہے۔ تالا توڑ دوں۔ تاکہ تم چوری کے الزام میں میرے ہاتھوں میں پھنک دیاں ڈال دو۔ جی نہیں۔ میں باز ایسے مشورے ملنے سے اور کب تم نے جاننا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”پرسوں۔ دہلی گیا وہ بچے میسنگ ہے۔ ہم نے صبح کی فلائٹ

سے جانا ہے۔“ فیاض نے کہا۔

”ادہ۔ کے۔ میں تمہیں ایئر پورٹ پر لوں گا۔ تیار ہو کر آنا۔ اور ہاں ذرا چیک بک بھی ساتھ لے لانا۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ فلائٹ بھی کینسل ہو سکتی ہے۔“ عمران نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”ادہ۔ کیا واقعی آپ فیاض کے ساتھ اس میٹنگ میں شریک ہوں گے۔“ عمران کے رسیور رکھتے ہی بلیک زیرو نے چونک کر انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ سرکاری خرچ پر یہ ٹور کمپنی لوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن وہ انونٹری گروپ۔ اس کا کیا ہو گا۔“ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اب یہ سارے کام کرنے کا میں نے تو ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔ تمہارے پاس پوری ٹیم ہے۔ مفت کی رمدیاں تو ڈرہے ہیں۔ انہیں کام پر لگاؤ۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر آپ کا یہ حکم ہے تو میں ایسا ہی کروں گا۔“ بلیک زیرو نے ناداراض ہو جانے والے لہجے میں کہا۔ اور عمران اس کے لہجے پر بے اختیار ہنس پڑا۔

”ناداراض ہونے والی بات نہیں جناب ایکٹو صاحب دراصل

مجھے اس۔۔۔ انونٹری گروپ کی واپسی سے زیادہ اس سارے کھیل کا اصل پس منظر معلوم کرنے کا بہت شوق ہے۔

”ٹھیک بول رہا ہوں۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی کیپٹن شکیل کی آواز سنا دی۔

”ایکسو۔“ عمران نے مخصوص ہلچے میں کہا۔

”یس سر۔“ کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ ہلچے میں کہا۔

”تم ملٹری انٹیلی جنس کی نیومی برانچ میں کام کر چکے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”یس سر۔ میں تین سال اس برانچ میں رہا ہوں۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”کافرستان میں تم نے کتنے مشن سرانجام دیئے ہیں اس دوران۔“ عمران نے پوچھا۔

”میرے خیال میں سروس بارہ تو اہم مشن سرانجام دیئے ہی ہیں۔ پوری تفصیل تو یاد نہیں سر۔“ کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے ہلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم کافرستان میں ایک اہم مشن کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس بار ٹیم تمہاری سربراہی میں کام کرے گی۔“ عمران نے کہا۔

”اوه۔“ یس سر۔ میں مشن کے لئے تیار ہوں۔ لیکن سر۔ کیا عمران صاحب ساتھ نہیں جائیں گے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”نہیں۔ میں اسے ایک اور مشن پر بھیجنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔

اور میرا خیال ہے کہ سوپر فیاض کے ساتھ جا کر میں شاید اس کھیل کے بارے میں کچھ جان سکوں۔“ عمران نے ہلکتے ہوئے کہا۔

”دماغ کیا بات ہو سکتی ہے۔ میرے خیال میں تو آپ کا دماغ جانا فضول ہی ثابت ہوگا۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا ہے کہ کافرستان والوں کو شوگران کے صدر کے دورے کی انٹیلی جنس تفصیلات جاننے میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی میٹنگ کے ذریعے جب کہ وہ یہ تفصیلات یہاں اپنے ایکٹوؤں کو بھی حرکت میں لاکر معلوم کر سکتے تھے۔ اس سے ان کا کوئی خاص مقصد ہے۔ اور اس

انٹرنیٹ گرپ کے حصول سے لازماً اس کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ اور یہ ساری بات وہیں جا کر سونگھی جاسکتی ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ پوری سیکورٹی سروس میں مجھے ہی نولہ نہیں ہوتا۔

اس لئے میری ناک میں سونگھنے کی جس خاصہ تیز ہے۔ اور جب سرکاری خبر پڑے تو یہ جس اور زیادہ تیز ہو سکتی ہے۔ رہ گیا انٹرنیٹ گرپ کا حصول تو یہ گرپ لازماً کافرستان کی نیومی والوں نے حاصل کی ہے۔ اور ظاہر ہے ان کے انجینئرز کے پاس ہی ہوگی۔

اور کیپٹن شکیل ملٹری انٹیلی جنس کی نیومی برانچ میں بھی دوچار سال گزار چکا ہے۔ اس لئے وہ یہ کام آسانی سے کر سکتا ہے۔

عمران نے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے سیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

تھے۔ کارغاصی آہستہ رفتار سے چل رہی تھی۔ بلکہ اُسے چلنے کی بجائے ریگنا کہنا چاہیے۔ کیونکہ آنکھیں بھاڑ بھاڑ کر دیکھنے کے باوجود دو تین فٹ سے زیادہ فاصلے پر کچھ نظر نہ آتا تھا۔
 'ابھی سیدھے لئے چلو۔ ابھی وہ جگہ نہیں آئی۔' کیپٹن

شکیل نے کہا۔
 'لیکن تم اس جگہ کو پہنچاؤ گے کیے۔ یہاں تو ہر طرف گھبرا
 اندھیرا ہے۔' نعمانی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 'ابھی میری یادداشت موجود ہے۔ اور اس جگہ پر میں نے زندگی
 کے کئی بولناک کھیل کھیلے ہیں۔ اس لئے فکر مت کرو۔ چلے چلو۔'
 کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 'شکیل صاحب۔ ہمیں کتنی دور جانا ہو گا۔ سمندر کے اندر۔'

پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے صدیقی نے پوچھا۔
 'کم از کم دس گیارہ میل کا فاصلہ طے کرنا ہو گا۔ تب وہ جزیرہ
 آئے گا۔ جہاں خفیہ لیبارٹری بنی ہوئی ہے۔ اور یہ بات پھر دہرا
 رہا ہوں کہ اس لیبارٹری کے گرد انتہائی جدید حفاظتی نظام قائم
 ہے۔ اس لئے ہمیں ہر لمحہ بے حد چوکنا رہنا پڑے گا۔ ہماری
 معمولی سی غفلت ہمیں ایک لمحہ میں موت کا نوالہ بنا دے گی۔'
 کیپٹن شکیل نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 'ہمارا تو کام ہی ایسا ہے۔ یہاں غفلت کے معنی ہی موت
 ہیں۔' چوہان نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور سب
 اس کی بات سن کر بے اختیار مسکرا دیئے۔

راست کا گہرا اندھیرا ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ سمندر کی پُرشور
 موجیں ساحل پر سر پٹک رہی تھیں۔ اور ان کے شور سے محسوس
 ہو رہا تھا جیسے سینکڑوں درندے مل کر غرا رہے ہوں۔ اس اندھیرے
 میں سیاہ رنگ کی ایک کار جس کی ہیڈ لائٹس بند تھیں۔ اندھیرے
 کا ایک حصہ بنی ہوئی ساحل کے ساتھ ساتھ ریت پر ریگتی ہوئی شمال
 کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی تھا جس
 کے ساتھ کیپٹن شکیل بیٹھا ہوا تھا۔ اور پچھلی سیٹ پر چوہان اور
 صدیقی موجود تھے۔ ان سب کے جموں پر غوطہ خوری کے جدید
 لباس تھے اور پشت پر سیاہ رنگ کے آکسیجن سلنڈر کے
 ساتھ ساتھ واٹر پروف کپڑے کے پھلے لہے ہوئے تھے۔ غوطہ خوری
 کے لباس کے رنگ بھی سیاہ تھے اور کار کے اندر چھائے
 ہوئے اندھیرے میں وہ سب ہی سائے سے محسوس ہو رہے

ہوں گے جو کاشن دے سکتے ہیں۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔
اور پھر وہ تینوں اس وقت تک وہیں رکے رہے جب تک نعمانی
ان تک نہ پہنچ گیا۔

”داڑھیاں بائقوں میں لے لو۔ اور قطار کی صورت میں ہم نے
آگے بڑھنا ہے۔ پہلے میں جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے اس مخصوص ماتے
کا علم ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور پھر اس نے منہ پر
مخصوص آلہ چڑھایا۔ آکسیجن سلنڈر کا والوکھولا اور تیزی سے قدم
اٹھاتا سمندر میں داخل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ سمندر میں تیزی سے
تیرتا ہوا آگے بڑھا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مخصوص ساخت
کی داڑھیاں موجود تھیں۔ باقی ساتھی بھی ایک قطار کی صورت میں اس
کے پیچھے آ رہے تھے۔ سمندر کی تہہ میں بھی تاریکی چھائی ہوئی
تھی۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھ پر لگی ہوئی مخصوص ٹارچیں جلا لی تھیں۔
اس لئے انہیں سمندر کا خاصا صمد روشن نظر آ رہا تھا۔ وہ چاروں
پھیلوں کی طرح تیزی سے تیرتے ہوئے آگے بڑھے جا رہے تھے۔
کہ ایک لمخت کیپٹن شکیل ٹھٹھاک کر رک گیا۔ اور اس کے پیچھے
آنے والے باقی ساتھیوں کو بھی اپنے آپ کو روکنا پڑا۔ دوسرے
لخت کیپٹن شکیل نے غوطہ لگایا اور بجلی کی سی تیزی سے سمندر کی
تہہ میں بیٹھ گیا۔ اس نے باقی ساتھیوں کو چونکہ ہاتھ سے وہیں
رکنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس لئے ان سب نے اس کے پیچھے
قوطہ نہ لگایا۔

کیپٹن شکیل تیزی سے تہہ کی طرف بڑھتا گیا۔ اور چند لمحوں

تقریباً آدھے گھنٹے تک کار اسی رفتار سے دھکی رہی۔ اور
پھر کیپٹن شکیل نے نعمانی کو رکنے کا اشارہ کیا تو نعمانی نے
بریک پیڈل پر پیر رکھ دیا۔
”بس ہی جگہ ہے نعمانی تم کار کو کسی ٹیلے کے پیچھے چھپاؤ یہاں
کار کا اچانک نظر آجانا بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔“ کیپٹن شکیل
نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے نعمانی سے کہا۔ اور نعمانی نے سر
ہلا دیا۔

صدیقی اور چوٹان کیپٹن شکیل کے ساتھ ہی کار سے باہر آئے۔
اور نعمانی نے کار ذرا سی آگے بڑھائی اور پھر اسے ساحل کی مخالف
سمت کی طرف دوڑا دیا۔ جب کہ وہ تینوں سمندر کی طرف بڑھ گئے۔
”یہاں ایسی کون سی چیز ہے جس سے تم نے یہ جگہ شناخت
کی ہے۔“ صدیقی نے حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر
دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہاں کی ریت میں ہلکی سی چمک ہے۔ اسے صرف وہی محسوس
کر سکتا ہے جو سمندر میں رہا ہو۔ اور یہ مخصوص نشانی ہوتی ہے
راستے کی۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور صدیقی اور چوٹان
نے سر ہلا دیئے۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ باقاعدہ اس جزیرے تک جانے
کا راستہ ہے۔“ چوٹان نے کہا۔

”ہاں۔ جنگی حالات کے لئے ایسے راستے بنانے پڑتے ہیں۔
اس راستے کی سائیڈوں میں یقیناً سمندر میں ایسے آلات موجود

"چیکنگ کا پہلا مرحلہ طے ہو گیا، نکل چلا۔ یہ صرف چند منٹوں کے لئے معطل ہوا ہے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ظاہر ہے باقی ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی اور وہ تیزی سے آگے تیرتے گئے۔ کیپٹن شکیل کی رفتار پہلے کی نسبت زیادہ تیز تھی۔

"کیا مرحلہ تھا۔ کچھ نہیں بھی بتاؤ۔ تم تو عمان کی طرح بغیر تائے سب کچھ کئے جا رہے ہو۔" اس بار نعمانی نے پوچھا۔ اور کیپٹن شکیل ہنس پڑا۔

"یہ بات نہیں۔ دراصل میں نے نیوی انٹیلی جنس میں رہ کر ان کی مخصوص تربیت حاصل کی ہوئی ہے۔ یہ سمندر کی جہ میں ایک مائیکرو ٹرانسمیٹر ہوتا ہے جس میں سے مخصوص ریز نکل کر افقی طور پر سطح سمندر تک چلی جاتی ہیں ان کا دائرہ کار خاص وسیع ہوتا ہے۔ اس لئے جو چیز بھی ان ریز کو کراس کرے جیٹ کوکسٹر میں موجود اس کے ریسور پر کاشن آجاتا ہے اور اسے چیک کیا جاسکتا ہے۔ اسے چھپانے کے لئے اس طرح بنایا جاتا ہے۔

جیسے یہ سمندر کی تہ میں اُگنے والی قدرتی جھاڑی ہو۔ ان ریز کی وجہ سے سمندر کے پانی میں ایک مخصوص قسم کی ہلکی سی پیدا ہوتی ہے۔ جو عام طور پر محسوس نہیں کی جاسکتی۔ میں نے اس ہلکی کی وجہ سے اسے پہچان لیا تھا۔ اور چونکہ مجھے معلوم ہے کہ ایسے حربے عام استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں ان کا بندوبست پہلے ہی کر آیا تھا۔" کیپٹن شکیل نے

بعد وہ پانی کے اندر تیرتی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی بال کے قریب جا کر رک گیا۔ یہ بال بالکل کبھی جھاڑی کی طرح نظر آ رہی تھی۔ اس کے نیچے لمبا سا ڈنٹھل ہتھیک چلا گیا تھا۔ اور اوپر والا حصہ بالکل فٹ بال کی طرح گول تھا۔ کیپٹن شکیل ایک لمحہ تک اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے ڈنٹھل کے ساتھ ساتھ نیچے اترتا گیا۔ ڈنٹھل کا آخری سراریت میں غائب ہو گیا تھا۔ کیپٹن شکیل ٹاپر کی مدد سے اس ڈنٹھل کے ارد گرد کا حصہ غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ موڑ کر پشت پر لدے ہوئے پھیلے ہیں ڈالا اور دوسرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پستول تھا۔ جس کی نال کا سودا خ انتہائی باریک تھا۔ پستول بچوں کے کھلونے جیسا نظر آ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے پستول کی نال کا رخ ڈنٹھل کے ریت میں غائب ہونے والے سرے کی طرف کیا اور اس کا ٹریگر دبا دیا۔ پستول سے سمرخ رنگ کی تیز شعاع نکل کر ریت پر پڑی اور دوسرے لمحے جیسے ستارہ چمکتا ہے۔ اس طرح ریت کے اندر سے ستارہ سا چمکا اور غائب ہو گیا۔ کیپٹن شکیل کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ اس نے پستول واپس پھیلے میں رکھا اس کی زپ کھینچ کر بند کی اور پھر تیزی سے اوپر اٹھتا گیا۔

کیا ہوا۔۔۔ اس کے کانوں میں صدیقی کی آواز سنائی دی۔ غوط خوری کے اس جدید لباس میں ٹرانسمیٹر فٹ تھے۔ اس لئے وہ آسانی سے آپس میں گفتگو کر سکتے تھے۔

ہی بجلی کی سی تیزی سے اوپر کو پٹنیاں کھا کر رکتے ہوئے صدیقی کے جسم کی طرف پک چکے تھے۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ سطح تک پہنچتے اچانک سمندر کی تہ سے سرخ روشنی کا سیلاب سا اٹھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے سانس اس طرح بند ہو گئے جیسے کسی نے فوڑاڑا دیا ہو۔ ان کے ذہنوں پر بجلی کے کوند سے بھی زیادہ رفتار سے موت کی سیاہ چادر چھا گئی تھی۔

تیرنے کے ساتھ ساتھ تفصیل بھی بتانی شروع کر دی۔
 ”اوہ۔ واقعی چیٹ نے صحیح سہراہ منتخب کیا ہے۔“ سچو بان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور باقی افراد بھی ہنس پڑے۔
 تقریباً ایک گھنٹے تک مسلسل تیرنے کے بعد کیپٹن شکیل کی رفتار آہستہ ہوئی شروع ہو گئی۔ باقی ساتھی بھی چونکہ خاصے تھک چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے بھی سکون کا سانس لیتے ہوئے رفتار کم کر دی۔

”اب انتہائی حساس آلات کی ریجن شروع ہونے والی ہے۔ اس لئے ہمیں بے حد محتاط رہنا ہے۔ بالکل ناک کی سیدھ میں جانا ہے اور باتھن کو زیادہ ریجن میں نہیں پھیلانا۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور پھر وہ باتھن کو جسم کے ساتھ چپکائے اس طرح تھککادے کو آگے بڑھنے لگا جیسے اُدبلاؤ تیرتی ہے۔ یہ تیرنے کا ایک مخصوص انداز تھا۔

لیکن اس طرح تیرتے ہوئے وہ بھٹوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اچانک صدیقی کا جسم برمی طرح پٹنیاں کھانے لگا۔ اور پھر جب تک کیپٹن شکیل اور باقی ساتھی سنکھلتے۔ صدیقی کا جسم انتہائی تیز رفتار سی سے اسی طرح پٹنیاں کھاتا ہوا سطح کی طرف اٹھتا گیا۔

”آ کیپٹن سنڈرین خرابی ہو گئی ہے۔“ کیپٹن شکیل نے چیختے ہوئے کہا۔ اور وہ باقی ساتھیوں کے ساتھ تیزی سے اوپر کی طرف اٹھا۔ باقی ساتھی اس کی بات سننے سے پہلے

ہو گیا تھا کہ یہ وہی کار ہے جس میں وہ پیش ایجنسی کا چیف الیکٹر
سوار تھا کیونکہ اس کی بیک لائٹس کا دایاں حصہ بائیں سے ذرا
کم چمکتا تھا۔ چنانچہ یہ نشانی دیکھتے ہی رام چند کو یقین ہو گیا کہ
اس نے صحیح آدمی کو پہچانا ہے۔

ناٹران کار میں اکیلا تھا۔ اور اس کی کار خاصی رفتار سے اڑی
جا رہی تھی۔ رام چند بڑے ماہرانہ انداز میں اس کا تعاقب کر رہا
تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد جب اس نے ناٹران کی کار کو سودیش
ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ چونک پڑا۔ اس
نے کار آگے لے جا کر سائیڈ گلی میں روکی اور پھر پھرتی سے ڈیش
بورڈ کا خانہ کھول کر اس نے ریڈی میڈ میک اپ کا سامان
نکالا اور اس کے ہاتھ سجی کی سی تیزی سے چلنے لگے۔ چند لمحوں
بعد گال پر مستہ بھاری مونچھوں اور ابھری ہوئی ناک نے اس کا حلیہ
مکمل طور پر بدل دیا۔ رام چند کار سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا
جب ہوٹل کے گیٹ میں داخل ہوا تو اس نے ناٹران کو ہوٹل کے
میں گیٹ میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ اور لوگ بھی آجواہے تھے۔
اس نے رام چند اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ ہوٹل کے
ہال میں داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔ جب اس نے ناٹران کو
ہال کے ایک کونے میں موجود میز کے گرد بیٹھے ہوئے ایک
غیر ملکی لڑکی اور دو مقامی افراد کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ رام چند
بڑے مطمئن انداز میں چلتا ہوا ایک قریبی خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔
اور ناٹران اب اس میز کے گرد موجود کسی پر بیٹھ چکا تھا۔ رام چند

رام چند کار چلاتے چلاتے ایک سخت جرمی طرح چونکا اور
پھر اس نے سجی کی سی تیزی سے اپنا چہرہ مخالف سمت میں
گھما لیا جب کہ اس کی کار اسی رفتار سے آگے بڑھتی گئی۔ یہی
چند لمحوں بعد ہی اس نے گردن سیدھی کی اور پھر اس کی نظریں
بیک مرر پر جم گئیں اور دوسرے لمحے اس کے لبوں پر فاختانہ
سی مسکراہٹ ابھرا آئی۔ اس نے اگلے ٹرن سے کار کو انتہائی
تیز رفتار سے موڑا اور پھر پاس سے گزرنے والی اس کار
کے تعاقب میں چل پڑا۔ جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے
آدمی پر اسے ناٹران کا شک گزرا تھا۔ ناٹران کی کار کو اس
نے اچانک مخالف سمت سے آتے ہوئے چیک کیا تھا۔ اور
ناٹران کی نگاہوں سے بچنے کے لئے اس نے اپنا چہرہ مخالف
سمت میں گھما دیا تھا۔ اور پھر بیک مرر میں دیکھتے ہی اسے یقین

ان کی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا۔ اور اس نے فوری طور پر پہنچ جانے والے ویٹر کو دھکی لانے کا آرڈر دیا تاکہ وہ جلد از جلد وہاں سے ٹل جائے۔ اور پھر اس نے اپنی پوری توجہ ناٹران اور اس کے ساتھیوں کی طرف لگا دی۔ وہ غیر ملکی لوہی بھی ویٹر کو کوئی مشروب لانے کا آرڈر دے رہی تھی۔

”میرا خیال ہے۔ یہاں کھلی جگہ بہر سو آدمیوں کے بجائے کسی اور جگہ چلا جائے۔“ ایک آواز سنائی دی۔

اور رام چند کے کانوں میں پیشل ایجنسی کے چیف آفیسر کی آواز اور لہجہ گونج اٹھا۔

”ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں کوئی جگہ مستقل طور پر مانگ کر لینی چاہیئے۔“ اسی لوہی کی آواز سنائی دی۔

اسی لمحے ویٹر نے دھکی کا جام لاکر رام چند کے سامنے رکھ دیا اور رام چند نے جام اٹھالیا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم رات کو وہاں پہنچ جائیں گے۔“ لوہی کی آواز کے ساتھ ساتھ ایسی آواز سنائی دی جیسے کسی دھات کی چیز کو میز سے اٹھا لیا گیا ہو۔

”تین مشروب پی کر واپس جا رہا ہوں۔ اب آپ سے مزید سودے کی بات رات کو ہی ہوگی۔“ ناٹران کی آواز سنائی دی۔

”تم نے سودے کی تفصیلات معلوم کر لی ہیں۔“ ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

”تقریباً۔۔۔ بہر حال رات تک کام مکمل ہو جائے گا۔“ ناٹران نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گھونٹ لینے اور مشروب پینے کی مخصوص آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر گلاس رکھنے اور کرسی کھینکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور چند لمحوں بعد رام چند نے ناٹران کو تیز قدم اٹھاتے واپس گیٹ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ لیکن وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ وہ ساری بات سمجھ گیا تھا کہ ناٹران نے انہیں یقیناً کسی مکان کی چابی دی ہے۔ اور یہ لوگ اب ہوٹل سے اس مکان میں شفٹ ہوں گے جہاں رات کو آٹھ بجے ان کی مخصوص میٹنگ ہوگی۔ چنانچہ اس نے یہی فیصلہ کیا کہ بجائے ناٹران کے پیچھے جانے کے اسے اس گروپ کی نگرانی کرنی چاہیئے۔ اس طرح اس کے ناٹران کے جانے کے فوری بعد اٹھ جانے سے پیدا ہونے والے شک کا خطرہ بھی نہ رہے گا۔ اور وہ اس گروپ کا اصل مقصد بھی معلوم کر لے گا۔ بنجانے وہ کس سودے کی بات کر رہے تھے۔ لوہی کسی پورپی ملک سے متعلق تھی۔ اس لئے پہلا خیال رام چند کے ذہن میں یہی آیا۔ کہ یہ سودا یقیناً منشیات کے بارے میں ہوگا۔ لیکن اگر ناٹران بقول چیف شاگل کے واقعی سیکرٹ ممدوس سے متعلق ہے تو پھر یہ منشیات کا سودا انہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیکرٹ ایجنٹس عام طور پر ان دھندوں میں ملوث نہیں ہوتے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ ناٹران ایسا دھندہ کرتا ہو۔

تھوڑی دیر بعد کرسیاں کھینکنے کی آواز سنائی دی اور پھر وہ لوہی اور اس کے دو ساتھی رام چند کے قریب سے گزرتے ہوئے

کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ لڑکی نے کاؤنٹر کلرک سے کچھ کہا تو کاؤنٹر کلرک نے سر ہلاتے ہوئے رجسٹر کھولا اور اس میں اندراجات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ لڑکی کے ساتھی نے حبیب سے چند نوٹ نکال کر کاؤنٹر کلرک کو دیتے اور کاؤنٹر کلرک نے بقایا کے ساتھ ساتھ ایک رسید بھی انہیں دے دی اور پھر وہ سائینہ پر موجود ایک پورٹ سے کچھ کہنے لگا۔ وہ تینوں دیں کاؤنٹر پر ہی کھڑے رہے۔ اور پورٹو تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

”تو یہ جو مل چھوڑ کر جا رہے ہیں“ رام چند نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور حبیب سے ایک نوٹ نکال کر اس نے ایش ٹرے کے نیچے رکھا۔ اور خود اٹھ کر تیزی سے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے بھی مڑ کر کاؤنٹر کی طرف نہ دیکھا۔ اور گیٹ سے باہر آ کر وہ سیدھا کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنی کار میں موجود تھا۔ اس نے کار میں پہنچتے ہی اپنا کوٹ اتار کر اسے اٹایا اور پھر بہن لیا۔ اب اس کے کوٹ کا نہ صرف رنگ بلکہ ڈیزائن بھی بدل چکا تھا۔ اس نے ریڈی میڈ میک اپ بھی اتار دیا اور اسے واپس ڈیش بورڈ میں رکھ کر وہ کار لے کر واپس سڑک پر آ گیا۔ کیونکہ یہ گروپ اس کے لئے اجنبی تھا۔ اس لئے ظاہر ہے اب میک اپ کی ضرورت نہ تھی۔ اور دیے بھی اسے میک اپ بدلنا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ ہو سکتا ہے اسے دیکھ کر چونک پڑیں۔ اس لئے اس نے میک اپ بدلنے کی بجائے اصل شکل میں رہنے کا فیصلہ کیا البتہ کوٹ اس

نے الٹ لیا تھا۔ تاکہ اس گروپ کی طرف سے اسے پہچانا جانے کا معمولی سا دشمنہ بھی باقی نہ رہے۔ اس نے کار کمپاؤنڈ گیٹ کے قریب روک دی۔ اور چند لمحوں بعد اسے وہ تینوں پوئل کے مین گیٹ سے نکل کر کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف آتے ہوئے نظر آئے۔ دونوں مقامی افراد کے ہاتھوں میں ایک ایک بیگ تھا جب کہ وہ غیر ملکی لڑکی خالی ہاتھ تھی۔

”ہی تنویر! ہر آکر جیسے ہی مٹرک کے کنارے کے ایک خالی ٹیکسی تیزی سے بڑھ کر ان کے قریب آئی اور وہ تینوں ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔ ٹیکسی کے آگے بڑھ جانے کے بعد رام چند نے کار آگے بڑھائی اور وہ خاصا فاصلہ دے کر ٹیکسی کا تعاقب کرنے لگا۔ البتہ ٹیکسی کا نمبر اس کے ذہن میں محفوظ ہو چکا تھا۔ تاکہ اگر وہ انہیں کھو بیٹھے تو اس ٹیکسی کی مدد سے وہ ان کا کھوج لگا سکتا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد جب ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہوئی تو رام چند نے کار چوک پر ہی ایک سائیڈ میں بنے ہوئے کیفے کی سائیڈ میں روک دی۔ کالونی میں جانے والی ٹریفک تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس لئے وہ مزید خطرہ نہ لینا چاہتا تھا۔ چونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کالونی کے اندر جانے اور باہر نکلنے کے لئے یہی ایک ہی راستہ ہے۔ اس لئے اس نے احتیاطاً وہیں رک جانے کا پروگرام بنایا اسے معلوم تھا کہ ٹیکسی ان لوگوں کو چھوڑ کر اسی راستے سے واپس آئے گی۔ اور وہ ڈرائیور سے ان کا پتہ آسانی سے معلوم کر سکتا تھا۔ چنانچہ

ادہ۔۔۔ کوٹھی نمبر اکیس بلاک بی پر اتارے ہیں وہ۔
 ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔

نیشنل پارک۔ رام چند نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور ٹھیکسی راہب نے کار آگے بڑھا دی۔ رام چند واقعی انتہائی سلیما

”پورے یقین سے کہہ رہے ہو۔“ رام چند نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”بالکل سہ۔“ میں ٹیکسی ڈرائیور ہوں مگر اس لئے ایک ایک جگہ کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ اس کوٹھی میں ایک ماہ پہلے ایک افریقی جوڑا رہتا تھا۔ میں نے انہیں کئی بار یہاں ڈراپ کیا تھا۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ بس اتنا معلوم کرنا تھا۔ لیکن سنو۔ اگر تم نے کسی کو اس بارے میں کچھ بتایا کہ میں نے تم سے پوچھ گچھ کی ہے یا تم نے مجھے بتایا ہے تو تم اپنی ٹیکسی سمیت پرنڈول کی طرح بکھر جاؤ گے۔“ رام چند نے غراتے ہوئے کہا۔

”ییس سہ۔ میں جانتا ہوں سہ۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے خوف زدہ انداز میں ہنموک نکلتے ہوئے کہا اور رام چند دروازہ کھول کر نیچے اترا اور ٹیکسی ایک جھکے سے آگے بڑھ گئی۔

رام چند واپس مڑا اور تیزی سے واپس چوک کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ چوک پر پہنچ گیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اس میں بیٹھ کر کار کی فرنٹ سائیڈ کو اس طرح اوپر اٹھادیا جیسے صندوق کا ڈھکن کھولا جاتا ہے۔ نیچے واقعی صندوق کی طرز کا خانہ بنا ہوا تھا۔ اس نے اس کے کونے میں رکھا ہوا ایک چھوٹا سا بیگ اٹھایا اور سیٹ بند کر کے اس نے بیگ کی زپ کھولی اور اس میں سے ایک چھوٹی سی مشین نکال کر اس نے اسے کار کے ڈیش بورڈ کے نیچے کر کے مخصوص انداز میں ہاتھ

کو جھکھا تو مشین کی پشت مقناطیس کی طرح کار کے وہے سے چبٹ گئی۔ رام چند نے بیگ سے ایک چھوٹا سا پستول نکالا اور اس کے جمپر کو کھولا۔ یہ جمپر ایک خانے کی طرح تھا۔ اور اس خانے میں ایک چھوٹا سا بٹن نظر آ رہا تھا۔ رام چند نے پستول واپس بند کیا۔ اور اسے جیب میں ڈال کر وہ کار سے نیچے اترا اور پھر بڑے مطمئن انداز میں چلتا ہوا ملک بنی کی طرف پیدل بڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کوٹھی نمبر اکیس کی سائیڈ گلی سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اس کے چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بھی اس کا نوئی کا مکین ہو۔ اور اب اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہا ہو۔ لیکن اس کی تیز نظریں ادھر ادھر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کوٹھی کے عقب میں پہنچ کر اس نے اپنی رفتار آہستہ کی اور جیب سے وہ چھوٹا سا پستول نکال کر اس نے ہاتھ میں دیا یا۔ اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر اس نے پستول کا رخ کوٹھی کی عمارت کی چھت کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ مگر کسی تیز آواز کے ساتھ پستول کے اندر موجود چھوٹا سا بٹن فضا میں اڑتا ہوا چھت کی طرف بڑھا۔ اور پھر نیچے گر کر رام چند کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ لیکن رام چند نے دیکھ لیا تھا کہ بٹن چھت پر گرنے کی بجائے آگے کے حصے کی طرف نیچے گرا تھا۔ اور کوٹھی کی فرنٹ سائیڈ کو وہ گزرتے ہوئے چبک کر چکا تھا۔ اس لئے اسے معلوم تھا کہ وہ بٹن کوٹھی کے سامنے والے حصے میں گیر کی کے قریب ہی گرا ہو گا۔ وہ چاہتا تو سامنے کے رخ سے بھی بٹن اندر پھینک سکتا تھا۔ لیکن اسے خوف تھا کہ شاید کوئی کار ڈونیرہ سامنے کے رخ پر

موجود نہ ہو اس طرح گرتا ہوا بیٹن ان کی نفردیں میں آسکتا تھا۔ جبکہ عقبی طرف سے آکر بیٹن کے سامنے کے رخ پر گرنے کا انہیں پتہ نہ چل سکتا تھا۔

پستول واپس جیب میں ڈالے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس سڑک پر آیا اور پھر خاصی تیز رفتاری سے چلتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھ گیا اس بار اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کار میں بیٹھ کر اس نے سب سے پہلے ڈیش بورڈ کے نیچے لگی ہوئی مشین کے کوسے میں لگا ہوا بیٹن پر پس کیا۔ لیکن مشین پر کوئی بلب نہ چلا تو اس نے کار شارٹ کی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔ ہلاک بی کی سائیڈ روڈ کے کنارے پر جیسے ہی اس کی کار پہنچی۔ مشین کے درمیان ایک سرخ رنگ کا نقطہ تیزی سے چلتے بچھنے لگا اور رام چند کے لبوں پر غاصتاً نہ سکر اسٹ پھیل گئی۔ اس نے کار کو ایک زیر تعمیر کوٹھی کی سائیڈ میں روک دیا۔ اس طرح کار اوٹ میں آگئی تھی۔ اور سڑک سے اسے دیکھنا نہ جاسکتا تھا۔ کار روک کر اس نے مشین پر لگا ہوا ایک اور بیٹن دبا یا اور ساتھ لگی ہوئی چھوٹی سی ناب کو ڈور سا اٹھایا۔ دوسرے لمحے ایک نسوانی آواز مشین سے سنائی دی۔

”تویر۔ زیادہ جلدی کی ضرورت نہیں۔ ہمیں احتیاط سے سارا کام کرنا ہے۔“ اور رام چند اس غیر ملکی لڑکی کی آواز پہچان گیا۔
”لیکن جویا اگر ہم نے سارا کچھ ناٹران کے سر پر کرنا ہے تو پھر باس کو ہمیں یہاں بھیجے کی کیا ضرورت تھی؟“ ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

”تو تمہارا کیا مطلب ہے۔ ہم شاگل کے مہیڈ کو ارٹھر پر احمقوں کی طرح چڑھ دوڑیں۔“ لڑکی جس کا نام جویا لیا گیا تھا کی غصیلی آواز سنائی دی۔

”میرا یہ مطلب نہیں۔ لیکن ہمیں خود بھی تو کچھ کرنا چاہیے۔ ہم ناٹران سے پوچھ کر مہیڈ کو ارٹھر کی نگرانی کر سکتے ہیں۔ وہاں کے کسی آدمی کو اغوا کر کے اس کے میک اپ میں اندر داخل ہو سکتے ہیں۔“ تنویر نے جواب دیا۔

”تویر۔ تم ابھی تک اصل مشن نہیں سمجھ سکے۔ ہم نے مہیڈ کو ارٹھر کا کوئی راز حاصل نہیں کرنا۔ ہم نے تو صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ شاگل کو ایسی آبدوز کے مشن کے بارے میں کیا معلوم ہے۔ اور ظاہر ہے اس کے لئے ہمیں براہ راست شاگل کو ٹھونکنا ہو گا اور شاگل کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔“ دوسری مردانہ آواز سنائی دی۔
”تو اب ناٹران ہمیں آکر کیا بتائے گا۔ کیا وہ شاگل کو اغوا کر کے یہاں لے آئے گا۔“ تنویر نے کہا۔

”نہیں۔ اس نے شاگل کی موجودہ مصروفیات کے بارے میں تفصیلات معلوم کر کے ہمیں بتانی ہیں۔ اس کے بعد ہم پور وگرام بنائیں گے اس پر عمل ہو گا۔“ جویا نے کہا۔

”تب ٹھیک ہے۔ میرا مقصد بھی عمل کرنا تھا۔“ تنویر نے کہا۔ اور اسی لمحے رام چند کو ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

”ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اب فوری طور پر کیا کیا جائے۔ کیا اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے“۔ ناٹھان نے پوچھا۔

”مسٹر این۔۔۔ میں صفر بول رہا ہوں۔ کیا پرائم منسٹر ہاؤس سے یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ پرائم منسٹر ڈاکٹر کے درمیان کیا باتیں ہوئی ہیں“۔ صفر کی آواز سنائی دی۔

”پرائم منسٹر ہاؤس سے، لیکن وہاں میرا اپنا تو کوئی آدمی نہیں ہے۔ البتہ اگر ہم وہاں سے کسی ایسے آدمی کو اغوا کر سکیں جو اس ملاقات کی تفصیلات جانتا ہو، تب ہی پتہ چل سکتا ہے“۔ ناٹھان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ صرف ایسے آدمی کا پتہ کر کے فوراً ہمارے پاس آجائیں پھر ہم مل کر کوئی پروگرام ترتیب دے لیں گے۔“ صفر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے ناٹھان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔

”تو بروہرست کہہ رہا ہے۔ ہمیں فوری طور پر حرکت میں آجانا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ شاگل کے اس مشن کا تعلق یقیناً پاکیشا سے ہوگا۔“ صفر کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ ابھی ناٹھان آجاتا ہے۔ پھر پروگرام بنالیتے ہیں۔“ جو لیانے کہا۔ اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ رام چند نے ہاتھ

”یس۔۔۔“ ہاکی آواز سنائی دی۔

”این بول رہا ہوں۔ اس کے متعلق ایک اہم اطلاع ملی ہے۔ وہ کسی خفیہ مشن پر گیا ہوا ہے۔ اور اس مشن کے بارے میں ہیڈ کوارٹر میں سے کسی کو قطعاً کوئی علم نہیں ہے۔۔۔ مردانہ آواز میں کہا گیا اور رام چند نے ناٹھان کی آواز پہچان لی۔ گو یہ آواز خاصی ہلکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود الفاظ صاف سمجھ آ رہے تھے۔ رام چند کا ٹیلی ٹرانسمیٹر واقعی بے حد طاقتور تھا کہ ہلکی سے ہلکی آواز بھی یہاں رسیور تک سیٹ پر پہنچ رہی تھی۔

”اوہ۔ لیکن یہ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ آخر وہ کہاں گیا ہے۔ اور کیوں گیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے اس مشن کا تعلق ہم سے ہی ہو۔“ جو لیانے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے بہت کوشش کی ہے۔ لیکن صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ شاگل وزیر اعظم ہاؤس میں وزیر اعظم سے ملنے گیا۔ یہ ملاقات خاصی طویل رہی۔ اس کے بعد شاگل واپس ہیڈ کوارٹر آیا۔ اور پھر یہاں سے وہ کسی کار میں بیٹھ کر جانے کی بجائے ہیڈ کوارٹر کے خفیہ راستے سے باہر نکلا اور اس کے بعد اس کا اب تک کوئی پتہ نہیں ہے۔“ ناٹھان نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ وزیر اعظم نے اُسے کسی خاص مشن پر بھیجا ہے۔ لیکن اس کے اس طرح جانے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ شہر سے باہر نہیں گیا۔ ایسی صورت میں تو اسے واپس آجانا چاہیئے۔“ جو لیانے کہا۔

کیونکہ باس شاہی کسی خفیہ مشن پر گئے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں زندہ ان کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ ہو سکتا ہے وہ ان سے کوئی معلومات حاصل کریں اور ڈر۔۔۔ رام چند نے جواب دیا۔

”بھیک ہے۔ کتنے آدمی ہیں اور۔۔۔ دوسری طرف سے ٹامی نے پوچھا۔

”تین مرد اور ایک عورت تو ہر حال ہیں۔ باقی کا مجھے علم نہیں تم ایسا کرو۔ صرف ایک دیگن نے کہ آجاؤ۔ میں چاہتا ہوں بہوش کر دینے والے بم پھینک کر ان کو بے ہوش کر دیا جائے اور پھر انہیں گرفتار کر لیا جائے اور۔۔۔ رام چند نے کہا۔

”اور کے۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔ آپ کہاں موجود ہیں اور۔۔۔ ٹامی نے پوچھا۔

”میں کالونی کی ہلاک بنی کو جانے والی سائیڈ روڈ سے ذرا آگے ایک زیر تعمیر کوٹلی کی دیوار کی اوٹ میں موجود ہیں۔ تم یہاں آ جاؤ۔ صرف چار آدمی ساتھ لے آنا۔ شاید ضرورت پڑ جائے اور۔۔۔ رام چند نے کہا۔

”بھیک ہے۔ اور اینڈ آ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور رام چند نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اور پھر وہ کار سے نیچے اتار کر دیوار کے کونے میں اس طرح بیٹھ گیا کہ اس سڑک پر سفر کرنے والی کاروں کو چیک کر سکے۔ کیونکہ اب اسے ناٹران کی آنکھ انتظار تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ ناٹران اسی کار میں آئے گا۔ اور وہ اس کا

بڑھا کر مشین کا بٹن آف کر دیا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نمایاں تھے۔ اس نے انتہائی اہم معلومات حاصل کر لی تھیں اور اب اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس گروپ کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ اس نے جلدی سے کار کی سائیڈ میں گئے ہوئے ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی سیٹ کرنی شروع کر دی۔ اور فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے بٹن دبایا۔ ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی مخصوص آوازیں نکلنے لگیں۔

”میلو میلو۔۔۔ رام چند کا لنگ اور۔۔۔ رام چند نے تیز ہلچے میں کہا۔

”یس۔۔۔ ٹامی بول رہا ہوں اور۔۔۔ دوسری طرف سے ایکشن گروپ کے ایجنار ج ٹامی کی آواز سنائی دی۔

”ٹامی۔۔۔ میں رام چند بول رہا ہوں۔ میں نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایک گروپ اور ان کے یہاں کے مقامی ایجنٹ ناٹران کا مہراغ لگا لیا ہے۔ یہ لوگ اس وقت نارتھ کالونی کی ایک کوٹلی میں موجود ہیں۔ ہم نے فوری طور پر اس کوٹلی پر ریڈ کرنا ہے۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک منصوبہ بنا رہے ہیں اور۔۔۔ رام چند نے تیز ہلچے میں کہا۔

”کیا کوٹلی کو تباہ کرنا ہے۔ یا صرف ان لوگوں کو ختم کرنا ہے۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے ٹامی نے بڑے ٹھنڈے لے ہلچے میں پوچھا۔

”ان دونوں کاموں کی بجائے ہم نے انہیں زندہ گرفتار کرنا ہے۔

کو آسانی سے پہچان لے گا



جا کر بڑے سادے بلجے میں کہا: ظاہر ہے آواز اور لہجہ بدل ہوا تھا۔
 ”آپ کو مطلب“ — فیاض نے پھاٹک کھلنے والے بلجے میں
 جواب دیتے ہوئے کہا:

”کمال ہے۔ آپ شیخ صورت سے تو بڑھے کئے آدمی نظر آ
 رہے ہیں۔ لیکن آپ نام کو مطلب کہہ رہے ہیں۔ یہ کون سی زبان
 کا لفظ ہے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ۔ یوشٹ اپ۔ خواہ مخواہ گھے بڑ رہے ہو۔ ابھی کس اپ
 کر دوں گا۔ جاد اپنا کام کرو“ — فیاض کا غصہ توقع کے عین مطابق
 ایک لمحے میں شوٹ اپ کر گیا۔

”آپ کے قریب سے اخلاق کو گزرے ہوئے کتنا عرصہ ہو چکا
 ہے۔“ — عمران نے بڑے طنز یہ بلجے میں پوچھا۔

”تم ہو کون“ — اس بار سوپر فیاض نے اسے کھا جانے
 والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”اس طرح نہیں۔ اس طرح پوچھتے ہیں۔ آپ اپنا تعارف کرائیں۔
 یہ بے ہذب طریقہ۔ آپ شاید چڑیا گھر سے سیدھے ایر پورٹ آئے
 ہیں۔“ — عمران اسے نرج کرنے پر تل گیا تھا۔

اور سوپر فیاض کا پارہ دو یقیناً اپنی آخری حد پہنچ چکا تھا۔ لیکن
 اس لمحے جہاز کی روانگی کا اعلان ہونے لگا اور سوپر فیاض ایک
 چٹکے سے ہونٹ کاٹا ہوا مٹرا اور تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھ
 گیا۔

”میرا ساتھی نہیں آیا۔ یہ کمٹ اور بورڈنگ کا ڈر رکھ لیں۔ اگر

عمران جیسے ہی لائنچ میں داخل ہوا اسے سوپر فیاض
 لائنچ کے ایک حصے میں بڑی بے چینی سے ٹہلتا ہوا نظر آ گیا۔ وہ
 بار بار اپنی گھڑمی دیکھتا اور پھر اس کی نظریں بیرونی دروازے پر
 جم جاتیں۔ وہ یقیناً عمران کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ جہاز کے اڑنے
 میں بس تھوڑی دیر رہ گئی تھی۔ عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا
 اس کے قریب پہنچا۔ سوپر فیاض نے اسے ایک نظر دیکھا۔ اور پھر
 نظریں ہٹالیں۔ اور عمران کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔
 وہ سمجھ گیا تھا کہ سوپر فیاض اسے پہچان نہیں سکا۔ حالانکہ جس پاسپورٹ
 پر وہ سفر کر رہا تھا اس پر اس کے اس میک اپ کی تصویر چسپاں تھی۔
 اور پاسپورٹ فیاض کے پاس تھا۔

”آپ شاید کسی کے منتظر ہیں۔“ — عمران نے قریب

وہ مجھے پوچھتا ہوا آئے تو اسے میری طرف سے کہہ دینا کہ وہ دوسری فلاٹ پر پہنچ جائے۔ میرا نام تو آپ جانتے ہیں۔ میں فیاض ہوں۔ سنٹرل ایٹمی ہسپتال کا سپرنٹنڈنٹ۔ فیاض نے جان بوجھ کر اپنا نام اور عہدہ اونچی آواز میں دہراتے ہوئے کہا۔
 "اوہ۔ ایس سر۔" کاؤنٹر کلرک واقعی رعب میں آگیا تھا۔
 کیونکہ اس کا اچھو دو بابت تھا۔

"یعنی مطلب ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں۔" فیاض کے پیچھے کھڑے ہوئے عمران نے بڑے حیرت بھرے ہلچے میں اپنی اصل آوازیں کہا۔ اور اس کی آواز سن کر فیاض اس طرح اچھل کر مڑا کہ اگر عمران ایک قدم پیچھے نہ ہوتا تو فیاض یقیناً اسے ساتھ لئے فرشتے پر جا پڑتا۔
 "تم۔۔۔ تم۔۔۔" فیاض کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"جی۔ میرا نام ہی اسلم رضا ہے۔ اور میں غلطی سے آپ کا ماتحت لگ گیا ہوں۔ دیسے بزدل ٹھیک کہتے ہیں کہ افسر کی اگاڑی اور گھوڑے کی پچھاڑی سے بچ کر رہنا چاہئے۔ لیکن میرے خیال میں آج کل کہاوت غلط ہو گئی ہے۔ ظاہر ہے آپ افسر ہیں گھوڑے نہیں ہیں۔ لیکن آپ کی پچھاڑی سے مجھے بڑی مشکل سے بچنا پڑا ہے۔ عمران کی زبان پوری رفتار سے چل نکلی۔
 "آؤ میرے ساتھ۔۔۔ فیاض نے غراتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس نے ایک ماتحت سے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے کاغذات اور دوسرے ماتحت سے عمران کا بازو پکڑا۔ اور اسے گیٹ کی طرف

اس طرح گھسیٹنے لگا جیسے قصائی کسی بکری کو کان سے پکڑ کر گھسیٹتا ہے۔
 "ارے ارے میرا بازو تو چھوڑ دیجئے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ کہ اب عورتیں بھی مردوں کو جبراً اغوا کرنے لگی ہیں۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا تو فیاض نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"جو اس صحت کو۔۔۔ سیدھی طرح بس چلتے آؤ۔۔۔" فیاض نے غراتے ہوئے کہا۔ پیچ گیٹ کو اس کے اس رستے پر چل پڑا۔ جدھر جہاز کو جانے والی مخصوص گاڑی کھڑی تھی۔ اور مسافر اس میں سوار ہو رہے تھے۔ عمران مسکراتا ہوا اس کے پیچھے چلتا ہوا گاڑی میں سوار ہو گیا۔

تو تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔ سیٹ پر ساتھ بیٹھتے

ہی سو پر فیاض نے تیزی اور غصیلے ہلچے میں کہا۔
 "تم ایسا کرو۔ اب آتش نشینوں والی عینک لگوا لو۔ اگر پاسپورٹ پر لگی ہوئی تصویر دیکھنے کے باوجود تم نہیں پہچان سکتے تو مجھے فطراً ہے کسی دور سلی بھابھی کو بھی پہچاننے سے انکار کر دو گے۔ اور جانتے ہو۔ ایسے حالات میں بینائی کیسے نوشتی ہے۔ بس سر پر ایک بال باقی نہیں رہتا۔" عمران نے منہ نہلتے ہوئے جواب دیا۔

اور سو پر فیاض کا چہرہ یک لحظہ ہولنقوں جیسا ہو گیا۔
 "اوہ۔ واقعی مجھ سے حماقت ہو گئی۔ مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔

تم میک اپ میں اور جعلی نام سے ساتھ جا رہے ہو۔" سو پر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

نظر آیا۔ شاید وہ بھی عمران کی آوازیں سن کر آیا تھا۔

”اودہ اودہ — یہ میرے افسر ہیں۔ پتھ پتھ کے افسر ہیں۔ یقین کریں افسر ہیں۔ ویسے شکل صورت پر نہ جائیں، شکل صورت سے تو یہ ہمیشہ سے پتھ پتھ ہی نظر آتے ہیں۔ لیکن میں افسر کیا کیا جاتے۔ حکومت بھی شکل صورت دیکھے بغیر افسر رکھ لیتی ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں یہ شکل صورت سے افسر لگتے ہیں۔“ عمران نے بت کی طرح کھڑی ایئر ہوسٹس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم اندر آتے ہو یا نہیں؟“ سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور جھپٹ کر عمران کا بازو پکڑا اور اسے جہاز کے دروازے میں گھسیٹنے لگا۔

”ارے ارے۔ جبراً ہی اغوا کرنا ہے تو یہ محترمہ۔ اودہ۔ ہمپ۔ اودہ۔“ عمران نے چلا کر ایئر ہوسٹس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ لیکن پھر اس طرح منہ پیچھ لیا جیسے اسے اچانک خیال آگیا جو کہ کسی عورت کے لئے ایسا فقرہ بولنا خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔

”آپ خیال نہ کریں۔ یہ ایسی مسخری حرکتیں کرتا رہتا ہے۔“ سوپر فیاض نے ایئر ہوسٹس، سٹیورڈ اور عمران کے پیچھے گھبرائے حیرت زدہ مسافروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر عمران کو ساتھ گھسیٹتا ہوا اپنی سیٹ کی طرف اس طرح لے گیا جیسے کسی ضدی بچے کو سکول لے جایا جا رہا ہو۔

”اودہر بیٹو۔ اور سنو۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں واقعی تمہیں

”کوین آگیا ہے۔ کہاں سے آگیا ہے۔ کمال ہے۔ میں نے تو اس کی چوری کا پتہ دیکھ کر آیا ہوا ہے۔ اودہ پولیس۔ پولیس۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اودہ اودہ دیکھ کر زد سے جھینٹے لگا۔ جیسے پولیس کو بلا کر چوری کا مال برآمد کرنا چاہتا ہو اور عمران کے اس طرح اچانک پولیس پولیس چہنچہن پر نہ صرف اس کے پیچھے آنے والے مسافر چونک پڑے بلکہ جہاز کے دروازے کے اندر دنی طرف کھڑا بارودی اسٹیورڈ بھی چونک کر آگے بڑھا۔

”کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“ ایئر ہوسٹس عمران کے اس طرح پولیس پولیس چہنچہن پر بڑی طرح گھبراہٹ مچ گئی۔

”کیا بات ہے کیا بات ہے۔“ اسٹیورڈ نے انتہائی تیز لہجے میں پوچھا۔ ”اودہ تم نے وردی تو پہنی ہوئی ہے پولیس کی نہ ہنسی باورپی کی سہی بہر حال وردی تو ہے اور مسئلہ وردی کا ہی ہوتا ہے۔ اس محترمہ کے پاس چوری کا مال موجود ہے۔ فوراً اسے برآمد کر لیجئے۔“ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”چوری کا مال۔ کیا مطلب۔ کیا آپ پاگل ہیں؟“ اسٹیورڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگی تھیں جب کہ ایئر ہوسٹس کی حالت ایسی مٹی جیسے وہ اگے لٹھے ہوئے ہوش جو کر سیڑھیوں سے لوٹھکتی ہوئی نیچے جا گری تھی۔

”کوین۔ بورڈنگ کارڈ کا کوین۔ اسلم رضا کا کوین۔ اسلم رضا میرا نام ہے۔“ عمران نے اس طرح تیز تیز اور جوشیلے لہجے میں کہا۔ جیسے انتہائی جوش کی وجہ سے اس کے منہ سے بے ربط فقرے نکل رہے ہوں۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیسا شور مچا رکھا ہے۔ اندر آؤ۔ میں نے تمہارا کوین دے دیا ہے۔“ اسی لمحے سوپر فیاض دروازے پر

گولی مار دوں گا۔ سو پر فیاض نے انتہائی زحمت ہونے کے انداز میں کہا اور ساتھ والی سیٹ پر دھم سے بیٹھ گیا۔ اور عمران اس طرح مطمئن انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ ایر جو سٹش اور اسٹیورڈ کے ساتھ ساتھ باقی مسافر بھی بار بار عمران کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن عمران کا چہرہ بالکل نارمل تھا۔ جہاز کی روانگی کا اعلان ہوا۔ اور پھر جہاز دن و سہ پہر دوڑنا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔

”جج۔۔۔ جج۔۔۔“ جناب افسر صاحب چیونگم مل جاتی ہے جہاز میں۔ سنبھلے مفت ملتی ہے۔ جب سے یہ ظالم مہنگی ہوئی ہے۔ میں تو کھا ہی نہیں سکا۔ اب تم خود سوچو کہ رقم خرچ کر کے چیونگم کو۔ بھینس کی طرح جگلی کو کتے دہو۔ اور پھر اسے تھوک دو۔ رقم بھی گئی۔ جہڑوں میں اور سر میں بھی درد ہو گیا۔ اس لئے چیونگم خرید کر کھانے کو کون پاگل۔ ادھ سوری۔ افسر بات تو ایک ہی ہے۔ عقلمندی نہیں۔ وزڈم۔ ارے کمال ہے۔ یہ جہاز والے غلام ہی نہیں دکھا رہے۔ چلو نارمن وزڈم کی ہی فلم دکھا دیں۔ سنا ہے بہت زبردست مسخرہ ہے۔ اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ آج کل سنٹرل انٹیلی جنس میں مسخرہ۔ ادھ سوری۔ سپرٹنڈنٹ لگا ہوا ہے۔۔۔ عمران کی زبان ایک بار پھر پوری روانی سے چلنے لگی۔ ظاہر ہے آوازا تخی اور تخی ہونی تھی کہ پورے جہاز میں آسانی سے سنائی دے رہی تھی۔ اور بہت سے لوگ اس کی باتیں سن کر بے اختیار ہنسنے لگے۔ جب کہ بہت سوں نے اس طرح منہ بنا

لئے جیسے انہیں عمران کی طرف سے یہ ڈسٹر بنس ناگوار گزری ہو۔ ”میں کہتا ہوں خاموش ہو جاؤ۔ احمق کے بچے۔“ فیاض نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”واہ۔ کیا لقمہ دیا ہے ڈیڈی کو۔ میری جیب میں ٹیپ ریکارڈ موجود ہے۔ اور میں واپسی پر ڈیڈی کو یہ ٹیپ ریکارڈ تحفے کے طور پر پیش کروں گا۔ واہ لطف آ گیا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کا چہرہ عمران کی بات سننے ہی ایک لحنت زرد ہو گیا۔ ظاہر ہے عمران کی بات سن کر اس کا ذہن بھکسے اڑ گیا ہو گا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر واقعی یہ فقرہ سر رحمان نے سن لیا تو پھر اس کا کیا حشر نہیں ہو سکتا۔

”ادھ۔ ادھ۔ عمران۔ پلیز پلیز۔۔۔۔۔“ فیاض نے مہربانی طرح بولکھلائے ہوئے انداز میں عمران کی منتیں شروع کر دیں۔

”سوری۔ میرا نام اسلم رضلہ ہے۔ اور یہ جو تم نام لے رہے ہو یہ تو سنا ہے کسی بہت ہی عقلمند آدمی کا نام ہے جو ایک بہت ہی احمق سپرٹنڈنٹ کا دوست ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور فیاض ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔ اس کا چہرہ اور زیادہ زرد ہو گیا تھا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ واقعی اس سے عمران کا نام لے کر غلطی ہو چکی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب عمران چاہے کچھ بھی کیوں نہ کہتا رہے وہ زبان نہ کھولے گا۔ اور اس فیصلہ پر عمل درآمد کے لئے وہ اتنی مضبوطی سے ہونٹ پیچھے ہوئے تھا کہ جیسے اسے خطرہ ہو کہ اس نے ہونٹ

آپ کو باز رکھ سکتا تھا۔ اس لئے اس نے عمران کے ہاتھ سے رسالہ چھین لیا۔ اور اسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے اسے دنیا کی سب سے خوب صورت تصویر دیکھنے کو ملے گی۔

’اوہ۔ اب یاد آیا۔ اس پوز کو افسر کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے ناں۔‘
عمران نے فیاض کے رسالہ چھینے ہی کہا۔

اور فیاض نے دوسرے لمحے رسالہ اس طرح عمران کی طرف پھینکا جیسے اس کے ہاتھ میں رسالے کی بجائے کوئی زہر ملا بھجوا گیا ہو۔ اور ظاہر ہے اس کی طرف سے یہی کچھ ہونا تھا کہ کوئٹہ عمران جس تصویر کی تعریف کر رہا تھا وہ ایک گدھے کی تھی جو منہ اٹھائے رینک رہا تھا۔

’کیوں پسند نہیں آئی افسر کی تصویر۔ دیے تمہیں تصویر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ تم تو آئینہ دیکھ کر بھی پہچان سکتے ہو۔ آخر افسر ہو۔‘
عمران نے کہا۔

لیکن فیاض نے ایک بار پھر جونٹ بیچنے کو منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

’پلیز مس۔۔۔ اچانک عمران نے قریب سے گودرتی ہوئی ایر ہوٹلش سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

’ییس مس۔۔۔ ایر ہوٹلش نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی اس کے چہرے پر بے تحاشے خوف کے آثار ابھر آئے۔ شاید وہ ذہنی طور پر اس نتیجے پر پہنچ چکی تھی کہ عمران کی دماغی صحت مشکوک ہے۔

دراپھی ڈھیلے کئے تو اندر سے کوئی چیز اچھل کر باہر آجائے گی۔

’دیے تمہارا فیصلہ بالکل درست ہے۔ یہاں کے کہتے ہیں کہ آدمی جب بولتا ہے تو اس کی جہالت کا سب کو علم ہو جاتا ہے‘

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن فیاض نے اس طرح منہ پھیر لیا جیسے اب نہ بولنے کے ساتھ ساتھ وہ عمران کی طرف نہ دیکھنے کا بھی فیصلہ کر چکا ہو۔ لیکن اس کے چہرے پر موجود آثار عمران

کو واضح طور پر بتا رہے تھے کہ اب سو پر فیاض جھلاہٹ کی انتہا پر پہنچ چکا ہے اور اب اگر عمران نے اسے مزید چھڑا تو اور وہ کچھ

کر سکایا نہ کم از کم جہاز سے نیچے ضرور جھلاہٹ لگا دے گا۔ اس لئے عمران نے اسے نارمل کرنے کے لئے بڑے اطمینان سے

ریک میں پڑا ہوا ایک رسالہ اٹھایا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔

’واہ۔ کیا خوب صورت پوز ہے۔ پوز ہے یا سونے کا کشتہ۔‘
واہ۔ عمران نے رسالے کا وہ حصہ جو سو پر فیاض کی طرف تھا جان

بوجھ کر اوپر کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

’کوئی سا پوز۔۔۔ عمران کی توقع کے عین مطابق سو پر فیاض سب کچھ کھول کر پوز دیکھنے کے لئے بے چین ہو گیا۔

’مجھے پوزوں کے نام تو نہیں آتے۔ بس پوز ہے۔‘ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن ساتھ ہی اس نے رسالے کی سو پر

فیاض کی طرف والی سائیڈ اور اوپر کو اٹھا دی۔ تاکہ سو پر فیاض تصویر نہ دیکھ سکے۔

’دکھاؤ۔‘ سو پر فیاض ظاہر ہے ایسے موقع پر کہاں اپنے

"تت — تت — تم خود تو کہہ رہے تھے آخری بار اور آخری بار کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ بس اب جہاز تیار ہونے والا ہے۔" — عمران نے اسی طرح غوف زدہ ہلچے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ۔ یا الہی میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔" — فیاض نے اس کا اور تو بس نہ چلا تو وہ اپنے ہی بال نوچنے لگا۔

"کلمہ پڑھو کلمہ پڑھو۔ بزرگ کہتے ہیں کلمہ پڑھنے سے مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں اور اگر مصیبت دور نہ ہو تو کم از کم خاتمہ ایمان پر ضرور ہو جاتا ہے۔" — عمران نے اسے بڑے بزرگانہ انداز میں نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

"آپ پاگل تو نہیں۔ آخر آپ نے ایسا فقرہ کیوں کہا۔" — ایک گارڈ نے غصے کی شدت سے بڑی طرح چیخے ہوئے کہا۔

"یہ تم سے پوچھ رہا ہے۔ جواب دو نا۔ اسے۔" — عمران نے بڑے مطمئن انداز میں سو پر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا اور دوبارہ رسالہ اٹھا کر اس طرح پڑھنے لگا جیسے کوئی بات نہ ہو۔

"آپ پلیز جابیں۔ پلیز۔" — فیاض نے اسٹورڈ اور گارڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ اسے سنبھالیں ورنہ اسے گرفتار بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح مسافروں میں غوف و ہراس پھیلنا مجرم ہے۔" — گارڈ کو شاید ضرورت سے زیادہ ہی غصہ آگیا تھا۔ مسافر بھی اب عمران کو اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے واقعی انہیں اس کے پاگل پن پر

یقین آگیا ہو۔

"اوہ آؤ۔ تمہارا نام کیا ہے۔" — اچانک عمران نے رسالہ ایک طرف ہٹاتے ہوئے گارڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا لہجہ اس قدر سرد اور سخت تھا کہ گارڈ کے ساتھ ساتھ باقی افراد بھی بڑی طرح چونک پڑے فیاض بھی چونک کر عمران کو دیکھنے لگا۔

"آپ پلیز ایک سیکیورٹی۔ آپ کے مذاق نے سارے مسافروں کو غوف زدہ کر دیا ہے۔ اس لئے پلیز۔" — گارڈ عمران کی ایک ہی گھر کی سے نہ صرف بڑی طرح گہرا گیا تھا بلکہ دوبارہ آپ پر آگیا تھا ورنہ پہلے فقرہ میں اس نے عمران کے لئے اس استعمال کیا تھا اور شاید اس لئے عمران نے اسے تنبیہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"میں نے تمہارا نام پوچھا ہے۔" — عمران نے بدستور پہلے جیسے ہیچ میں کہا۔

"میرا نام مصطفیٰ ہے جناب۔" — گارڈ اب واقعی بڑی طرح خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"اوہ۔ تمہارا نام ہی ایسا ہے کہ اس کی لاج رکھنا پڑتی ہے۔ جاؤ۔ اور شکم کر دو کہ تمہارے ماں باپ نے تمہارا یہ نام رکھ دیا تھا۔ ورنہ۔۔۔۔۔" — عمران نے ہونٹ پینچتے ہوئے کہا۔

اور گارڈ جلدی سے سلام کر کے واپس مر گیا۔ فیاض اب واقعی حیرت سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے لئے واقعی یہ نئی بات تھی کہ عمران اس نام کی اتنی عزت بھی کر سکتا ہے کہ اپنا غصہ صرف نام کی لاج رکھتے ہوئے پی جاتے گا۔

"اب میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اچھے افسر بنے ہو اب تک نہ کچھ کھلایا ہے نہ پلایا ہے۔ بس منہ پھلائے بیٹھے ہو۔ اس لئے کہتے ہیں کہ تم جیسے افسر کی ماتحتی سے اچھا ہے۔ آدمی بھیک مانگنے"۔
 عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس بار سو پر فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

"کاش۔ تم یہی کام کرتے"۔ فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔
 بنجانے کون سی ذہنی رو تھی جس سے وہ لپٹنے سے رہا تھا۔ شاید وہ تصویریں عمران کو سر پر بھیک مانگتے اور خود کو اسے بھیک دیتے ہوئے دیکھ کر محفوظ ہو رہا تھا۔

"ظاہر ہے تمہاری ماتحتی میں بالآخر یہی کرنا پڑے گا جب افسر صاحب آگے آگے لائے گی پکڑے گا پھیلنے چل رہے ہوں تو بے چارے ماتحت کو تو پیچھے آنا پڑتا ہے۔ آخر حفاظت بھی تو کرنی ہوتی ہے افسر کی"۔ عمران نے جواب دیا۔ اور فیاض ایک بار پھر تہقہ مار کر ہنس پڑا۔

"شکر ہے تم ہنسنے تو سہی۔ ویسے آج مجھے ایک فلاسفر کے قول پر بحثہ یقین آگیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی طرح بھی نہ ہنس رہا ہو تو اسے اس کا خاندانی پیشہ یاد دلایا جائے۔ وہ فوراً ہنس پڑے گا"۔ عمران نے بڑے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔
 تو ہنسنے ہوئے فیاض کا منہ ایک بار پھر بھنج گیا۔

"تم پھر کوا اس پر اتر آئے"۔ فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اترنا ہے۔ ارے تو پھر اٹھ بیٹھے کیوں ہو"۔ عمران نے ایک جھٹکے سیٹھ سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
 "ابھی دیر ہے۔ آرام سے بیٹھو۔ میں تمہارے لئے کوئی منگواتا ہوں۔ فیاض نے اس کا بازو پکڑ کر اسے زبردستی سیٹھ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔
 "یہ جوئی ناں افسروں والی بات۔ اچھے افسر وہی ہوتے ہیں جو اپنے ماتحتوں کی خدمت کرتے ہیں"۔ عمران نے واپس سیٹھ پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ فیاض نے ہنستے ہوئے ایئر ہوشس سے کوک لانے کے لئے کہا۔

"دیے میں تو سوچ رہا تھا کہ اب تم میرے قابو آتے ہو میں تم پر غور و غلبہ جاؤں گا۔ لیکن اگر مجھے پہلے سے ذرا بھی خیال ہوتا تو میں اپنے پیٹ میں چاقو مار کر ہسپتال پہنچ جاتا"۔ فیاض نے کہا۔

"دراصل رعب بھی برف کی طرح چھایا جاتا ہے۔ اور جانے کے عمل میں سردی کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ تم نے یہاں آنے سے پہلے اپنے رعب کو ڈیپ فریزر میں کم از کم ایک مہینہ تو ضرور رکھنا تھا۔ تاکہ وہ اچھی طرح جم جائے۔ پھر ہم اس پر کیم کی تہہ لگا کر اطمینان سے کھاتے۔ کیا خیال ہے"۔ عمران نے کہا اور سو پر فیاض ہنس پڑا۔
 ایئر ہوشس نے انہیں کوک کی بوتلیں ٹشو پیروں میں لپیٹی ہوئی لادیں۔
 "پلیز۔ اس کے ساتھ رعب مل جائے گا۔ اگر مل جائے تو ڈنا جائے افسر صاحب کو لادیں۔ ان کا اپنا رعب گھر رہ گیا ہے"۔ عمران نے بوتلی پکڑتے ہوئے ایئر ہوشس سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران بریڈ میں سے ایک لافانی اور یادگار ناول

انوسٹری گرپ (حصہ دوم)

مصنف: منظر کشیم ایم اے

- و کیا کافرستان کا مشن پورا ہو گیا — اور پاکیشیا اور شوگران کے درمیان دفاعی معاہدہ نہ ہو سکا۔ ؟
- و سپرنٹنڈنٹ فیاض زندگی میں پہلی بار ایکشن میں — اور اس کے حیرت انگیز ایکشن نے ساری صورت حال ہی بدل ڈالی۔
- و عمران اور شاگل کے درمیان ہونے والا ہولناک ٹکراؤ — جس کا انجام عمران اور پاکیشیا سیکریٹ سروس کی یقینی موت کی صورت میں برآمد ہوا۔
- و شاگل — جس نے عمران کے جسم کے بکھرے ہوئے ہزاروں ٹکڑوں پر اپنی فتح کا جشن منایا۔ ؟
- و کیا کافرستان، پاکیشیا کو واضح اور براہِ فکست دینے میں کامیاب ہو گیا — ؟

و انتہائی حیرت انگیز — انتہائی تیز رفتار
و انتہائی منفرد — ایک انوکھا اور یادگار ناول

یوسف برادرز - پاک گیٹ ملتان

”جی کیا فرمایا آپ نے۔ رعب — ایر ہوٹس نے حیران ہو کر پوچھا۔

”جی ہاں — رعب — کمال ہے۔ آپ کو نہیں معلوم۔ آپ کے افسر نے کبھی آپ پر رعب نہیں بھاڑا۔ واہ کیا لفظ ہے بھاڑنا یا دوسرے فیاض تم خواہ مخواہ رعب کو جانے کے چکر میں پڑے رہتے ہو۔ ایسا کیا کہ وہ صبح اٹھ کر اپنے سر کے درمیان صاف سطح پر تھوڑا سا رعب بھاڑ لیا کہ دیا رکھ اذکم مہربا دایہ گنجے پن والا احساس کمتری تو رعب کی تہہ میں غائب ہو سکتا ہے۔“ عمران ایر ہوٹس سے بات کرتے ہوئے فیاض سے مخاطب ہو گیا اور ایر ہوٹس مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

”تمہارے ساتھ بات کرو تب مصیبت۔ نہ کہ رعب مصیبت۔ آخر مجھے بتا دیں کیا کروں۔“ فیاض ایک بار پھر نرج ہونے لگا۔ ”کوک پیو۔“ عمران نے واقعی بڑے پُر غلوص انداز میں مشورہ دیا۔ اور خود بھی اطمینان سے کوک پینے میں مصروف ہو گیا۔

3a 2000

ختم شد

زگ زگ مشن

مصنف — منظرِ حکیم ایم اے

- اسلامی ملک مراکش میں ہونے والی اسلامی ممالک کے ذرائع خارجہ کی کانفرنس کو سہوتاژ کرنے کیلئے دنیا کے خوفناک دہشت گرد گروپ کی خدمات حاصل کر لی گئیں۔
- کانفرنس ہال کو میزائلوں سے اڑانے اور فوجی گولیوں سے چھلنی کر دینے کی خوفناک دیکھائی۔
- اسلامی سکیورٹی کونسل کا کزنل فریدی کانفرنس ہال کی حفاظت اور دہشت گرد گروپ کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے میدان میں کود پڑا۔
- علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے دہشت گرد گروپ کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے اور اس کے سربراہ کی ہلاکت کا اعلان کر دیا۔
- اری زندا کے خوفناک جنگلوں میں واقع دہشت گرد گروپ کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے کیلئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی سرکردہ کوششیں۔
- خوفناک جنگلوں میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ دہشت گردوں کے انتہائی جان لیوا ایسے مقابلے جن کا ہر لمحہ قیامت کا لمحہ ثابت ہوا۔

- وہ لمحہ — جب عمران اور اس کے ساتھی اری زندا کے جنگلوں میں دہشت گردوں کے گھیرے میں آکر بے بس ہو گئے۔
 - کیا عمران اور اس کے ساتھی دہشت گردوں کے سربراہ اور اس کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو سکے یا خود بھی بھیا تک موت کا شکار ہو گئے۔؟
 - مراکش میں کانفرنس ہال کو تباہ کرنے کیلئے دہشت گردوں کی خوفناک سازشیں — ایسی سازشیں کہ کزنل فریدی اور اس کے ساتھی ان سازشوں کے مقابل بے بس ہو کر رہ گئے۔
 - وہ لمحہ — جب عمران، پاکیشیا سیکرٹ سروس، کزنل فریدی، اس کی زیر فوس اور مراکش کی فوجی سکیورٹی سب دہشت گردوں کے مقابل آگئے لیکن دہشت گرد اپنے خوفناک مقاصد میں کامیاب ہوتے چلے گئے۔ کیوں اور کیسے —؟
 - وہ لمحہ — جب دہشت گرد اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور کزنل فریدی اور علی عمران دونوں اس خوفناک تباہی کو روکنے پر قادر نہ رہے۔
 - آخری لمحات تک ہونے والی انتہائی اعصاب شکن اور جان لیوا جدوجہد کہ سائنس لینا بھی دشوار ہو گیا۔ اعصاب شکن سپنس اور تیز رفتار ایشن سے بھرپور ایک ایسی کہانی جو ہر لحاظ سے یادگار حیثیت کی حامل ہے۔
- ## یوسف براؤن زپاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ مصنفہ انداز کا ناول

فورسٹارز

مصنف — مظہر کلیم ایم اے

فورسٹارز — سیکرٹ سروس کا ایک نیا گروپ — جس کا سربراہ صدیقی تھا۔

فورسٹارز — ایک ایسا گروپ — جو پاکستان کے مجرموں کے لئے دہشت کا نشان بن گیا — کیسے؟

عمران — جو اپنے آپ کو سپر سٹار کہلانے پر مقرر تھا لیکن صدیقی اور فورسٹارز نے اُسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا — کیوں؟

نواب بہادر — منشیات کے انتہائی فعال اور وسیع نیٹ ورک کا سربراہ جس نے پاکستان کے ہزاروں لاکھوں خاندانوں کو تباہ کر دیا۔ نواب بہادر کون تھا؟

نواب بہادر — جس کا نام سب جانتے تھے لیکن کوئی اس کی اصل شخصیت سے واقف نہ تھا۔

فورسٹارز — جب نواب بہادر کو تلاش کرنے نکلا تو کیسے ناکام ہو گیا — کیوں؟

شار فورس — عمران کی درخواست پر ایکسٹونے سرکاری طور پر ایک

نئی فورس قائم کر دی — یہ فورس کیا تھی — اور اس کے

ممبران کون تھے؟

گلش جہاں — نواب رضا کی اکلوتی صاحبزادی — جس سے عمران

شادی کے لئے انتہائی بنجید ہو گیا اور اس نے سر سلطان کی معرفت

گلش جہاں سے شادی کا پیغام بھجوادیا۔

• وہ لمحہ — جب عمران نے جولیا کو گلش جہاں کے ساتھ ہونے والی

اپنی شادی کی تقریب میں چلنے کے لئے رضامند کر لیا — کیا واقعی

جولیا رضامند ہو گئی؟

ارباب — گرین کارڈ نامی تنظیم کا سربراہ — جو مزاحیہ باتیں کرنے

میں عمران سے بھی دو جوتے آگے تھا — ایک دلچسپ، انوکھا

اور منفرد کردار۔

• کیا فورسٹارز اور عمران، نواب بہادر کی اصل شخصیت کو ٹریس کر لینے

میں کامیاب ہو گئے — یا؟

• غڈوں - بدعاشوں کے ساتھ فورسٹارز کی انتہائی ہولناک اور زہ خیز فاش

مزاح - ایکشن اور سپنس سے بھرپور - قطعی منفرد انداز میں لکھا گیا

ایک دلچسپ ناول

یوسف برادرز - پاک گیٹ ملتان

عزات سیریز

انٹرنیٹری گریپ



منظر کلیم ایم اے



چند باتیں

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ پوٹنشل قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی تجریدی یا کلی مطالقت الغائبہ ہوگی جس کے لئے پبلشرز مصنف، پرنٹر و قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے

مترم تارین۔ سلام مسنون! انونٹری گرپ کا دوسرا حصہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ دوسرا حصہ پڑھنے کے لئے سخت بے چین ہوں گے لیکن ناول پڑھنے سے پہلے اگر اپنے چند خطوط بھی پڑھ لیں تو یقیناً دوسرے حصے کا لطف دوہلا ہو جائے گا۔

پڑھیں شہر ضلع نواب شاہ سندھ سے حافظ فیصل احمد راجپوت اور منیجنگ ایڈیٹر ضلع بہاول نگر سے ملک وسیم اکرم صاحبان نے اپنے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ملعون رشیدی نے شیطانی کتاب لکھ کر پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل رنجیدہ کر دیئے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایسی کتاب یقیناً مسلمانوں کے خلاف کسی گہری سازش کا نتیجہ ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے آپ اس سازش کا پس منظر اپنے انداز میں ضرور کسی ناول میں پیش کریں۔

حافظ فیصل احمد راجپوت اور ملک وسیم اکرم صاحبان! واقعی اس ملعون نے ایسی ذلت کی ہے جسے دنیا کوئی مسلمان کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا اور نہ کرے گا اور آپ کی یہ بات بھی درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ شیطانی کتاب صرف اس ملعون کی اپنی ذلیل سوچ کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے پیچھے یقیناً میسہونی سازش کا در فرما ہے۔ میں مفتاح اللہ آپ کی فرمائش کسی ناول میں ضرور پوری کر دوں گا۔ شہر کا نام لکھ کر محمد لاہور ن پرنس صاحب نے لکھا ہے۔ ٹائٹل پلان لے مندر آ رہا ہے۔ ایسے شاہکار کبھی کبھار ہی پڑھنے کو ملتے ہیں جن کا اثر برسوں تک ذہن پر موجود رہتا ہے۔ اگر اس میں جو ایسا بھی شامل ہوتی تو یقیناً لطف دوہلا ہو

ناشران ----- اشرف قریشی

----- یوسف قریشی

پرنٹر ----- محمد یونس

طابع ----- ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت ----- 33 روپے



جہاں وہ پہنچے، اس ناول میں عمران کے متعلق علم ہوا کہ وہ باقاعدہ صبح کی نماز پڑھتا ہے۔ پھر پوچھتے تو یہ پڑھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے۔

محمد اردن پرنس صاحب با خط لکھنے اور ناول پسند کرنے پر بے حد متحرک ہوں۔ ٹائٹل پلان میں جولیا کی عدم موجودگی کے بارے میں دیگر تادمین نے بھی لکھا ہے لیکن شاید آپ نے غور نہیں فرمایا کہ یہ ایسا شخص تھا جس میں عمران کے اس وقت بے حد محکم تھا اور آپ تو جانتے ہی ہوں گے کہ وقت کی کمی کا خیال عزتوں کو کم ہی ہوتا ہے۔ مزید کیا لکھوں، امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ باقی راء عمران کا نماز پڑھنا تو جب عمران مسلمان ہے تو ظاہر ہے کہ نماز اس پر بھی فرض ہے اور عمران جیسا شخص فرض سے کوتاہی کیسے کر سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جاسوسی ناول میں کہانی کا تانا بانا اور پٹو کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ بہت سی باتوں کا ذکر نہیں آتا۔ مثلاً عمران کو کبھی بیروڈیننگ سیلون میں جاتے نہیں دکھایا گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ واقعی اس نے کبھی مال نہیں ترسوائے عمران کو کبھی کسی ٹیلر یا سٹور کو اپنے لباس کا ناپ دیتے نہیں دکھایا گیا بلکہ اُسے کسی دوکان سے پکڑے خریدتے نہیں دکھایا گیا۔ یہ باتیں میں نے صرف بطور مثال لکھ دی ہیں ایسی اور بھی بے شمار مثالیں ہو سکتی ہیں۔ امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

فیصل آباد محلہ اسلام نگر سے فہر الدین بابر انصاری صاحب لکھتے ہیں۔
مجھے آپ کے ناول لکھنے کا انداز بے حد پسند ہے۔ اس لحاظ سے آپ کے ذہن کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اسرائیل کے خلاف آپ نے جتنے بھی ناول لکھے ہیں وہ مجھے خصوصی طور پر زیادہ پسند آتے ہیں۔ موجودہ ناول ٹائٹل پلان بھی واقعی شاہکار ناول ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ انکنا

اور ایڈیٹر پرنس جیسے اور ناول بھی ضرور لکھیں۔ ایک درخواست عمران سے بھی میں کرنا چاہتا ہوں کہ وہ جب سب سے مذاق کرنا رہتا ہے حتیٰ کہ سر سلطان، جیسے بزرگ کو بھی نہیں بخشا تو پتہ چلے گا کہ نائیگر نے کیا قصور کیا ہے کہ عمران اس سے ہمیشہ سنجیدہ ہو کر بات کرتا ہے اس لئے میری درخواست ہے کہ عمران نائیگر سے بھی وہی رویہ رکھے جو دوسروں سے روا رکھتا ہے کہ نائیگر میرا پسندیدہ کردار ہے۔ فہر الدین بابر انصاری صاحب ان ناولوں کی پسندیدگی اور تعریف کا بے حد متحرک۔ انشاء اللہ جلد ہی آپ انکنا اور ایڈیٹر پرنس جیسے مزید ناول بھی پڑھیں گے باقی رہی نائیگر کے متعلق آپ کی عمران سے درخواست تو آپ کی درخواست تو میں عمران تک ضرور پہنچا دوں گا۔ لیکن ظاہر ہے میں اُسے مجبور تو نہیں کر سکتا۔ البتہ ایک بات میں اپنی طرف سے ضرور لکھنا چاہتا ہوں کہ نائیگر عمران کا شاگرد ہے اور استاد شاگرد کے درمیان بہر حال ایک فاصلہ ضرور قائم رہنا چاہیے۔ کیا خیال ہے۔ کھیا می ضلع گوجرانوالہ سے محمد نذیم صاحب لکھتے ہیں۔ "مجھے آپ کے حب الوطنی کے جذبے سے پُر ناول بے حد پسند ہیں اور آپ کے ناولوں سے واقعی ہمارے دلوں میں جذبہ حب الوطنی مزید اجاگر ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک بات سے مجھے اختلاف ہے کہ آپ اپنے ناولوں میں ملکوں کے اصل ناموں کی بجائے ان کے فرضی نام لکھتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ان کے اصل نام لکھ کریں گے یہ اور بات ہے کہ فرضی ناموں کے باوجود ملکوں کے اصل نام سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

محمد نذیم صاحب ان ناولوں کی پسندیدگی کے لئے یہ شکر ہوں۔ جہاں تک ملکوں کے فرضی نام لکھنے کا تعلق ہے تو ان ناموں سے بہر حال آپ ملکوں کے اصل نام تو سمجھ ہی جاتے ہیں اور ایک مشہور فقرہ ہے کہ جب بات سمجھ میں آ جاتی ہے تو پھر ضروری تو نہیں کہ اس کی وضاحت بھی کی جائے۔"

مہرت سیالکوٹ سے طارق جانو صاحب کہتے ہیں۔ میرے دل میں بے پناہ جذبہ حب الوطنی ہے اور آپ کے دلوں کے مطالعے سے تو یہ جذبہ کچھ اور بھی زیادہ اچاگر ہو گیا ہے اور میں نے فیصلہ بھی کر لیا ہے کہ اگر میرے ملک کو میری جان کی بھی ضرورت ہوگی تو ضرور دوں گا لیکن صرف ایک بات پر میں دل مسوس کر رہ جانا ہوں کہ میں جسمانی طور پر ذرا کمزور ہوں۔ کیا آپ میری رہنمائی کریں گے کہ میرا کس ایسے آدمی یا ادارے سے تعارف کراؤں جو مجھے مخصوص درزوں یا خوراک سے جسمانی طور پر توانا بنا دے۔

طارق جانو صاحب! یہ پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے دل میں بے پناہ جذبہ حب الوطنی موجود ہے اور آپ کا ملک و قوم کے لئے جان دینے کا فیصلہ بھی بے حد قابلِ قدر ہے۔ ہمارے ملک کے نوجوانوں کو ایسا ہی فیصلہ کرنا چاہیئے جہاں تک جسمانی طور پر کمزور ہونے والی بات ہے تو یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جو آپ کی راہ میں رکاوٹ بن سکے۔ جذبہ حب الوطنی کے اظہار اور ملک و قوم کی خدمت کی بے شمار ایسی راہیں ہیں جن پر آپ جسمانی طور پر کمزور ہونے کے باوجود بخوبی چل سکتے ہیں۔ آپ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ طالب علم ہیں تو اگر آپ اپنی تعلیم پر پوری پوری توجہ دیں تو یہ بھی ملک و قوم کی بہت بڑی خدمت ہے اس کے لئے آپ کی ذرا جملائی کمزوری یقیناً اُسٹے نہ آئے گی۔ باقی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ خود بخود آپ کا جسم بھی توانا ہو جائے گا۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

منظر کلیم ایم۔ اے

شاگل بڑے اطمینان سے کار چلاتا ہوا نیول انجینئرنگ
مید کوارٹر کے فرسٹ گیٹ کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ اس کے
جسم پر سکریہ کی کیپٹن کی یونیفارم تھی۔ اور چہرے پر ایسا میک اپ
تھا کہ وہ واقعی کوئی سخت گیر کیپٹن لگ رہا تھا۔ وہ ابھی تھوڑی سی
دیر پہلے پاکیشیا کے ساحل پر اترا تھا۔ نقلی انونٹری گپ اس کے
کوٹ کے استر میں کا ندھے پر اس طرح سلی ہوئی تھی کہ اوپر
کا ندھے کا مخصوص پیڈ آگیا تھا۔ اس کو یہاں پہنچانے کے لئے انتہائی
مخصوص انتظامات کئے گئے تھے۔ سکریہ کے ایک ہیلی کاپٹر سے
نیچی پرواز کرتا ہوا وہ پاکیشیا کی سرحد کے قریب کھلے سمندر میں
ایک لاپنج پر اترا۔ اور پھر لاپنج اسے ساحل کے ایک ویران حصے تک
لے آئی۔ یہاں ایک مخصوص ایکٹ کار لئے ہوئے موجود تھا۔ اس
نے سٹ گل کو مزید ہدایات دیں اور شاگل کا رے کو نیول انجینئرنگ

ہیڈ کوارٹر کی طرف چل پڑا۔ کاغذات کی روت اس کا نام عاصم تھا۔
 اور وہ ایک جنگی جہاز کا کپٹن تھا۔ یہ جنگی جہاز آج کل انجینئرنگ
 ہیڈ کوارٹر میں جنرل اوور ہاٹنگ کے لئے موجود تھا۔ اور اس کی
 چٹنگ کے لئے شاگل دہاں جا رہا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ نیول انجینئرنگ
 ہیڈ کوارٹر میں انتہائی سخت انتظامات ہوتے ہیں اس لئے اسے اسے ہر گز
 انتہائی چوکنا اور خبردار رہنا ہوگا۔ لیکن شاگل طاہر ہے سیکرٹ سروس
 کا چیف تھا۔ اس لئے اس نے ان حفاظتی اقدامات کی کچھ زیادہ پرواہ
 نہ کی تھی۔

کار چلاتے ہوئے وہ جب ساحل سے گھاٹ پر پہنچا اور پھر
 دہاں سے اس سڑک کی طرف بڑھ گیا جو نیول انجینئرنگ ہیڈ کوارٹر
 کے گیٹ کی طرف جاتی تھی۔ اسے تمام راستوں اور مخصوص چیک
 پوسٹوں اور ان کے طریقہ کار اور مخصوص کوڈ پہلے سے ہی بتائے
 گئے تھے۔ اس نے بھی وہ خاصا مطمئن اور خود اعتماد تھا کہ تیزی
 سے دوڑتی ہوئی جیسے ہی ایک موٹر گاڑی سٹارٹ کرنے پر فرسٹ گیٹ آگیا۔
 یہاں پہلی چیک پوسٹ تھی اور شاگل سے پہلے دو کاریں دہاں رکی
 ہوئی تھیں۔ شاگل نے کار ان کے پیچھے جا کر روک دی۔ اور خود نیچے
 اتر کر سائیڈ میں بنے ایک بیرک نمائندے کی طرف بڑھ گیا۔ اس
 کمرے میں ایک میز کے پیچھے نیول پولیس کی مخصوص یونیفارم پہنے
 دو آفیسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے، جسٹر رکھے ہوئے تھے۔
 جیسے ہی شاگل اندر داخل ہوا ایک آفیسر کے سامنے موجود آدمی
 واپس مڑ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سرخ رنگ کا کارڈ تھا۔

”یس سر۔“ پولیس آفیسر نے غور سے شاگل کو دیکھتے
 ہوئے کہا۔
 ”کپٹن عاصم آف ٹائیکر ایس تھری۔“ شاگل نے بدلے
 ہوئے ہاتھ میں پولیس آفیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور حبیب سے
 ایک شنختی کارڈ نکال کر آفیسر کے سامنے رکھ دیا۔
 آفیسر نے سر ہلاتے ہوئے کارڈ اٹھایا۔ اس پر لکھے ہوئے
 مندرجہ سر پر درج کئے اور پھر ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر ایک نمبر
 ڈائل کیا۔

”کپٹن عاصم آف ٹائیکر ایس تھری۔“ پولیس آفیسر نے
 کہا۔ اور دوسری طرف سے کچھ سن کر اس نے رسیور واپس رکھ دیا۔
 اور پھر میز کی دروازے ویسا ہی سرخ رنگ کا کارڈ نکال کر اس
 نے اس پر مہر لگائی اور شاگل کا شنختی کارڈ اور یہ سرخ کارڈ اس
 کی طرف بڑھا دیا۔ شاگل نے دونوں کارڈ پکڑے اور بیرک نمائندے
 سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ آگے موجود دونوں کاریں اب
 غائب ہو چکی تھیں۔ شاگل جب کاریں بیٹھا تو اسے فوراً احساس ہو گیا
 کہ کار کی تلاشی لی گئی ہے۔ لیکن اس نے بغیر ادھر ادھر دیکھے خاموشی
 سے کار سٹارٹ کی اور گیٹ کے ایک پھانک کی طرف بڑھ گیا۔
 پھانک کے قریب کار روک کر اس نے سرخ کارڈ مسلح گارڈ کی طرف
 بڑھا دیا۔ گارڈ نے کارڈ لے کر پھانک میں بنی ہوئی ایک بھری میں
 ڈال دیا۔ دوسرے لمحے پھانک خود بخود کھلتا گیا اور شاگل نے کار آگے
 بڑھا دی۔ سڑک آگے جا رہی تھی۔ لیکن اس کے دونوں اطراف

کار اپنے مخصوص نمبر پر روکی یہ نمبر اسے پہلے سے بتا دیا گیا تھا۔ اور پھر نیچے اتر آیا۔ اصل عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہ دائیں طرف مڑ گیا۔ اور پھر ایک سائڈ گیٹ کی سیڑھی سے جوتا ہوا وہ آگے بڑھتا گیا۔ وہ اس طرح چل رہا تھا جیسے کئی سالوں سے یہاں آ جا جاتا اس کا معمول ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر دستک دی تو دروازہ کھل گیا۔

”اوہ — آئیے کیپٹن عاصم۔“ اندر بیٹھ ہوئے ایک نیوی آفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور شاگل بھی مسکرا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اس نے اپنا شناختی کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ”بس اب آپ کا ٹائٹل گرتا رہا ہے“ اس نے کہا۔ ”آفیسر نے اس سے کارڈ لے کر اسے ایک مخصوص پنچ نشین میں ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”ٹاں۔ میں تو فارغ رہہ کہ بور ہو گیا ہوں۔“ شاگل نے چونک کر کہا۔

”اوہ سوری۔ میں بھول گیا تھا۔“ نیوی آفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بھولنے کی بیماری ابھی نہیں ہوتی۔ آدمی آہستہ آہستہ خود کو بھی بھول جاتا ہے۔“ شاگل نے کوڑو دہرایا۔

”اوہ۔“ نیوی آفیسر نے اس بار بڑے اطمینان بھرے بیچ میں کہا اور میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے

میں غار دار تاروں کی باؤلنگ کر اسے بند کر دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انجینئرنگ ہیڈ کوارٹر کا اصل گیٹ آگیا اور شاگل نے اس گیٹ کے سامنے روک دی۔ اسے بتایا گیا تھا کہ اس گیٹ کی دوسری طرف ایک لمبی سی سرنگ نما راہداری ہے۔ جس میں سے اس نے کار سمیت گزرنا ہوگا۔ اس راہداری میں ایسی مشینیں ڈالتی تھیں جو صرف دھماکے دار آلات کا پتہ چلاتی تھیں۔ یعنی کوئی بم وغیرہ اور چونکہ شاگل کے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی۔ اس لئے وہ مطمئن بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی کار رکتے ہی وٹاں موجود ایک گارڈ میز سے اس کے قریب پہنچا۔

”کیپٹن عاصم آف ٹائٹل۔ ایس تھری۔“ شاگل نے کارڈ سے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے اپنا شناختی کارڈ گارڈ کی طرف بڑھا دیا۔

”آپ نے کہاں جانا ہے۔“ گارڈ نے شناختی کارڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”اور ہالنگ سیکشن میں۔“ شاگل نے جواب دیا۔ ”اوہ۔“ گارڈ نے مطمئن ہوجے میں کہا اور کارڈ واپس شاگل کو دے کر وہ گیٹ کی سائڈ میں بنے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھل گیا اور دوسری طرف بنی ہوئی راہداری نظر آنے لگی۔ شاگل نے ہونٹ سیکڑتے ہوئے کارڈ آگے بڑھا دی۔ اور چند لمحوں میں وہ راہداری کو اسس کرتا ہوا عمارت کے کھلے میدان میں آگیا۔ یہاں ایک طرف پارکنگ بنی ہوئی تھی۔ اس نے

سے اندر کی طرف لٹکا ہوا ایک دھاگہ جیسے ہی اس نے کھینچا۔ ہلکی سی سہر کی آواز کے ساتھ ہی کوٹ کا استر ایک سائڈ سے اٹھڑٹا گیا اور شاگل نے بجلی کی سی تیزی سے اندر دو انگلیاں ڈال کر اس میں سے ایک پتلی نیکن مستطیل منہ ڈبیا باہر نکالی اور پھر پہلے جیسی تیزی سے ہی اس نے کوٹ واپس پہن کر سیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بار بار ہیلو ہیلو کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

”ہیلو“ — اس بار شاگل نے کہا۔

”کون صاحب ہیں۔ میں جانس بول رہا ہوں۔“ — ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”کیپٹن عامم آف ٹائیگر ایس تھری۔“ — شاگل نے کہا۔ وہ ڈبیا اس کے دوسرے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔

”یس۔ فرمائیے۔“ — دوسری طرف سے جو کہتے ہوئے پوچھا گیا۔

”آئی۔ جی کے متعلق بات کرنی ہے۔ کیا آپ باہر آ سکتے ہیں؟“ شاگل نے کہا۔

”اوہ اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں باہر اپنی جیب میں انتظار کروں گا۔“ شاگل نے کہا اور سیور رکھ کر وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دواڑہ کھول کر باہر آ گیا۔ اس کا فونٹری گپ دالا ہاتھ اب جیب میں تھا۔ وہ قدم بڑھاتا اپنی جیب کی طرف بڑھ گیا۔ ڈرائیور جیب کے باہر

خاموش کھڑا تھا۔

”چلیں سر۔“ — ڈرائیور نے شاگل کے قریب آنے پر کہا۔ ”نہیں۔ مسٹر جانس باہر آ رہے ہیں۔ میں نے ان سے ایک ذاتی بات کرنی ہے۔ ابھی رکو۔“ — شاگل نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے ہوئے کہا۔ اور ڈرائیور نے سہ ہلا دیا۔ وہ دیلے ہی باہر کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد گیٹ کھلا اور ایک ادھر طر عمر آدمی جس نے سفید رنگ کا اور آل پہنا ہوا تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا جیب کی طرف آنے لگا۔

”اوہ کیپٹن عامم۔ آپ کی بہت مہربانی۔ آپ نے میرے لئے اتنی محکلف کی۔“ — آنے والے نے دوسرے ہی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں مسٹر جانس۔ یہ تو میرا فرض ہے۔“ — شاگل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جانس جیب کے قریب پہنچ گیا۔

”اوہ ڈرائیور۔ تم ذرا کارڈز کے پاس رکو میں نے ایک ذاتی بات کرنی ہے۔“ — جانس نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ڈرائیور نے سہ کہہ کر کارڈز کی طرف بڑھ گیا۔ پھر جانس اچھل کر ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”کوئی مشکل۔“ — جانس نے ہاتھ سیٹ کے ساتھ شاگل کی طرف کھسکاتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ آل۔ اد۔ کے۔“ — شاگل نے کہا اور جیب سے

کے اعصاب تن گئے کار سے ایک پولیس آفیسر نیچے اترا اور تیزی سے شاگل کی طرف بڑھا۔

”سر۔ آپ کو کانڈر صاحب یاد کر رہے ہیں پہلے انہوں نے ایکس تھری بر بات کی لیکن آپ دٹاں نہ پہنچے تھے۔ اس لئے انہوں نے ہمیں کال کیا کہ آپ کو تلاش کر کے پتہ چام دیا جائے۔“ آفیسر نے مؤذبانہ لہجے میں کہا۔

”کہاں ہیں وہ؟“ شاگل نے چونک کر پوچھا۔

”سر اپنے دفتر میں ہیں۔“ آفیسر نے حیرت بھرے

لہجے میں جواب دیا۔

”تھینک یو۔ جلد ڈرائیور۔“ شاگل نے کہا۔ اور پھر ڈرائیور سے مخاطب ہو گیا۔ پولیس آفیسر سلام کر کے واپس اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ ڈرائیور نے کار کو بائیں ہاتھ موڑ دیا۔ اور اس کی رفتار پہلے سے بہت زیادہ تیز کر دی۔

”المنینا سے چلو۔“ شاگل نے کہا۔

”اوہ سر۔ آپ کانڈر صاحب کو تو جانتے ہیں۔ وہ ایک لمحے کی بھی تاخیر برداشت نہیں کر سکتے۔“ ڈرائیور نے چونکتے ہوئے کہا۔ اور شاگل خاموش ہو گیا۔ اس کا ذہن انتہائی تیز رفتار سے اس نئی سچویشن کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کا اصل مشق تو مکمل ہو چکا تھا۔ لیکن یہ کانڈر والا مسئلہ اس کی چھٹی جس کو بار بار خبردار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب ایک مسرخ رنگ کی عمارت کے سامنے جا کر رک گئی۔ جس کے باہر برآمدے میں چار مسلح نیوی پولیس کے

ہاتھ باہر نکال کر اس نے جانسن کے ہاتھ پر رکھا اور دوسرے لمحے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ اس کی ہتھیلی میں دبی ہوئی انونٹری گروپ جانسن کی ہتھیلی میں چلی گئی اور جانسن کا ہاتھ تیزی سے سمٹا اور اوور آلی کی جیب میں داخل ہو گیا۔

”یہاں بڑی سخت چیلنگ اور نگرانی ہو رہی ہے۔ ویسے شکوہ ہے کہ ابھی تک کسی کو آئی۔ جی کی چیلنگ کا خیال نہیں آیا۔ کیونکہ ابھی دٹاں تک چیلنگ پہنچی نہیں۔ مجھے ویسے بڑا خطرہ تھا۔ کیونکہ چند گھنٹوں بعد اس کی چیلنگ شروع ہونے والی تھی۔“ جانسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اچھل کر جیب سے نیچے اترا۔ اور

واپس گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

”جاؤ ڈرائیور۔ صاحب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“ جانسن نے گیٹ کے قریب شاگل کے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور سر ہلاتا ہوا واپس جیب کی طرف بڑھنے لگا۔ اور جانسن گیٹ کی چھوٹی کھڑکی سے اندر داخل ہو گیا۔

”بس ٹھیک ہے۔ چلو۔“ شاگل نے مطمئن لہجے میں ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ڈرائیور اچھل کر سیٹ پر بیٹھا اور اس نے جیب کو واپس موڑ دیا۔ لیکن ابھی وہ تھوڑی سی دور گئے تھے کہ اچانک ایک سائیڈ سے ایک مسرخ رنگ کی کار نکل کر سائرن بجاتی ہوئی ان کی جیب کی طرف بڑھی۔ اور ڈرائیور کے ساتھ ساتھ شاگل بھی چوک بڑا کیونکہ کار پر پولیس کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے خیب روک دی اور کا تیزی سے قریب آکر۔ کی۔ شاگل کے ہونٹ پھنچ گئے۔ اور اس

افراد بڑے مستعد انداز میں کھڑے تھے۔ سامنے ہی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا جس کے باہر کمانڈر انجینئرنگ میں کے الفاظ کھے صاف نمایاں تھے۔

حبیب رکے ہی شاگل نیچے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آمدے کی طرف بڑھ گیا۔ ایک سچا ہی نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازے کے سامنے لٹکا ہوا پردہ ہٹا دیا اور شاگل اندر داخل ہوا۔ اس کمرے میں میز کے پیچھے کمانڈر کاپی۔ اے بیٹھا ہوا تھا۔

"ادو۔ آپ آگئے۔ کمانڈر صاحب آپ کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔" پنی۔ اے نے شاگل کو دیکھتے ہی چونک کر کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے جلدی سے سامنے رکھے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک نمبر پر لیس کر دیا۔

سر۔ کیپٹن عاصم تشریف لائے ہیں۔" پنی۔ اے نے مؤدبانہ ہلچے میں کہا، پھر دوسری طرف سے کچھ سننے کے بعد اس نے یس مہر کہتے ہوئے رسیور واپس کر ڈیل پر رکھا۔

"تشریف لے جائیے سر۔" پنی۔ اے نے رسیور رکھتے ہوئے شاگل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور شاگل سر ہلاتا ہوا سائیڈ دروازے کی طرف بڑھ گیا جس پر نوایہ میشن کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ کمرہ واقعی انتہائی خوب صورت اور جدید انداز میں سجا ہوا تھا۔ مہانگی کی ایک بڑی اور بڑا آتش ٹیبل کے پیچھے بھاری سفید مونیچوں والا کمانڈر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر نیوی کی یونیفارم تھی۔ شاگل نے اندر جاتے ہی نیوی کے مخصوص انداز

میں سلام کیا۔
"تشریف رکھئے کیپٹن۔" کمانڈر نے غور سے شاگل کو دیکھتے ہوئے بھاری آواز میں کہا۔

اور شاگل خاموشی سے میز کے سامنے رکھی ہوئی چاکریوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔

"کیپٹن عاصم۔ آپ اکیس بھری میں جلنے کی بجائے سپیشل ڈیپ کی طرف گئے اور وہاں آپ نے سب انجینئر جالن کو ٹیلی فون کر کے باہر بلایا اور پھر آپ نے ڈرائیور کو گارڈز کے پاس بھیج کر اپنی حبیب میں بیٹھ بائیں کرتے رہے۔" کمانڈر نے اس طرح ایک ایک لفظ چباتے ہوئے کہا جیسے سرکاری وکیل عدالت کے سامنے مجرم پر عائد کردہ الزامات سناتا ہے۔ شاگل خاموش اور مطمئن انداز میں بیٹھا رہا۔

"آپ کو صحیح اطلاع ملی ہے۔" شاگل نے اسی طرح مطمئن ہلچے میں جواب دیا۔ اسے یہاں بھیجے جانے سے پہلے کیپٹن عاصم کے متعلق تفصیلات بتادی گئی تھیں۔ اس لئے وہ پوری طرح مطمئن تھا۔

"میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ خلاف معمول کام کیوں ہوا۔" کمانڈر نے آگے کی طرف بھٹکے ہوئے قدرے سخت ہلچے میں کہا۔ "میں نے ان سے ایک پرسنل بات کہنی تھی جو میں فون پر نہیں کہنا چاہتا تھا۔" شاگل نے منہ نہاتے ہوئے جواب دیا۔ اور کمانڈر کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے غبارے میں سے ہوا نکلتی

ہے اس کے چہرے پر چھایا ہوا جو شش یک لخت ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اور شاگل اس کی اس کیفیت پر دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ اسے معلوم تھا کہ کیپٹن عاصم اور جانسن دونوں گھرے دوست ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے اس کے جواب میں خاصا وزن تھا اور کمانڈر جو شاید ذہنی طور پر کوئی بڑا محل بنائے بیٹھا تھا۔ شاگل کے ایک ہی جواب سے اپنا محل غائب ہوتا محسوس کرنے لگا۔

”اوہ۔ اچھا اچھا۔ میں سمجھا کوئی خاص بات ہوگی۔ میں نے آپ کو اس لئے ملایا تھا کہ ٹائیگر کو ایڈمرل صاحب نے نئی جنگی سکیم میں شامل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جہاں کل یہاں سے فارغ ہو جائے گا۔ اس لئے آپ ایڈمرل سے مل لیں۔ تاکہ نئی جنگی سکیم کے متعلق تفصیلات حاصل کر سکیں۔“ اس بار کمانڈر نے بڑے سادہ بلجے میں کہا۔

”مل لوں گا۔ لیکن پہلے میں جیکنگ تو کروں۔“ شاگل نے منہ جلتے ہوئے کہا۔

”اوہ نہیں۔ کیپٹن ایڈمرل صاحب کی مخصوص ہدایات ہیں کہ آپ جلد از جلد ان سے ملیں۔ اس لئے پلیز آپ ابھی مل لیں۔“ کمانڈر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کے۔ ٹھیک ہے۔ اور کچھ۔“ شاگل نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ٹھینک یو۔“ کمانڈر نے جواب دیا۔ اور شاگل نے اچھک کر ایک بار پھر مخصوص انداز میں سلام کیا اور بیرونی دروازے کی طرف

بڑھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ اسے فوری طور پر واپس جانے کا بہانہ مل گیا ہے۔ چنانچہ وہ چند لمحوں بعد اسی بنوی آفیسر کے پاس پہنچ گیا۔ جس سے کوڈ ورڈز کے بعد جیپ تک پہنچا تھا۔ یہ بیچنے کا ورڈ۔ کمانڈر نے مجھے بتا دیا ہے کہ ان کے حکم پر آپ فوری واپس جا رہے ہیں۔“ آفیسر نے مسکراتے ہوئے ایک سرخ رنگ کا کارڈ شاگل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھینک یو۔“ شاگل نے مختصر لفظوں میں جواب دیا۔ اور کارڈ لے کر باہر کی طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کارڈوں میں گیش کوکراس کی ہوتی بیرونی سڑک پر پہنچ گئی۔ اور شاگل نے کارڈ واپس اسی جگہ کی طرف موڑ دی جہاں سے وہ چلا تھا۔ وہ اب جلد از جلد باکشیاسے نکلنا چاہتا تھا اور دوسری بات یہ کہ اصل کیپٹن عاصم تک وہ یہ ساری اطلاعات فوری طور پر پہنچانا چاہتا تھا تاکہ اچانک کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ اسے بتایا گیا تھا کہ کیپٹن عاصم کا فرسٹان کا ایجنٹ ہے۔

میں کہا،
 "جی۔۔۔۔۔ یس۔۔۔۔۔" نوجوان جس کا نام کرشن تھا
 اور جو لیبارٹری کی سیکمڈ چیف آفیسر تھا نے انتہائی حیرت بھرے
 انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 اسے حیرت اس بات پر تھی کہ لیبارٹری کی چیف آفیسر کم چند
 اتنا بڑا واقعہ سننے کے باوجود نہ صرف یہ کہ چونکا نہ کہ نہیں بلکہ
 اس کے دلچسپی سے محسوس ہو رہا تھا جیسے کرشن نے اسے کوئی عام
 سی بات بتائی ہو۔

”ادھر آؤ“ — چیف آفیسر نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

کہا۔
"یہ سہ"۔ کرن کسی میکا کی کھلونے کی طرح قدم
بڑھاتا جا آگے بڑھ آیا۔

”کمرسی پر بیٹھو۔“ چیف آفیسر کا انداز اتنی انتہائی حیرت انگیز تھا۔ اور کرشن ہونٹ بھی نپٹ ہوا مینز کے دوسری طرف لکھی ہوئی کمرسی پر بیٹھ گیا۔

دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور میز پر جھکے ہوئے
 گئے سردار نے آدمی نے چونک کر سر اٹھایا دروازے پر ایک
 نوجوان کھڑا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ بولنے کے لئے اس
 کے ہونٹ کھلتے وہ ادھر دھر پہنچ پڑا۔
 "یونائٹس۔ یہ کیا لقمہ ہے اندر آنے کا۔" ادھر دھر
 کے بجسے انتہائی غصہ دیکر رہا تھا۔

”سہرے بات ہی ایسی ہو گئی ہے۔ چار افراد انتہائی خفیہ طور پر لیبارٹری میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ ادھر سہرہ آر۔ ٹی۔ دن کو بھی کہ اس کمپکے تھے۔ لیکن آر۔ ٹی۔ دن نے کوئی کاش نہ دیا۔ وہ تو اتفاقاً ٹیلی ریجن پر ریڈ کاش ہوا تو میں نے پیشیل ٹیلی ریجن آن کیا۔ تب میں نے دیکھا کہ ایک غوطہ خور پٹیاں کھانا ہوا سمندر کی سطح کی طرف اٹھتا جا رہا تھا اور تین غوطہ خور اس کے پیچھے لپک

"کیا تم ڈیوٹی کے دوران بھی پینے لگے ہو۔ کتنی بوتلیں پی ہیں " چیف آفیسر نے انتہائی کدخت بولے میں کہا۔

"ادہ۔ ادہ۔ سر۔ میں سمجھ گیا آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ میں نشے میں ایسی باتیں کر رہا ہوں۔ جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے جو کچھ بتایا ہے وہ حقیقت ہے۔" — کرشن نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"تم پھر ہبک رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص آر۔ ٹی دن کو کرا کر اس کرے اور وہ کاشن نہ دے۔ اور پھر پیش وے پر ایک نہیں دو نہیں اکٹھے چار آدمی سفر کر رہے ہوں اور انہیں چیک نہ کیا جاسکے۔ کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟" — چیف آفیسر نے غصے سے جھنجھٹے ہوئے زور سے میز پر کھمار کر کہا۔

"ادہ۔ آپ کو یقین نہیں آرہا تو آپ چیکنگ روم سے پوچھ لیں۔ بلکہ چیکنگ روم سے کیا پوچھنا آپ بلوروم سے پوچھ لیں۔ وہ چاروں اب تک دکان پہنچ چکے ہوں گے۔" — اس بار کرشن کے بولے میں بھی جھنجھلاہٹ تھی۔

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ اب تمہاری طرح میں بھی حمایتیں کروں۔ غلط آدمی کو اول تو راستہ ہی نہیں مل سکتا۔ اگر مل بھی جائے تو آر۔ ٹی۔ دن کو اس کرتے ہی وہ چیک ہو جائے گا۔ چلو آر۔ ٹی۔ دن بھی وہ کرا کر گیا اور چیک نہ ہوا تو اسے پیش وے کا کیسے پتہ چل گیا۔ اس وے سے گزرتے ہوئے تو یہاں کے لوگ بھی کراٹنگ سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔" — چیف آفیسر کو ابھی

بھک کرشن کی بات کا یقین نہ آیا تھا۔

لیکن اس بار کرشن نے کوئی جواب دینے کی بجائے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور نیم ایٹا دہ حالت میں ہو کر اس نے ایک فن دیا اور واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کرشن بول رہا ہوں وہ بے ہوش غوطہ خور پہنچ گئے۔" — کرشن نے تیز اور جھکا نہ بولے میں کہا۔

"میں سر۔ ابھی پہنچے ہیں۔ ان میں سے ایک کی حالت خراب تھی۔ اسے راستے میں طبی امداد بھی دی گئی تھی۔ اب وہ بھی ٹھیک ہے۔ دیے آپ کے حکم کے مطابق انہیں زیر دیر و کے انجنکشن بھی لگا دیئے گئے ہیں۔" — دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ "ٹھیک ہے۔" — کرشن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ کیا تم واقعی ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیسے ممکن ہے۔" — چیف آفیسر کا رد عمل پہلے سے بالکل مختلف تھا وہ اچھل کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھینکے لگ گئی تھیں۔

"آئیے۔ بلوروم میں چلیے۔ پھر آپ کو یقین آئے گا۔" کرشن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ادہ چلو۔" — کمر چند نے بوکھلائے ہوئے بولے میں کہا۔ اور تیزی سے چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ بند تھا۔ کرشن نے آگے بڑھ کر

کرشن نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
 "نہیں۔ انہیں پہلے ہوش میں لے آؤ۔ میں خود ان سے پوچھ کچھ کرنا چاہتا ہوں۔" چیف آفیسر کرم چند نے سخت لہجے میں کہا۔
 "میرے خیال میں سر ایک آدمی کو ہوش میں لایا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔" کرشن شاید کچھ ضرورت سے زیادہ ہی محتاط فطرت کا آدمی ثابت ہو رہا تھا۔

"جو نہہرہ یہ بندھے ہوئے لوگ کیا جگاڑ سکتے ہیں۔ خواہ مخواہ بزدلوں والی باتیں مت کرو۔" کرم چند نے اسے جھڑپتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ جیسا آپ کا حکم۔ میں تو صرف احتیاطاً ایسا کہہ رہا تھا۔" کرشن نے منہ بندتے ہوئے کہا۔

"انہیں ہوش میں لے آؤ۔" کرم چند نے کہا۔ اور کرشن نے اس آدمی کو اشارہ کیا جس نے یقینوں کے متعلق اطلاع دی تھی۔ وہ آدمی جلدی سے شمالی دیوار کی طرف بڑھا جس میں ایک الماری نصب تھی۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں سے ایک چھوٹی سی بوتل نکال لی۔ اور پھر واپس بندھے ہوئے افراد کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک آدمی کے قریب جا کر بوتل کا ڈھکنا کھولا۔ اور بوتل کا کھلا منہ سٹرکچر پر بندھے ہوئے بے ہوش آدمی کی ناک سے لگا دیا۔ اس طرح باری باری اس نے چاروں افراد کی ناک سے بوتل لگائی اور پھر بوتل بند کر کے واپس الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بوتل الماری میں رکھ کر اس کے پیٹ بند کر دیئے اور مڑ کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد

دروازہ کھول دیا اور کرم چند تیزی سے قدم بڑھاتا کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا وسیع کمرہ تھا۔ جس کے درمیان رکھے ہوئے سٹرکچروں پر چار افراد لیٹے ہوئے تھے ان چاروں کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ بے ہوش تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان چاروں کو سٹرکچروں کے ساتھ منسلک چمڑے کی بیلٹس سے ابھی طرح باندھ دیا گیا تھا۔ ان کے جسموں پر چست سیاہ رنگ کا لباس تھا۔ غوطہ خوری کا لباس اتار لیا گیا تھا۔

"ادہ واقعی۔ لیکن یہ کون ہیں اور یہ کس مقصد کے لئے یہاں آ رہے تھے۔" کرم چند نے بڑی طرح جوٹ چباتے ہوئے کہا۔

"سر۔ ان کا مقصد انتہائی خطرناک لگتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے پتیلے میں انتہائی خوف ناک اور جدید قسم کے بم اور ایسے آلات ہیں جن سے کسی لیبارٹری میں تباہ کیا جاسکتا ہے۔" سائڈ پیکھڑے ہوئے ایک مسلح آدمی نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ایک طرف رکھے ہوئے چار یقینوں کی طرف اشارہ کر دیا جن کے ساتھ ہی چار غوطہ خوری کے لباس بھی پڑے ہوئے تھے۔

"اس کا مطلب ہے۔ یہ لیبارٹری تباہ کرنے آ رہے تھے۔ لیکن یہ کون ہو سکتے ہیں۔" چیف آفیسر نے ہونٹ پھینچتے ہوئے کہا۔

"سر۔ دشمن ایجنٹ ہی ہو سکتے ہیں اور کون ہو سکتا ہے۔ ہمیں ان کے متعلق فوری طور پر اعلیٰ حکام کو اطلاع دینی چاہیے۔"

نے انتہائی طنز یہ پہلے میں کہا۔

”ظاہر ہے۔ لیبارٹری کو تباہ کرنے کا سامان لے کر اور بھر اس طرح پوری پچھے لیبارٹری میں داخل ہونے والے ہمارے ساتھی تو نہیں ہو سکتے۔“ کرم چند نے بھی انتہائی طنز یہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اگر تم واقعی کرم چند ہو تو پھر تم ضرور یہ جانتے ہو گے کہ پتی تھری کا کیا کام ہوتا ہے۔“ اس آدمی نے کہا۔

اور اس کا فقرہ سن کر کرم چند اس بُری طرح چونکا کہ جیسے اسے بجلی کا انتہائی طاقتور کرنٹ لگا ہو۔

”کیا کیا۔۔۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔“ کرم چند بے اختیار قدم بڑھاتا ہوا اس آدمی کے قریب پہنچ گیا۔

”تمہارا یہ چونکنا بتا رہا ہے کہ تم واقعی کرم چند ہو چیت آفسر۔ اپنے آدمیوں کو باہر بھیج دو۔ میں نے تم سے انتہائی ٹاپ سیکرٹ بات کرنی ہے۔“ اس آدمی نے خشک ہلچے میں کہا۔

”تم کون ہو۔ پہلے تم بتاؤ تم ہو کون۔ اور تم کیسے پتی تھری کے بارے میں جانتے ہو۔“ کرم چند نے اس طرح غور سے اس آدمی کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

”یہ بھی بتا دوں گا۔ سنو۔ جس قدر جلد تم میری بات سن لو گے اتنے ہی فائدے میں رہو گے۔ اور سنو کرم چند انتہائی بہادر اور دلیر آدمی کا نام ہے۔ اور ہم تو دلی سے بھی بندھے ہوئے ہیں۔ اس لئے وقت

مت ضائع کر دو۔ اپنے آدمیوں کو باہر بھیج دو۔“ اس آدمی

پہلے آدمی کو اچانک زوردار چھینک آئی اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے لمحے دوسرے نے بھی یہی حرکت کی اور پھر جتنے جتنے وقفے سے بوس ان کی ناک سے لگائی تھی تھری تھری اتنے ہی وقفے سے وہ ایک ایک چھینک مار کر ہوش میں آ گئے۔ وہ سب ہوش میں آتے ہی حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے چمڑے کی بلیٹس سے بندھے ہونے کی وجہ سے وہ اٹھنا تو درکنار حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔

”سنو۔ تم چاروں اس وقت موت کے دہانے پر موجود ہو اگر تم مجھے سچ بتاؤ کہ کس ملک کے ایجنٹ ہو۔ اور کیوں لیبارٹری تباہ کرنا چاہتے ہو۔ تو شاید میں تمہیں آسان موت مارنے کا فیصلہ کروں۔“ چیت آفسر کرم چند نے انتہائی گرفت ہلچے میں ان چاروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ چیت آفسر کون ہے۔ میں نے اس سے انتہائی ٹاپ سیکرٹ بات کرنی ہے۔“ ایک سٹرکچر پر لیٹے ہوئے آدمی نے انتہائی باوقار ہلچے میں کہا۔

”میں ہوں چیت آفسر کرم چند۔ اور سنو۔ مجھ سے کوئی کھیل کھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ایسے معاملات سے ابھی طرح واقف ہوں۔“ کرم چند نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”کرم چند۔ اوه۔ تو تم کرم چند ہو۔ چیت آفسر ہونہ تو تم سچے ہو کہ ہم کسی دشمن ملک کے ایجنٹ ہیں۔“ اس آدمی

توڑ سکتا ہے۔" کرم چند نے پھرے ہوئے ہلچے میں کہا۔
 "ہوں۔ تھیٹر۔ جو شخص ایک تھیٹر سے ڈرتا ہو۔ وہ کم از کم کرم چند نہیں ہو سکتا۔" اس آدمی نے طنز یہ ہلچے میں کہا۔

"تم آخر بار بار مجھے کیوں چیلنج کر رہے ہو۔ کیا چاہتے ہو تم۔" کرم چند ایک بار پھر بگڑ گیا۔

"سنو کرم چند۔ یہ انتہائی ٹاپ سیکرٹ سرکاری مسئلہ ہے۔ پی۔ تھری۔ اس میں براہ راست ملوث ہے۔ اس لئے ہمیں یہاں خفیہ طور پر اپنا بڑا ہے۔ اس لئے تمہارے لئے بہتری اس بات میں ہے کہ تم وہ تھیٹر اٹھا کر اس میں موجود کاغذ پڑھ لو۔ تمہیں ساری باتوں کا خود بخود پتہ چل جائے گا۔" اس آدمی نے انتہائی سخت ہلچے میں کہا۔

اور کرم چند چند لمحے خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر وہ اس طرف کو بڑھا گیا جدھر تھیٹر رکھے ہوئے تھے۔ اس نے چاروں تھیٹر اٹھائے اور اس آدمی کی طرف آ گیا۔

"ان میں سے کون سا تمہارا تھیٹر ہے۔" کرم چند نے سخت ہلچے میں پوچھا۔

"یہ جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے۔" اس آدمی نے جواب دیا۔

اور کرم چند نے باقی تین تھیٹر وہیں زمین پر رکھے اور دائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھیٹر کی زب کھولنا شروع کی۔

نے یاد دہانی میں کہا۔
 "جاؤ۔ تم دونوں باہر جاؤ۔" کرم چند نے سر دھڑکے ہوئے ہلچے میں کمرے میں موجود کرشن کے ساتھ ساتھ دوسرے مسلح آدمی سے کہا۔

"کرشن۔" کرشن نے اپنی احتیاط پسند طبیعت کے مطابق کچھ کہنا چاہا۔

"اوہ۔" پھر وہی بزدلی کی باتیں۔ تم مجھے نہیں جانتے۔ یہ تو بندھے ہوئے ہیں۔ اگر یہ بھی بندھے ہوئے ہوں تب بھی میں خالی ہاتھ ایک منٹ میں ان چاروں کو لکھنے لگا سکتا ہوں۔" کرم چند نے تھیٹر ہلچے میں جھپٹتے ہوئے کہا۔

اور کرشن سر جھکا کر باہر کی طرف چل پڑا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا مسلح آدمی بھی باہر نکل گیا اور ان کے عقب میں دروازہ بند ہو گیا۔

"اب بتاؤ۔ کون ہو تم۔ اور کیا کہنا چاہتے ہو۔" کرم چند نے مڑ کر اس آدمی سے کہا۔

"میرا تھیٹر اٹھاؤ۔ اس کی سائیڈ میں ایک خفیہ خانہ ہے۔ اس میں تمہارے لئے ایک کاغذ ہے۔ اسے پڑھ لو۔ اس کے بعد تمہیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔" اس آدمی نے بڑے سادہ سے ہلچے میں کہا۔

"سنو۔ تم شاید مجھ سے کوئی کھیل کھیلنا چاہتے ہو۔ سیدھی طرح بتا دو کہ تم کون ہو۔ ورنہ یاد رکھو کرم چند کا ایک تھیٹر تمہاری گردن

”اس کی دائیں طرف اندر ایک جیب ہے۔ اسے ٹٹول کو کھول
لو۔“ اس آدمی نے کہا۔

اور رام چند نے سر ہلاتے ہوئے زپ کھولی اور پھیلے
کے اندر دائیں طرف والے حصے کو انگلیوں سے ٹٹولنے لگا۔ وہاں
واقعی ایک خفیہ جیب موجود تھی۔

”ہاں اس میں خفیہ جیب ہے۔“ کرم چند نے قدرے
مطمئن لہجے میں کہا۔

”اس پر دودھ انگلی کی ٹھوکرا دو۔ خفیہ خانہ کھل جائے گا۔“
اس آدمی نے کہا۔

اور کرم چند نے اس کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ اور پھر
جیسے ہی اس نے دوسری بار انگلی کی ٹھوکرا دی پھیلے کے کھلے منہ
سے ایک تخت دودھیا رنگ کی پھواری سی نکلی جیسے پانی کی پھواری جتنے
کے اچانک پھوٹ پڑنے پر نکلتی ہے اور یہ پھواری پھیلے کے کھلے منہ
سے نکل کر اس پر جھکے ہوئے کرم چند کے چہرے پر پڑی۔ اور
کرم چند چیخا ہوا چیخے کی طرف ہٹا اور دوسرے لمحے وہ دھڑام
سے پھیلے سمیت نیچے فرش پر اس طرح گرا جیسے کٹا ہوا شہتیر
گرتا ہے۔

”کیا ہوا۔ کیا ہوا۔“ یہ کیسا دھماکہ تھا۔“ اچانک دروازہ
کھلا اور کرنیشن تیزی سے دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔

”معلوم نہیں۔ تمہارا باس اچانک بیچ کر نیچے گرا ہے۔“
اس آدمی نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

”تم۔۔۔ تم نے مزدور کچھ کیا ہے۔ تم نے۔“ کرنیشن غصے
سے چیختا ہوا اس آدمی پر چھپٹا۔ اور اس نے پوری قوت سے اس کی
کینڈی پر ہکم مارنا چاہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ اس آدمی کی
کینڈی پر پڑتا۔ اچانک زمین پر پڑے ہوئے پھیلے کے کھلے منہ
سے ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور کرنیشن بڑی طرح چیختا ہوا منہ کے
بل اس آدمی کے اوپر ہی گرا۔ اور پھر اس طرح گرا کہ نیچے زمین پر گرا۔
جیسے اس کا جسم اکڑ کر اچانک لکڑی کا ہو گیا ہو۔ اور اس آدمی کے
حلق سے زوردار قہقہہ نکلا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے کیپٹن شکین۔“ یہ تم کیا چکر چلا رہے ہو۔“
اچانک ساتھ والے سٹرکچر پر پڑے ہوئے ایک آدمی نے حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔

وہ سب اب تک خاموش پڑے ہوئے تھے لیکن اب ان
میں سے ایک بول بڑا تھا۔

”میں انہیں مغلوں کو مارنا چاہتا تھا۔ اور میری ترکیب کامیاب رہی۔
اب ہمیں فوری طور پر آزاد ہونا ہے۔“ کیپٹن شکین نے
جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے زور سے اپنے جسم کو
دائیں طرف جھکول دیا۔ سٹرکچر اس کے جسم کے جھکولنے سے ہلاکین
پھر کسی تھوڑے کی طرح واپس اپنی جگہ پر جھک گیا۔ کیپٹن شکین نے
دوسری کوشش کی اور اس بار ایک دھماکے سے وہ سٹرکچر سمیت
پہلو کے بل فرش پر جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس نے اپنے جسم کو
زور سے آگے کی طرف ٹھیکٹا شروع کیا۔ لیکن ظاہر ہے سٹرکچر نے

بھی ساتھ ہی گھسٹنا تھا۔ کیونکہ اس کا جسم سڑکچر کے ساتھ منسلک چہرے کی بلیٹس سے بندھا ہوا تھا۔ اور اس کے باقی ساتھی حیرت سے اس کی یہ حیرت انکیز اور سمجھ میں نہ آنے والی کارکردگی دیکھ رہے تھے۔ ذرا سا آگے گھسٹنے کے بعد کیپٹن شکیل نے اپنے جسم کو پیچھے کی طرف دباؤ ڈال کر دھکیلنے کی کوشش کی۔ اور دوسرے لمحے اس کے ساتھی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کیپٹن شکیل کے دونوں ہاتھ ایک لحنت آزاد ہو چکے تھے۔ اور پھر جیسے برق کام کرتی ہے۔ اس طرح کیپٹن شکیل نے اپنے پادوں کھولے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”کمال ہے۔۔۔ یہ کیا جادو گر می ہے۔“ باقی ساتھیوں نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

”جادو گر می کی کوئی بات نہیں۔ نیچے دھا کے سے گرنے کی وجہ سے جسم کا پورا دباؤ آگے کی طرف پڑا۔ اور چہرے کی بلیٹس کافی حد تک کھینچ گئیں اور دھیلی پڑ گئیں۔ لیکن تھوڑی سی کسر رہتی تھی۔ اس لئے میں نے اور آگے کو زور لگایا اور پھر جیسے ہی پیچھے کی طرف جسم کو دبایا۔ بلیٹس اتنی دھیلی پڑ گئیں کہ ان کی گرفت سے میری ہینچنی ہوئی مٹھیاں باہر نکل آنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اگر یہ چہرے کی بلیٹس کی بجائے رسیاں وغیرہ ہوتیں تو ظاہر ہے یہ ترکیب کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ان میں چہرے کی طرح کھینچ جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ کیپٹن شکیل نے اپنے ساتھیوں کی بلیٹس کھولتے ہوئے انہیں اصل بات بتائی تو وہ سب حیرت سے اس طرح کیپٹن شکیل کو دیکھنے لگے جیسے انہیں اس کے ذہن پر رشک آ رہا ہو۔

اگر میں کرم چند اور اس کے ساتھی کو دقیقہ طور پر مفلوج نہ کرتا تو اس ترکیب کے لئے میں وقت کہاں سے نکال سکتا تھا۔ اس لئے مجھے اپنے پھیلے ہوئے استعمال کرنا پڑا۔ کرم چند کافر ستانی نیوی انٹیلی جنس کا ایجنٹ ہے اور میں اس کی فطرت کو اچھی طرح جانتا ہوں میرا کہنی بار اس سے سابقہ پڑا ہے۔ لیکن ظاہر ہے عرصہ کافی گزر چکا ہے۔ اس لئے میں فوری طور پر اسے پہچان نہ سکا۔ لیکن جب اس نے اپنا نام بتایا تو مجھے اس کی مخصوص فطرت یاد آگئی۔ اور میں نے اسے اس کی فطرت کے مطابق ڈبل کر لیا۔ پھیلنے کی سائیڈ میں ٹی۔ سکس کیپسول موجود تھا۔ جس پر ہٹو کر گھسنے سے اس کا اوپر والا حصہ کھلا اور بے ہوش کر دینے والی گیس نے کرم چند کو مفلوج کر دیا۔ مجھے اس کے دوسرے آدمیوں کا خطرہ بھی تھا۔ لیکن ابھی ٹی۔ سکس کے نیچے والا حصہ پہلے حصے کے چند لمحوں بعد پھٹنا تھا۔ اور وہ خوف ناک دھماکے سے پھٹا۔ اور اس میں سے نکلنے والی مخصوص ٹی۔ سکس ریز نے کرشن کو نیچے گرا دیا۔ کرشن اچانک میرے اور نیچے پڑے پھیلے کے درمیان آ گیا تھا۔ ورنہ پروگرام کے مطابق یہ ریز سیدھی میرے سڑکچر سے ٹکراتی اور ان دیو کی وجہ سے یقیناً سڑکچر ٹوٹ جاتا اور میں آزاد ہو جاتا۔ لیکن کرشن کے درمیان میں آ جانے سے وہ ان دیو کا ٹارگٹ بن کر ختم ہو گیا۔ اس لئے مجھے سڑکچر خود اگر کیپٹن کو کھینچ کر اپنے آپ کو آزاد کرنا پڑا۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مکمل وضاحت کی۔

”لیکن اگر یہ ریز سڑکچر کو توڑ سکتی تھیں تو ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتی تھی۔“ چونکہ ان نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

"نہیں۔۔۔ یہ چونکہ فرش سے اٹھی تھیں اور ٹی۔سکس ریز کی خاصیت ہے کہ وہ زمین سے صرف تین فٹ بلند ہو سکتی ہیں۔ اس لئے وہ صرف سڑکچر کے پختے حصے تک ہی پہنچتی۔ اب بھی دیکھو اس دوسرے آدمی کی ٹانگیں اور کولہ ہی ٹی۔سکس کا نشانہ بنے ہیں۔ اس کا اوپر کا جسم محفوظ ہے۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے فرش پر پڑے کرشن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور سب نے دیکھا کہ کرشن کی دونوں ٹانگیں اور اس کے کولہوں کا تقہ پتلا آدھا حصہ اس طرح پھلنی اور ٹوٹ پھوٹ چکا تھا جیسے کسی نے مشین گن کا پورا برسٹ مارا ہو۔"

"لیکن وہ دوسرا آدمی باہر گیا تھا۔ وہ تو اندر نہیں آیا۔" اس بار کیپٹن شکیل کے دوسرے ساتھی صدیقی نے چونک کر کہا۔

"اوہ اوہ۔۔۔ اس کا تو مجھے بھی خیال نہ رہا تھا۔۔۔ کیپٹن شکیل نے چونک کر کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ اس کی بات ختم ہوتی۔ اچانک دردانہ ایک جھٹکے سے کھلا اور مشین گنوں سے مسلح تین آدمی سجلی کی سی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔

"خبردار۔۔۔ ہاتھ اٹھا دو ورنہ۔۔۔" ان تینوں نے کوکدار ہلچے میں کہا۔ وہ اس طرح اچانک نمودار ہوئے تھے۔ اور ان کے اور کیپٹن شکیل اور ساتھیوں کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ کیپٹن شکیل اور اس کے ساتھیوں کے پاس سوائے اس کے

اور کوئی چادرہ کارہی نہ رہا تھا کہ وہ ہاتھ اٹھا دیتے۔

"اوہ۔۔۔ تم نے چیٹ اور سیکنڈ چیٹ دونوں کو مار ڈالا۔" فائر کر دو۔ مار ڈالو ان کو۔۔۔ اچانک ایک آدمی نے بری طرح پھینٹے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی کمرہ مشین گن کی ریٹ ریٹ کے ساتھ انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔

جولیا اور مصفر بیٹھے تھے۔ اسے اس طرح کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ دونوں چونکے ہی تھے کہ تنویر نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر جلدی سے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر سائیڈ میز پر رکھے ہوئے پیڈ پر اس نے جلدی سے لکھا کہ باہر گیلری کے پاس انتہائی طاقتور مائیک ویڈیو ٹرانسمیٹر بن نہ صرف موجود ہے بلکہ آج ہے اور ساری ساری باتیں یقیناً سنی جا رہی ہیں۔

”مس جولیا۔ تنویر کو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں ہمیں خود دیکھنا چاہیے۔“ مصفر نے سر ہاتے ہوئے بڑے نارمل انداز میں کہا۔

”وہ باتیں کرنے لگ گیا ہو گا۔ بہر حال آؤ دیکھتے ہیں۔“ جولیا بھی پوچش سمجھ گئی تھی۔ اس نے بھی اسی لمحے میں جواب دیا۔ اور پھر وہ دونوں تیزی سے فرش پر قدم مارے ہوئے باہر کی طرف چل پڑے۔ جب کہ تنویر دبے پاؤں چل رہا تھا۔ تاکہ اس کے قدموں کی آواز مصفر اور جولیا کے قدموں کی آوازیں دب جائے۔ اور وہ دونوں بھی اس لئے معمول سے زیادہ زور سے قدم رکھ رہے تھے۔ آتے ہوئے بھی تنویر نے خاص طور پر احتیاط کی تھی کہ اس کے قدموں کی آواز نہ ابھرے۔

”کیا ہوا تنویر۔ تم نے پچھلک نہیں کھولا۔“ گیلری میں پہنچ کر مصفر نے اس بین کو دیکھتے ہوئے اونچی آوازیں کہا۔ جبکہ اس دوران تنویر مصفر کے اشارے پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

مصفر۔ تنویر اور جولیا کمرے میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے کہ کال جیل بکنے کی آواز سنائی دی۔

”ادہ۔۔۔ تاثر ان آیا ہو گا۔“ جولیا نے چونک کر کہا۔

”میں جاتا ہوں۔“ تنویر نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیز ترین قدم اٹھاتا کمرے سے باہر کی طرف چل پڑا۔ لیکن جیسے ہی وہ گیلری کی سیڑھیاں اتر کر لان کی طرف بڑھنے لگا۔ تاکہ آگے جا کر پچھلک کھول سکے۔ اچانک اس کی نظریں گیلری کی سائیڈ میں پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے بین پر پڑیں۔ جس میں سے ملکی ملکی نڈوں نڈوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ تنویر یہ بین دیکھتے ہی بُری طرح اچھلا اور بجائے آگے بڑھنے کے وہ تیزی سے واپس اسی کمرے کی طرف دوڑا جہاں

”تسمہ کھل گیا تھا۔ وہ باندھ رہا تھا۔“ تنویر نے دور جا کر اونچی آواز میں کہا، اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا پھٹا کھل کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پھٹک کی چھوٹی کھڑکی کھولی اور باہر چلا گیا۔

”آؤ جویا۔ کمرے میں جلیں ناثران وہیں آجائے گا۔“ صفدر نے جویا کو عقلی طرف جانے کا اٹکھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تم جیلو۔ میں نے ذرا با تھ روم جانے ہے۔“ جویا نے کہا۔ اور تیزی سے واپس مڑ گئی۔ جب کہ صفدر گھوم کر سائیڈ سے جوتا ہوا عقلی طرف بڑھ گیا۔

پائیں باغ میں پہنچتے ہی وہ عقلی دروازے کی طرف بڑھا جو اندر سے بند تھا۔ صفدر نے آہستہ سے کندھی کھولی اور پھر پہلے سر باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا جب عقلی گلی میں اس نے کسی کو نہ دیکھا تو وہ دروازہ کراس کر کے باہر گئی میں آگیا۔ عقلی گلی سے وہ دائیں ہاتھ پر موجود سائیڈ گلی کے کنارے برآمد کر گیا۔ اور پھر اس نے سر آگے کر کے جیسے ہی سائیڈ گلی سے دوسری طرف جھانکا وہ بڑی طرح جو تک پڑا۔ اس نے سامنے سڑک پر چار سڑک افراد کو سڑک کراس کر کے کھٹی کی طرف آتے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں ایسی ساخت کی گتیں تھیں جو عام طور پر بے ہوشی کو دینے والے کیپسول پھینکنے کے کام آتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ساری صورت حال سمجھ گیا۔ وہ سبکی کی سی تیزی سے واپس مڑا۔ اور پھر دروازہ کھول کر وہ اندر آ ہی تھا کہ اس نے ناثران۔ جویا اور تنویر کو ادھر آتے دیکھا۔ وہ شاید صفدر کا پتہ کرنے آ رہے تھے۔ صفدر

نے تیزی سے ہاتھ ہٹا کر انہیں اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ اور ابھی وہ سائیڈ سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے تھے کہ ایک نحت سائیں سائیں کی آوازیں فرنٹ کی طرف سنائی دیں اور صفدر نے دیکھا کہ سائیڈ سے چار سیاہ رنگ کے کیپسول اڑتے ہوئے کھٹی کی اندرونی گیلری کی طرف گر رہے تھے۔ باقی ساتھیوں نے بھی یہ آوازیں سن لی تھیں۔ اس لئے انہوں نے بھی تیزی سے مڑ کر دیکھا۔ اور پھر ان کیپسولوں کو گرتے دیکھ کر وہ اب تیزی سے صفدر کی طرف بڑھنے لگے۔ کھٹی کے سامنے کے رخ پر اب دو دھیا رنگ کا دھواں سا پھیلتا نظر آ رہا تھا اور صفدر جلدی سے مڑ کر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اور واپس اسی سائیڈ گلی کی طرف بڑھ گیا۔ باقی ساتھی اس کے پیچھے پہنچ گئے۔ صفدر نے جھانک کر دیکھا تو چار افراد مڑ کر سڑک کی طرف جاتے دکھائی دیئے۔ ان کے ہاتھوں میں وہی گتیں تھیں۔

”جلدی گلی کراس کر کے الگی کھٹی کے عقب سے ہو کر سامنے پہنچو۔ اب یہ یقیناً کھٹی پر ریڈ کر دیں گے۔“ صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا الگی کراس کر کے ساتھ والی کھٹی کے عقب میں پہنچ کر وہ اور زیادہ تیزی سے دوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ اور پھر اس کھٹی کی دوسری سائیڈ گلی میں دوڑتے ہوئے وہ آگے سڑک کے کنارے پہنچ کر رک گئے۔

”یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔“ جویا نے پوچھا۔

”یہ یقیناً سیکرٹ سر دس کے لوگ ہوں گے۔“ ناثران

نے کہا۔ اور پھر اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر سائیڈ میں بھاگنا کودہ
بڑی طرح چونک پڑا۔

"اوہ۔ یہ واقعی سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔ یہ ان کا ایکشن گروپ
ہے۔ اوہ رام چند۔ اوہ تو یہ ریڈ رام چند کی جگہ کی میں ہو رہی ہے۔
ٹائٹل ان نے ہونٹ بیچنے ہوئے کہا۔

"کون ہے یہ رام چند؟" صغدر نے پوچھا۔
"یہ سیکرٹ سروس کا منجھا ہوا اور تیز طرار سیکرٹ ایجنٹ ہے۔
شاگلی اس پر بہت بھروسہ کرتا ہے۔" ٹائٹل ان نے کہا۔ اور
صغدر نے سر ہلا دیا۔

"بھی ہمیں کوئی نیا ٹھکانہ ڈھونڈنا ہوگا۔" جولیہ نے جلدی
سے کہا۔

"آئیے میرے ساتھ۔" ٹائٹل ان نے واپس مڑتے ہوئے
کہا۔

"نہیں۔ یہ اچھا چانس ہے۔ اگر ہم ان کے پیچھے کوٹھی میں داخل
ہو جائیں اور انہیں قابو میں کر کے ان کا میک اپ کر لیں۔ تو ہم
آسانی سے سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو سکتے ہیں۔
صغدر نے ہونٹ بیچنے ہوئے کہا۔

"آپ اب یہیں ٹھہریں۔ میں اندر جا کر ان کا خاتمہ کرتا ہوں۔
توڑنے اپنی طبیعت کے مطابق پرجوش لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں۔ آؤ۔ وہ سب ابھی اندر ہیں اور ظاہر ہے ہمیں وہاں
نپا کر وہ عقی طرف جائیں گے اور پھر عقی لگی سے ادھر آئیں گے۔

اس دوران ہم بھاگنے کے ذریعے اندر آسانی سے داخل ہو سکتے
ہیں۔" صغدر نے کہا۔ اور جولیہ نے سر ہلا دیا۔ اور پھر چاروں

تیزی سے شرک پر آئے اور پھر واپس اپنی کوٹھی کی طرف بڑھنے
لگے۔ سائیڈ لگی پرک کر انہوں نے لگی میں بھاگنا لیکن وہاں کسی کو
نپا کر انہوں نے لگی کی کسی تیزی سے لگی کو اس کی اور پھر اپنی کوٹھی

کے بھاگنے پر پہنچ گئے۔ بھاگنے کھلا ہوا تھا اور گیلری کے سامنے
تہران کی گاد کے ساتھ ایک بڑی سی بند دیگن کھڑی تھی۔ اور سامنے
کے رخ پر کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ صغدر کے اشارے پر وہ لگی کی

سی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ اور پھر تیز کی طرح دوڑتے ہوئے
اس بڑی سی بند دیگن کی بالکل سیدھ میں دوڑتے ہوئے آگے بڑھنے
لگے۔ لیکن ابھی انہوں نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ ایک ٹھٹ

سائیڈ لگی سے ایک مشین گن بردار آنا دکھائی دیا۔ اس وقت چوڑی
ایسی تھی کہ صغدر اور اس کے ساتھی بالکل اس کے سامنے تھے۔ وہ انہیں
دیکھنے ہی ٹھٹھا۔ درد دہرے لئے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن

سیدھی کی بجائی۔ توڑنے نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ
جی وہ مشین گن بردار جیتا جواٹ کو پشت کے بل نیچے گرا۔
"اوہ۔۔۔ اب سب لوگ آجائیں گے۔" صغدر نے ہونٹ

کھٹتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے دیگن کی طرف دوڑ لگا دی۔
جتنی ساتھی بھی اس کی پیروی میں بھاگے۔ اسی لئے کیمرے میں سے
کسی کے چہرے اور دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ لیکن دیگن کی وجہ

سے یہ چاروں اسے نظر نہ آ رہے تھے۔ اور جب وہ دیگن کے قریب

پہنچے تو انہوں نے گیلری میں سے ایک آدمی کو دوڑ کر سائیڈ کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی مشین گن تھی۔

”کیا ہوا۔ کوئی چیخا ہے۔“ ایک دھماکہ ہے۔۔۔ اسی لمحے دیگن کے سامنے کے رخ سے ایک اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور صفدر جلدی سے دیگن کی سائیڈ سے آگے بڑھ کر ڈر اسٹاپ چنچا ہوا۔ تو اس آدمی کو دوڑ کر اوپر سائیڈ میں جاتے دیکھا۔

”ادہ باکس۔۔۔ باکس کسی نے شامو کو گولی مار دی ہے۔“ سائیڈ سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”گولی مار دی ہے۔ کون ہے۔“ گیلری سے سائیڈ کی طرف دوڑتے ہوئے آدمی نے چیخ کر کہا۔ پھر اور بھی ملی جلی آوازیں سائیڈ کی طرف سے ابھرنے لگیں۔

”کس نے گولی مار دی ہے۔ کے مار دی ہے۔“ اچانک اندر دنی راہدار سی سے ایک آدمی نے بیر دنی گیلری کی طرف آتے ہوئے چیخ کر پوچھا۔

”یہی رام چند ہے۔“ ناٹران نے ہونٹ پیھنے ہوئے کہا۔

رام چند خالی ہاتھ تھا۔ اس لئے صفدر نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا دستہ آہستہ سے دیگن کی سائیڈ میں مارا۔ اور ٹن کی آواز نکلتے ہی رام چند اچھلا اور پھر تیزی سے دیگن کی طرف بڑھا۔ صفدر نے سب کو جھک جانے کا اشارہ کیا۔ ادہ وہ سب دیگن کے ٹائروں کے ساتھ جھک کر چپک سے گئے۔

سب سے آگے صفدر تھا۔ اس نے آگے والے بمبر کی اوٹ لے کر درمیان فیروز سے آنکھیں لگا رکھی تھیں۔ رام چند تیزی سے دوڑتا جا چھوے ہی دیگن کے قریب آکر سائیڈ میں آیا۔ صفدر ایک لمختہ

بھوکے عقاب کی طرح اس پر پھینکا۔ اور دوسرے لمحے رام چند ایک زوردار جھکاکھا کھا کھا کر صفدر کے پیچھے کھڑے ناٹران کے بازوؤں میں اس طرح جا پھنچا جیسے فیلڈر ہٹ کی ہوئی گیند کو پکچ کرنا ہے۔ پھر ناٹران نے پوری مضبوطی سے ایک ہاتھ اس کے منہ پر اور دوسرا اس کی کمر میں ڈال کر مخصوص انداز میں اس کے سر کو پیچھے مکی طرف جھکا دیا۔ تو ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں رام چند کا پھر کتا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ صفدر اس دوران دبے قدموں دوڑتا ہوا گیلری کے ایک ستون کے عقب میں جا چھپا۔

”یہاں کوئی موجود ہے۔ یہ ریوالور کی گولی سے مارا گیا ہے۔ جلدی کرو۔ پوری کوشش میں پھیل جاؤ۔“ سائیڈ سے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور صفدر نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے دیگن کے نیچے گھسنے کا اشارہ کیا تو وہ سب بجلی کی سی تیزی سے اپنی دیگن کے نیچے گھس گئے۔ ناٹران نے بے ہوش رام چند کو بھی اپنے ساتھ لے کر نیچے گھسیٹ لیا تھا۔ صفدر نے دیکھا کہ سائیڈ سے اسی وقت

بھوکے آدمی مشین گنیں لئے لان میں پھینے لگے۔ جب کہ ایک آدمی جس نے انہیں چیخ کر پھینے کا حکم دیا تھا۔ تیزی سے دوڑتا ہوا گیلری کی طرف بڑھنے لگا۔ اور پھر جیسے ہی وہ صفدر والے ستون کی سائیڈ سے ہو کر اندر دنی راہدار سی کی طرف بڑھا۔ ایک لمختہ صفدر

اچھل کر اس کی پشت پر آیا۔ اور بجلی کی سی تیزی سے اسے ساتھ ہی
 اٹھٹھٹھ ہوا راہداری کے اندر لے جانا گیا۔ وہ آدمی چونکہ خود بھی دوڑ
 رہا تھا۔ اس لئے صفدر کو اسے آگے کی طرف دھکیلنے میں کوئی خاص
 مشکل پیش نہ آئی تھی۔ لیکن دوڑنے والا آدمی رکستے ہی تیزی
 سے مڑا۔ لیکن اسی لمحے صفدر کا ہاتھ گھوما اور دیوالور کا دستہ
 پوری قوت سے اس کی پیشانی سے ٹکرایا۔ صفدر نے دستہ اس کی
 کھوپڑی پر مارنے کے لئے ہاتھ گھمایا تھا۔ لیکن وہ آدمی انتہائی
 تیز رفتاری سے صفدر کی توقع کے خلاف گھوم چکا تھا۔ اس لئے
 دستہ کھوپڑی پر پڑنے کی بجائے اس کی پیشانی پر پڑا تھا۔ دستے کی
 ضرب خاصی زوردار تھی۔ اس لئے وہ آدمی الٹ کر پشت کے بل نیچے
 گر افسردہ۔ لیکن ساتھ ہی صفدر کو بھی بے اختیار اچھل کر پشت کے بل
 نیچے گرنا پڑا۔ کیونکہ اس آدمی نے گرتے گرتے گھٹنے کی ضرب صفدر
 کی ناف پر جمادی تھی۔

"باس باس"۔ دیگن کی سائیڈ سے ایک چھپتی ہوئی آواز
 سنائی دی۔ اور ساتھ ہی کوئی دوڑ کر گیلری کی طرف آٹا سنائی دیا۔
 صفدر اس کی آواز سنتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر کھڑا ہوا
 ہی تھا کہ دوڑنے والے آدمی کی چیخ اور منہ کے بل فرش پر گرنا
 کا دھماکہ سنائی دیا۔ دیگن کے نیچے سے کسی نے ہاتھ باہر نکال کر
 دوڑتے ہوئے آدمی کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ اور اچانک نیچے گرنے کی
 وجہ سے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کسی گیند کی طرح اٹنی
 ہوئی گیلری کے فرش پر آگرمی اور صفدر نے تیزی سے جھک

کر اسے چھپنا چاہا لیکن اسی لمحے اسے عقبی طرف سے زوردار دھکا
 لگا۔ اور صفدر مشین گن سمیت گیلری کے فرش پر پھسٹا ہوا باہر
 برآمدے کی سیڑھیوں سے نیچے لان کے فرش پر گرا۔ لیکن نیچے گرتے
 ہوئے اس نے قلابازی کھائی اور اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ
 کی تیز آواز کے ساتھ ہی راہداری کے دہانے پر موجود آدمی چھپتا
 ہوا واپس اچھل کر پشت کے بل نیچے راہداری میں گر گیا۔ یہ وہی
 آدمی تھا جسے صفدر گھسیٹا ہوا اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس نے
 اچانک اچھل کر مشین گن اٹھاتے ہوئے صفدر کو دھکیلا تھا۔
 لیکن صفدر کو دھکیل کر وہ فرش پر گر کر ہی ہوئی اپنی مشین گن اٹھانے
 کی بجائے جھکا تھا کہ صفدر نے قلابازی کھاتے ہی فائر کھول دیا تھا۔ اور
 پھر فائر کھولنے کے ساتھ ہی وہ کسی لٹو کی طرح گھوما اور دوسرے
 لمحے فرش سے اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا آدمی بھی گولیوں کی زد
 میں آگیا۔ اب باقی طرف سے بھی گولیاں چلنے اور دوڑتے ہوئے
 قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور صفدر یک لخت فرش پر گولیوں
 سے چھلی آدمی کے ساتھ اس طرح لیٹ گیا جیسے وہ بھی ہٹ
 ہو گیا ہو۔ دیگن کی دوسری سائیڈ سے دیوالور کا دھماکہ اور کسی کے
 چیخ کر گرنے کی آواز سنائی دی۔ اور دین اس لمحے فرش پر پڑے
 ہوئے صفدر کو دیگن کے عقب سے نمودار ہوتا ہوا ایک آدمی لٹخ
 آیا تو اس نے لیٹ لیٹ ٹریگر دبا دیا۔ اور وہ آدمی گولیوں کی بوچھاڑ
 میں کسی لٹو کی طرح گھوما۔ اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن سمیت
 فرش پر گرا اور ساکت ہو گیا۔

”باہر آ جاؤ۔ میرے خیال میں سب ختم ہو گئے ہیں۔“ صغدر نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے چیخ کر کہا۔ اور اس طرف کو دوڑ پڑا۔ صغدر سے اس نے ریوالور کی گولی چلنے اور کسی کے گرنے کا دھماکا سنا تھا۔ ریوالور کی آواز سننے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے کسی ساتھی نے دیگن کے نیچے سے دوسری طرف کھسک کر سن کو نشانہ بنایا ہے۔ لیکن وہ اس کے ختم ہونے کی پوری تسلی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جب وہ دیگن کی سائیڈ سے گھوم کر دوسری طرف گیا تو اس نے تنویر کو فرش پر گرے ہوئے آدمی کی طرف جھکے انہیں دوڑتے دیکھا۔ تو وہ آگے بڑھنے کی بجائے تیزی سے مڑ کر کھلے پھاٹک کی طرف دوڑ پڑا۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ اس لئے اسے خطرہ تھا کہ گولیوں کی آوازیں سن کر ضرور لوگ باہر آکھٹے ہو جائیں گے اور کھلے پھاٹک کی وجہ سے سارا منظر انہیں صاف دکھائی دے گا۔ وہ کم از کم فوری طور پر اس منظر کو چھپانا چاہتا تھا۔ چنانچہ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اس نے تیزی سے پھاٹک کے پٹ بند کئے اور پھر بڑا کندھ لگا کر اس نے ماتھیں پکڑی ہوئی مٹین گن وہیں اندر پھینکی اور خود دھوٹی کھلی کھڑکی سے باہر نکل آیا۔ لیکن باہر نہ کھٹکتے ہوئے اس کا انداز ایسا تھا جیسے ویسے ہی تازہ ہوا لینے کے لئے باہر آیا ہو۔ اور دوسرے لمحے اس کے لبوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ دیکھنے لگی کیونکہ ارد گرد اسے ایسا کوئی آدمی دکھائی نہ دیا تھا۔ جس کی پوزیشن اسے مشکوک دکھائی دیتی۔ وہ مزید اطمینان کرنے کے لئے ہلٹا ہوا آگے کی طرف بڑھتا گیا۔ یہ چونکہ سائیڈ

تھی۔ اس لئے ٹریفک زیادہ ترین روڈ کی طرف ہی تھی۔ اور گزرتی ہوئی کاریں اسے صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ صغدر سڑک کے کنارے پر پہنچ کر ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر واپس مڑنے ہی لگا تھا کہ ایک سخت ٹھٹھک گیا۔ اسے اس کوٹنے والی زیر تعمیر کوٹھی کی دیوار سے دوسری طرف ایک کار کی جھلک دکھائی دئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر سوراخ سے جھانکا تو اسے دوسری طرف واضح طور پر ایک کار دکھائی دئی۔ کار کے نہ صرف آس پاس کوئی آدمی نہ تھا بلکہ کار کے اندر بھی کوئی نہ تھا۔ صغدر سر ہلٹا ہوا آگے بڑھا اور پھر مین روڈ کی طرف سے گھوم کر وہ اس زیر تعمیر کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ کار کے قریب پہنچ چکا تھا۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ ڈرائیونگ ہوا تھا۔ جیسے کوئی پوری طرح دروازہ بند کرنا چھوٹی گیا ہو۔ کھڑکی بھی کھلی ہوئی تھی۔ اور پھر صغدر نے جیسے ہی کھلی کھڑکی سے اندر جھانکا وہ بڑی طرح چونک پڑا۔ کیونکہ ڈیش بورڈ کے نیچے سے اُسے تنویر کی آواز سنائی دئی۔ تنویر کہہ رہا تھا کہ صغدر بنگانے کہاں چلا گیا ہے۔“ صغدر نے برق رفتاری سے دروازہ کھولا اور سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”اس سٹین کو تو آف کر دیں۔“ اسی لمحے ڈیش بورڈ کے نیچے موجود ایک چھوٹے سے باکس سے ناٹران کی آواز ابھری اور پھر اس باکس پر جلتا جھٹکا ہوا بلب یک لمخت بجھ گیا۔ صغدر نے ایک طویل سانس لی۔ انگینڈ میں جاتی بھی موجود تھی۔ صغدر سمجھ گیا تھا کہ اس کار میں سے انہیں چپک کیا جا رہا تھا۔ اور یہ کار یقیناً

اس دم چند کی ہوگی۔ در نہ ایکشن گر وپ والے براہ راست کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ سیکرٹ اینجنوں کی طرح چھپ کر کام نہیں کیا کرتے۔ صفدر نے کار اسٹارٹ کی اور پھر اسے موٹر کو سرٹک پر لے آیا۔ چند لمحوں بعد ہی کار کو بھٹی کے پھاٹک پر موجود بجلی صفدر نے کار روکی اور نیچے اتر کر چھوٹی کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اور جھک کر جیسے ہی اس نے اندر سر کیا۔ اس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگی اور صفدر منہ کے بل کھڑکی میں ہی گر گیا۔ اسی لمحے دوسری بار اس کی کھوپڑی پر قیامت ٹوٹی اور صفدر کے ذہن پر تاریک چادر پھیلتی گئی۔

مینگن ہال خاصا بڑا تھا۔ اور اس کے درمیان رکھی ہوئی بڑی سی بیغوی میز کی دونوں سائیڈوں پر کرسیاں موجود تھیں۔ ایک سائیڈ پر چھ کرسیاں تھیں جب کہ دوسری سائیڈ پر صرف دو کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ ہر کرسی کے سامنے ایک رائٹنگ پیڈ اور ساتھ ہی پانی کا گلاس دو مال سے ڈھکا ہوا موجود تھا۔ مال کے دروازے کے ساتھ اندر کی طرف دو مسخ افراد کا فرستان انٹیلی جنس کی مخصوص وردیاں پہنے بڑے مستعد انداز میں کھڑے تھے۔ چند لمحوں بعد ہی بندہ دروازے کی دوسری طرف قدموں کی آوازیں ابھریں اور اندر موجود مسلح سپاہی اور زیادہ مستعد ہو گئے۔

آئیے فیاض صاحب۔ دیے مجھے تیر تھے کہ اس بار آپ کا وفد بہت زیادہ سکوٹ گیا ہے۔ دروازے سے

اور باقی دو دو دوسرے روز رہنے تھے۔ عمران کا تعارف اسلم رضا اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انشیل جنس کے طور پر کیا گیا تھا۔ اسلم رضا واقعی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھا۔ اور عمران نے اس کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ وہ قد و قامت اور جسامت میں نہ صرف اس سے ملتا تھا۔ بلکہ کافرستان کی حکام ابھی تک اس سے واقف نہ تھے کیونکہ وہ اسی سال ہی پولیس کے ایک مخصوص شعبے سے ٹرانسفر ہو کر انشیل جنس میں آیا تھا۔ ان دونوں کے بارے میں اصول کے مطابق تفصیلات پہلے ہی کافرستان بھیجی جا چکی تھیں۔ اور عمران کو یقین تھا کہ کافرستان والوں نے اپنی عادت کے مطابق پاکستان میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ان کے بارے میں ضرورت تصدیق کر لی ہوگی..... لیکن ظاہر ہے عمران کچی گولیاں کھیلنے والا نہ تھا۔ اس لئے اصل اسلم رضا کو پہلے ہی ایک پہاڑی مقام پر پہنچوایا جاسکا تھا۔ جہاں وہ میک اپ میں رہ رہا تھا۔ یہ ساری کارروائی ایکسٹو کے کہنے پر سر رحمان نے خود کی تھی۔ دیئے انہیں معلوم تھا کہ اسلم رضا کے میک اپ میں عمران سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ جا رہا ہے اور انہوں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو عمران کے بارے میں کچھ خاص ہدایات بھی دی تھیں۔ اور یہ ساری ہدایات اس پوائنٹ پر تھیں کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض عمران کے دباؤ جانے کے اصل مقصد کو معلوم کر کے دایبہ پر انہیں تفصیلی رپورٹ دے گا۔ گو فیاض جانتا تھا کہ یہ کام اس کے بس کا نہیں۔ لیکن وہ اس لئے مطمئن تھا کہ وہ منت سماجت کر کے اور کچھ رقم لے کر عمران سے اس کے یہاں آنے کا اصل مقصد معلوم کر ہی لے گا۔

ایک لمبے ٹوٹنے آدمی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ وہ بھاری جسم کا تھا۔ اور اس کا سر دیمیان سے گنجا تھا۔ اور سائیڈوں پر سفید بالوں کی جھالوسی لٹکی ہوئی تھی۔ یہ کافرستان انشیل جنس کا چیف راجیش وکر م تھا۔ چونکہ یہ کسی بار پاکستانی میٹنگوں میں آچکا تھا۔ اس لئے نہ صرف فیاض اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ بلکہ وہ بھی فیاض سے خاصا واقف تھا۔ فیاض کے پیچھے عمران بڑے مؤدبانہ انداز میں چل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے آثار تھے جیسے زندگی میں پہلی بار کسی اعلیٰ سطحی میٹنگ میں شریک ہونے کے لئے آ رہا ہو۔ فیاض اور عمران دونوں کے جسموں پر عام سوٹ تھے۔ فیاض نے راستے میں ہاتھ جوڑ کر بڑی مشکل سے عمران سے وعدہ لیا تھا۔ کہ وہ کافرستان دارالحکومت کے ایئر پورٹ پر پہنچتے ہی کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا جس سے فیاض کی افسری اور رعب و دہش پر کوئی حرف آتا ہو۔ ساتھ ہی اس نے ملکی عزت و وقار کے حوالے بھی دیئے تھے اور عمران نے اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے گا۔ اور تب سے عمران واقعی اپنا وعدہ نبھا رہا تھا۔ وہ دراصل خود بھی سنجیدہ رہنا چاہتا تھا تاکہ یہاں آنے کا اصل مقصد پورا کر سکے۔

ایئر پورٹ پر راجیش وکر م نے اپنے ساتھیوں سمیت ان کا استقبال کیا تھا اور عمران کا رسمی تعارف کرانے کے بعد وہ انہیں ساتھ لے سیدھا میٹنگ ہال میں پہنچا تھا۔ کیونکہ شیڈول کے مطابق بات چیت کا ابتدائی دور پہنچ رہا تھا۔

ہے سے پہلے میں فیاض سے پوچھا۔

”میں نے کہا تمہیں کہ خاموش رہو۔ تم پہلی بار ایسی میننگ میں آئے ہو۔ اس لئے تمہیں یہاں کے پروڈکٹوں کا علم نہیں ہے۔“ فیاض نے کاٹ کھانے والے پہلے میں کہا۔

”اچھا اچھا۔ پروڈکٹوں کا۔“ میرے خیال میں اس سے کولا کلا کلا جاتا ہوگا۔ میرا مطلب ہے کا کولا۔ پتی کولا۔ سٹوکولا۔ واہ۔ یہ تو واقعی میرے لئے نیا انکشاف ہے۔“ عمران نے اس طرح سر ملاتے ہوئے کہا۔ جیسے واقعی اس کے علم میں بہت بڑا اضافہ ہو گیا ہو۔ اور فیاض نے بے اختیار ہونٹ پھینچ لئے۔ کیونکہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ عمران آہستہ آہستہ نکلتا جا رہا ہے۔ اور فیاض اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر عمران واقعی کھل گیا تو پھر اسے دو کتنا فیاض کے نہ صرف بس سے باہر ہوگا۔ البتہ خود فیاض کو اپنے بال سب کے سامنے نوچنے پڑ جائیں گے۔ اس لئے وہ نہ چاہنے کے باوجود ہونٹ پھینچ کر خاموش ہو گیا۔ ”کمال ہے۔ اسلم رضا صاحب تو واقعی انتہائی دلچسپ آدمی ثابت ہو رہے ہیں۔“ راجیش وکرم نے بے اختیار ہنسنے ہوئے کہا۔

”ثابت ہو رہا ہوں۔ اوہ۔ شکر ہے۔ ورنہ کئی دن سے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے اندر ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہو۔ اور مجھے خطرہ لگ گیا تھا کہ کہیں میں باہر سے بھی نہ ٹوٹنے لگ جاؤں۔ لیکن اب آپ کی بات سن کر مجھے بے حد اطمینان ہوا۔“

اس خطرہ عمران کی زبان سے تھا۔ اور گو عمران نے اسے ایرپورٹ لودج سے لے کر پورے راستے بے پناہ نہج کیا تھا۔ لیکن اب وہ بے حد سنجیدہ اور کم گو بننا ہوا تھا۔

”دراصل کچھ دفتری وجوہات کی بنا پر ایسا ہوا ہے۔“ فیاض نے راجیش وکرم کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔
”اور تو کوئی مجبوری نہیں۔ لیکن ہم دونوں کو ذرا رقم کی ضرورت تھی اس لئے سر نے فیصلہ کیا کہ پورے وفد کا ٹی۔ اے۔ ڈی۔ اے۔ ہم دونوں وصول کر لیں گے۔ اس طرح میننگ بھی جو جائے گی۔ اور ہم دونوں کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔“ عمران نے پیچھے سے بڑے سنجیدہ پہلے میں فیاض کی بتائی ہوئی مجبوری کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ اور راجیش وکرم کے ساتھ ساتھ باقی افراد بھی اس کی بات سن کر بے اختیار ہنس پڑے۔

”خاموش رہو تم۔“ فیاض نے انتہائی غصیلے پہلے میں مڑ کر عمران سے کہا۔ اور عمران نے بے اختیار نہ صرف ہونٹ پھینچ لئے بلکہ ایک ہاتھ بھی منہ پر دھک لیا۔

”اوہ۔ کوئی بات نہیں سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب۔ اسلم رضا صاحب خاصے دلچسپ آدمی لگتے ہیں۔“ راجیش وکرم نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”میں ان کا شکریہ ادا کر لوں۔ کیونکہ اخلاقی طور پر جب کوئی کسی کی تعریف کرے تو شکریہ ضرور ادا کیا جاتا ہے۔ اجازت ہے۔“ عمران نے منہ کے آگے سے ہاتھ جٹا کر بڑے ڈرے ڈرے اور

ہے کہ میں ثابت ہو رہا ہوں۔ دیسے باقی دی دے آپ کو نجوم یا طب میں سے کون سے علم سے شغف ہے۔" — عمران نے بڑے سادہ سے اور معصوم سے لہجے میں راجیش وکرم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اسلم۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں کہ خاموش رہو یہ انتہائی سنجیدہ میٹنگ ہے۔" — فیاض سے جب رہا نہ جاسا تو وہ کاٹ کھانے والے لہجے میں بول پڑا۔

"سنجیدہ میٹنگ۔۔۔ کمال ہے۔ یعنی اب میٹنگ کے بھی نام رکھے جانے لگے ہیں۔ واہ۔ مس سنجیدہ میٹنگ۔ پھر تو مس کلثوم میٹنگ۔ ارے ادہ سو ری۔ یہاں کافرستان میں تو مس رتنا میٹنگ۔ مس ادا میٹنگ نام ہوتے ہوں گے۔" — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اس بار راجیش وکرم اس طرح عمران کو دیکھنے لگا تھا جیسے اسے اس کی ذہنی حالت پر شک گزرنے لگا ہو۔

"تشریف رکھئے۔ یہ رسمی سادہ رہے۔ آپ بھی تھکے ہوئے ہوں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اسے جلد از جلد ختم ہو جانا چاہیئے۔" راجیش وکرم نے اپنی طرف کی درمیانی کو کسی گھسیٹ کر نیٹے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھ اندر آنے والے پانچ ساتھی بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جب کہ فیاض اور عمران دوسری سائیڈ پر آپکے تھے۔ فیاض بھی سہماتا ہوا بیٹھ گیا اور عمران بھی اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے اتنا لمبا سفر اس نے اس کو کسی پر

بیٹھنے کے لئے ہی کیا ہو۔

"واہ۔۔۔ پانی بھی موجود ہے۔ لیکن راجیش وکرم صاحب پھری تیز ہے یا کند۔" — عمران نے پانی کے گلاس پر رکھا ہوا رومال ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

"پھری۔۔۔ کیا مطلب۔" — راجیش وکرم عمران کی بات سن کر اس بری طرح چوکناکہ عمران بھی حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ راجیش وکرم کا یہ رد عمل اس کی توقع کے بھی خلاف تھا۔

"ادہ۔ آپ ڈر گئے۔ کمال ہے۔ اتنے بڑے افسر اور پھری کے نام سے ہی ڈر جائیں۔ جب کہ اپنے فیاض صاحب تو پھر یاں تیز کرتے ہیں۔ دور دور تک مشہور ہیں۔ کیوں فیاض صاحب۔۔۔ عمران نے فیاض کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ۔ تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو۔" — فیاض اس بار حلق کے بل پیچ اٹھا۔

"واقعی تیز ہے۔ پیچ بتا رہی ہے۔ لیکن فیاض صاحب۔ آپ نے ابھی تک پانی تو نہیں پیا پھر پھری کیسے آپ کے حلق تک پہنچ گئی۔" — عمران نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"ادہ۔ میں سمجھ گیا۔ تو آپ کا مطلب تھا کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے پانی پلایا جاتا ہے۔" — راجیش وکرم نے ہونٹ دباتے ہوئے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔ جیسے اسے عمران کی بات ناگوار گزری ہو۔

"پلیز۔۔۔ اسلم رضا صاحب پلیز۔" — فیاض سے اور تو کچھ

”در اصل جاری حکومت کا خیال ہے کہ اس طرح دونوں ملکوں

”شکریہ — ہاں تو سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب پہلے تو
میں حکومت کا فرستان کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں

کی انٹیلی جنس کی طرف سے کئے گئے انتظامات کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔ دیکھئے جب ہمارے ملک میں کوئی ایسی شخصیت تشریف لائے گی تو ہم بھی انتظامات کی تفصیلات آپ کی حکومت کو معاہدے کے مطابق جیسا کرنے کے پابند ہوں گے۔

راجیش وکرم نے سنجیدہ ہلچے میں جواب دیا۔

"سوری۔ مٹرا راجیش۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ ہمارا ہی حکومت نے اس شق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں اس پر مزید بات کرنا فضول ہے۔" سپرنٹنڈنٹ

فیاض نے عمران کے بولنے سے پہلے ہی جواب دے دیا۔

"س۔ ہمارا ہی حکومت نے اس قدر بے لچک انکار نہیں کیا۔

بلکہ ہمارے لئے مشروط کر دیا ہے کہ اگر واقعی اس سے کوئی

فائدہ ہو سکتا ہے تو ہم حکومت سے منظوری لے کر اسے منظور بھی

کر سکتے ہیں۔" عمران نے فیاض کے پیر پر پیر دکھ کر دباتے

ہوئے کہا۔

"ادہ۔ اچھا شک ہے۔ لیکن اس بارے میں اختیارات

تو آپ کے پاس ہیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔" فیاض نے

جان بوجھ کر سادہ بوجھ عمران کے کندھوں پر شفٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔ کیا مطلب۔ کیا آپ کو یہ اختیار ہے۔ لیکن وفد

کے قائد تو فیاض صاحب ہیں۔" راجیش اس خلاف معمول

بات پر واقعی حیران ہو گیا تھا۔

"فیاض صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ دراصل میں شوگر ان

کے صدر کے دورے کے تمام حفاظتی انتظامات کا براہ راست نگران ہوں۔ اور دیے بھی ان کے دورے کے تمام حفاظتی انتظامات کی تفصیلات میں نے ذاتی طور پر تیار کی ہیں۔ اور حکومت نے میری تیار کردہ تفصیلات میں دین قبول کر لی ہیں۔ اس لئے فیاض صاحب

ایسا کہہ رہے ہیں۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

"ادہ۔ پھر تو واقعی آپ سے اس بارے میں تفصیلی بات ہو

سکتی ہے۔ میرا خیال ہے۔ میرے جواب سے آپ مطمئن ہو

گئے ہوں گے۔" راجیش نے مسرت بھرے ہلچے میں کہا۔

جیسے عمران کی بات سے اُسے کوئی اہم پوائنٹ مل گیا ہو۔

"آپ اپنے پوائنٹ کی ذرا مزید وضاحت کیجئے کہ آپ کو کس

قسم کی تفصیلات درکار ہیں۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ ہلچے

میں کہا۔ اور اب میٹنگ کے باقی شرکاء کے ساتھ ساتھ فیاض خود

بھی حیران ہو کر عمران کو دیکھ رہا تھا کہ عمران کس قدر منہجے ہوئے انداز

میں بات کر رہا تھا جیسے اس کی ساری زندگی اس قسم کی میٹنگوں میں

گزر گئی ہو۔

"اس کی وضاحت میرے ساتھی گارڈز کریں گے۔ کیونکہ انہوں

نے اس شق پر پیر درک کیا ہے۔" راجیش نے اپنے ساتھ

بیٹھے ہوئے ایک دبیلے پتلے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا۔

"میں عرض کرتا ہوں۔ اسلم رضا صاحب نے درست بات

کی ہے کہ آخر کس قسم کی تفصیلات کے لین دین کا معاہدہ ہونا

چاہیے۔ دیکھیے۔ ایک تو ایسی تفصیلات ہوتی ہیں جو اخبارات میں بھی آتی رہتی ہیں اور عوام کو بھی اور عام پولیس افسران کو بھی ان کا علم ہوتا ہے۔ یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ جب کہ دوسری قسم کی تفصیلات وہ ہوتی ہیں جو دورے پر آنے والی شخصیت کے مخصوص اور خفیہ پروگراموں کے بارے میں ملے کی جاتی ہیں۔ ایسی تفصیلات بے حد اہم ہوتی ہیں اور اگر ان کا باہمی لین دین ہو سکے تو اس طرح کا فرستان اور پاکیشیا دونوں ملکوں کی انٹیلی جنسز کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک دوسرے کی مہیا کردہ تفصیلات آئندہ دوروں پر کام آسکتی ہیں۔ دہلے پستے کا زرنے بڑے سنجیدہ پہلو میں کہا۔

"لیکن یہ خفیہ پروگرام عوام الناس کے لئے تو خفیہ ہو سکتے ہیں۔ دوسرے ملکوں کے لئے تو خفیہ نہیں ہو سکتے۔ یقیناً ہر ملک کے ایجنٹ ایسے دوروں سے قبل اپنی حکومتوں کے لئے ورک کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان پروگراموں کی تفصیلات باقی ملکوں کے ساتھ ساتھ کا فرستان کے ایجنٹوں نے بھی حاصل کر کے پہنچا دی ہوں گی۔ پھر اس مجوزہ معاہدے کا کیا ہوا زبانی رہ جاتا ہے۔" — عمران نے جواب دیا۔

"اوہ — ہمارا مقصد خفیہ پروگراموں کے بارے میں معلوم کرنا نہیں بلکہ ان کے لئے کئے گئے حفاظتی انتظامات تک محدود ہے۔" — گازرنے چونک کر جواب دیا۔ اور عمران اس طرح ہنس پڑا جیسے گازرنے بچوں جیسی بات

کی ہو۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جب تفصیلات آپ کو مہیا کی جائیں گی تو کیا یہ خفیہ پروگرام خفیہ رہ جائیں گے۔ انہی پروگراموں کی تفصیلات کے بارے میں آپ معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا ایسا ممکن ہے کہ پروگرام تو خفیہ رہیں۔ لیکن ان کی تفصیلات مہیا کر دی جائیں۔ — عمران نے کہا۔

اور گازرنے اختیار ہوش کاٹنے لگا۔ ظاہر ہے عمران کی بات کا جواب اس کے پاس نہ تھا۔ اور اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو سخت الجھا ہوا محسوس کر رہا ہے۔

"پتلے ایسے ہی سہی۔ ہم بھی تو یہ خفیہ پروگرام اور ان کی تفصیلات آپ کی حکومت کو مہیا کرنے کے پابند ہوں گے۔" — راجیش وکرمن نے اپنے ساتھی کی بات کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"بھیک ہے۔ لیکن ایک پوائنٹ اور ہے۔ ہر عوامی شخصیت کے کسی دوسرے ملک کی آمد پر خفیہ پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ خفیہ پروگرام بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک ایسے پروگرام جس کا تعلق صرف ان دو ملکوں تک ہی محدود ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرے ایسے پروگرام جن کا تعلق ان دو ملکوں کے ساتھ دوسرے ملکوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔

میرا مطلب۔ ایسے پروگرام جنہیں بین الاقوامی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔" — عمران نے کہا۔ آپ کی بات درست ہے جناب۔ اور یہ بات ہم بھی جانتے

ہمیں ایک مخصوص آمدورزدی ہے۔ اور اب وہ اسے چیک کرنا چاہتے ہیں تاکہ دیکھ سکیں کہ کیا ہمارے ماہرین اس کی کارکردگی کو صحیح طور پر سمجھ بھی رہے ہیں یا نہیں۔" — عمران نے سادہ سے ہلچے میں کہا۔

"اوہ۔ جی ہاں جی ہاں۔" میرا مطلب بھی یہی تھا۔ "راجیش نے فوراً ہی جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی۔ "چلیے۔ بات تو واضح ہوگئی۔ اب یہ بتا دیجیے کہ اس مثال کو سامنے رکھ کر کس قسم کی حفاظتی اقدامات کی تفصیلات ایک دوسرے ملک کو سچائی کی جائیں گی۔" — عمران نے کہا

فیاض اب بالکل خاموش بیٹھا تھا۔ اور اس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے اصل وفد تو صرف عمران ہو اور وہ بس صرف سیر کرنے کے ساتھ آگیا ہو۔ دیے وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ اچھا ہو کہ عمران اس کے ساتھ آگیا ہے۔ ورنہ اس قسم کی الجھی ہوئی باتیں کم از کم اس کے بس سے باہر ہیں۔

"اوہ۔" یہ بات تو واقعی سوچنے کی ہے۔ ہمارا مطلب ہے کہ مثال کے طور پر وہ غیر ملکی شخصیت کس وقت آمدورزد میں پہنچے گی۔ کس وقت واپس آئے گی۔ اور ان کی حفاظت کے لئے کیا کیس ممکنہ انتظامات کئے جاسکتے ہیں۔" — راجیش واکرم کی جھلکا ہٹ بالکل فطری تھی کیونکہ اس نے واقعی نہ سوچا تھا کہ اس قدر گہرائی میں بھی مذاکرات کئے جاسکتے ہیں۔

"جہاں تک وقت کا مسئلہ ہے۔ وہ تو بتایا جاسکتا ہے۔ اس

ہیں کہ بین الاقوامی ٹائپ کے پروگرام جن میں زیادہ تر خفیہ بات چیز شامل ہوتی ہے۔ کوئی بھی حکومت دوسروں کو نہیں بتا سکتی۔ اس لئے ایسے پروگرام تو قطعاً اس معاہدے کی رینج سے آؤٹ ہوں گے۔ صرف ایسے پروگرام جن کا تعلق دونوں ملکوں سے ہی ہو۔ ہمارا مطلب صرف ان پروگراموں تک ہے۔" — راجیش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ وہ راجیش کو اصل بیٹھری؛ چڑھا چکا تھا۔ لیکن راجیش کو اس کا احساس تک نہ ہوا تھا۔ "آپ اپنی بات مثال سے واضح کر سکتے ہیں۔ میرا مطلب کہ ایسا پروگرام جن کی مثال آپ دے سکیں۔" — عمران نے بڑے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

"مثال۔" مثال کیا دی جائے۔ میرا مطلب ہے ایسا پروگرام سمجھ لیجئے کہ جیسے ہمارے ملک میں غیر ملکی شخصیت آتی ہے۔ اور اس ملک نے ہمیں کوئی خاص چیز دی ہوتی ہے اور پھر وہ اس چیز کی کارکردگی بھی چیک کرنا چاہتی ہے تاکہ اسے پتہ چل سکے کہ کیا ہمارے ملک کے ماہرین اس چیز کو بہتر طور پر ٹریٹ کر کے رکھتے ہیں یا نہیں۔ بس ایسے ہی سمجھ لیں کوئی واضح مثال تو میرے ذہن میں نہیں آرہی۔" — راجیش نے بڑی طرح الجھے ہوئے ہلچے میں کہا۔

"میں کچھ کچھ آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ میرے ذہن میں ابکہ مثال آرہی ہے۔ مثلاً فرض کر لیتے ہیں کہ حکومت شوگر ان کے

ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ راجیش نے کہا۔

”اودہ۔ پھر ٹھیک ہے۔ اودہ۔ کے۔ میں آج رات حکومت سے تفصیلی بات کر کے کل کے دور میں اس بارے میں مزید بات کر سکوں گا۔ میرے خیال میں ہماری آج کی بات حجت کا فرد کوئی مثبت نتیجہ نکل آئے گا۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ لیکن اب اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ کیونکہ راجیش کا آخری جواب اس کے خاکے میں فٹ نہ بیٹھا تھا۔

”اودہ تھیک یومیٹر اسلام رضا۔ مجھے خوشی ہے آج کی بات حجت انتہائی مفید اور مثبت رہی ہے اب اس ابتدائی دور کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ کل دوسرا دور ہوگا۔“ راجیش نے کہا۔ اور کسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”شکریہ۔۔۔۔۔ دیے اب ہمارا ٹی۔ اے۔ ڈی۔ اے تو پکا ہو گیا ہے۔ مجھے تو اس بات پر خوشی ہو رہی ہے۔“ عمران نے اٹھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ اور راجیش کو کم ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”آپ کی رہائش۔۔۔۔۔ کا ہماری حکومت کی طرف سے خصوصی بندوبست کیا گیا ہے۔ آئیے میں آپ کو وہاں پھوڑاؤں۔“ راجیش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”وہاں کھانے کو بھی کچھ ملے گا۔ میری تو ساری آنتیں صرف ایک ہی لفظ کا درد کر رہی ہیں اور وہ لفظ آپ جانتے ہوں گے۔“

میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جہاں تک حفاظتی انتظامات کا تعلق ہے وہ سب بتائے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ بہر حال یہ تقریباً ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ لیکن مقام نہیں بتایا جاسکتا۔ یہ بہر حال خفیہ رہنا چاہیے۔ میرے خیال میں ان پوائنٹس پر معاہدہ ہو سکتا ہے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اودہ۔ اودہ۔ آپ بالکل درست کہہ رہے ہیں ہمیں مقام سے کوئی مطلب بھی نہیں۔ کیونکہ یہ انیشی جنس کا مسئلہ نہیں ہے۔ البتہ وقت اور حفاظتی انتظامات ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وقت کا حفاظتی انتظامات سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔“ راجیش کا لہجہ اس قدر مسرت سے بھر پور تھا کہ سب اسے واضح طور پر محسوس کر رہے تھے۔

”لیکن وقت کے معاملے میں بھی ایک پوائنٹ قابل غور ہے۔ وقت تو آبد و زین جلنے کا بھی ہو سکتا ہے اور وہاں سے آنے کا بھی۔ اور اس آبد و زنی کا کردگی چیک کرنے کا بھی۔ میرا مطلب ہے۔ وہ وقت جس وقت کارکردگی چیک کرنے کے لئے آبد و زنی مشنری چالو کی جائے گی۔ ان میں سے کون سا وقت انیشی جنسز کے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔“ عمران نے کہا۔ اس کے ذہن میں ایک خاکہ ابھر آیا تھا۔ اور اب وہ اس خاکے کو ذہن میں رکھ کر بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔

”ہمارا تعلق صرف جانے اور واپس آنے کے وقت سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہمیں کارکردگی چیک کرنے والے وقت سے کیا مطلب

عمران نے کہا۔

”اوہ — یقیناً یقیناً“ — راجیش نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ انہیں ساتھ لے کر میٹنگ روم سے نکلا اور رہائشی گھر کی طرف چلے گئے۔ جہاں ایک جدید ماڈل کی سیلون کار موجود تھی۔

”اوہ — تم نے چیف اور سیکنڈ چیف دونوں کو مار ڈالا۔
 فائر کرو۔ مار ڈالو ان کو“ — دروازے سے داخل ہونے والے تین مسلح افراد میں سے ایک نے ایک لخت چیتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا رخ ایک جھٹکے سے سامنے فاصلے پر کھڑے ہوئے کیپٹن شکیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف کیا۔ لیکن اس کا فہرہ مکمل ہوا ہی تھا کہ ایک لخت معدیاتی اپنی جگہ سے اچھلا اور زمین اسی لمحے جبکہ چیخنے والے مسلح آدمی کی انگلی نے ٹریگر پر حرکت کی۔ معدیاتی کسی عقاب کی طرح اڑتا ہوا واپس پہنچا۔ اور اس نے زور سے مشین گن کی نالی پر ہاتھ مارا۔ اور مشین گن کا رخ ایک جھٹکے سے بدل کر اس مسلح آدمی کے اپنے ساتھیوں کی طرف ہو گیا۔ لیکن چونکہ ٹریگر دب چکا تھا۔ اس نے مشین گن اپنی مخصوص آواز سے چل

پڑی۔ اور اس کی آواز کے ساتھ ہی مسلح آدمی کی سائیڈ میں کھڑے ہوئے اس کے دونوں ساتھی گولیوں کی پوچھاڑ میں نہاکر بڑی طرح جھنجھتے ہوئے فرش پر جا گرے۔ جب کہ صدیقی کا زوردار دھکا لگنے سے وہ آدمی اچھل کر پھلی دیوار سے جا کھرایا۔ اور خود صدیقی بھی اپنے ہی زور میں اس کے اوپر جا کر اٹھا۔ اس آدمی نے دیوار سے ٹکراتے ہی صدیقی کو پوری قوت سے واپس دھکیلا۔ ادھر صدیقی اچھل کر پشت کے بل پیچھے فرش پر گر ا۔ اور وہ آدمی صدیقی کی طرح ہی اڑتا ہوا اس کے اوپر آگرا۔ اور اس نے صدیقی کی ناک پر زوردار ٹکرا کر اسے بے بس کرنا چاہا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ اس طرح فضا میں اٹھنا گیا جیسے کسی کپڑے کو فرش سے اٹھایا جاتا ہے اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی اور اس کا جسم ایک زوردار جھٹکے سے اڑتا ہوا اس کے بل فرش پر جا کر اکھٹک کی آواز کے ساتھ ہی اس آدمی کی گردن کی ہڈی ٹوٹی اور اس کا جسم مردہ جھپکی کی طرح پہلو کے بل فرش پر گر ا۔ اور چند لمحے توڑ پھوٹ کے بعد ساکت ہو گیا۔ یہ کیپٹن شکیل تھا۔ جس نے صدیقی کے جسم پر گرنے والے آدمی کو گردن سے پکڑ کر فضا میں اچھال کر فرش پر پھینک دیا تھا جب کہ نعلانی اور چوٹان نے اس دوران باقی مرنے والے دو افراد کی مشین گنوں پر تھنہ کو کے دروازے کو کور کر لیا تھا۔ تاکہ مشین گن چلنے کی آواز کے ساتھ ساتھ ان افراد کی چیخیں سن کر کوئی اور اچانک اندر نہ آجائے۔

"ویل ڈن صدیقی۔۔۔ تمہاری بھرتی اور دیرری نے اس بار

واقعہ ہماری جانیں بچائی ہیں۔" کیپٹن شکیل نے اس آدمی کو پھینکنے کے ساتھ ہی صدیقی کو اٹھنے میں مدد دیتے ہوئے تین آئینز بھیے میں کہا اور صدیقی مسکرا دیا۔

"میں نے سوچا کہ مرنا تو ہے ہی۔ کم از کم کو شش تو کوئی جائے۔ اور میری کو شش کامیاب رہی۔" صدیقی نے مسکرا کر بازو سے اپنے ناک سے بہنے والے خون کے چند قطرے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"دروازہ بند کر دو۔ میں اس کمر چند کو ہوش میں لے آتا ہوں۔ اب یہی ہماری ڈھال بنے گا۔ ورنہ ہم اس لیبارٹری کے اندر موجود ہیں۔ اور یہاں سے نکل جانا انتہائی مشکل ہے۔" کیپٹن شکیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور پھیلنے کے اندر سائیڈ میں موجود ایک چھوٹی سی شیشی کھال کر اس کا ڈھلکا کھولا اور شیشی کا منہ فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے کمر چند کی ناک سے لگا دیا۔ اس کے بعد اس نے شیشی بند کی اور اسے پھیلے میں ڈال کر اس نے پھیلا واپس اپنی پشت پر لٹکا لیا۔ جب کہ اس دوران صدیقی نہ صرف تیسری مشین گن اٹھا چکا تھا بلکہ اس نے باقی پھیلے بھی اٹھا کر اپنے ساتھیوں تک پہنچا دیئے تھے۔

"یہ ابھی چند لمحوں میں ہوش میں آجائے گا۔" کیپٹن شکیل نے کمر چند کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اور وہی ہوا چند لمحوں بعد ہی کمر چند کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں اور وہ اس طرح اٹھ کر بیٹھ گیا جیسے اس کی کمر میں ہڈیوں کی جگہ سپرنک فٹ ہوں۔

ایک لمحے کے لئے تو اس کی آنکھوں میں شعور کی کیفیت غائب ہی لیکن دوسرے لمحے شعور کی مخصوص چمک ابھر آئی۔
 ”یہ کیا کیا ہو گیا۔۔۔ کرم چند کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے وہ اس بدلی ہوئی سچویشن پر انتہائی حیران ہو۔
 ”اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ کرم چند۔ ادھر دیکھ لو کہ تمہارے ساتھی کرشن کے ساتھ تین افراد کی لاشیں بھی اس کمرے میں موجود ہیں۔ اس لئے کوئی غلط حرکت نہ کرنا ہمارے لئے ان لاشوں میں ایک اور کے اضافے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“ کیپٹن شکیل نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے عزا کر کہا۔ اور کرم چند اس طرح ہونٹ بیچتے ہوا اٹھ کھڑا ہوا جیسے اسے اب تک اس سچویشن کی تبدیلی پر یقین نہ آرہا ہو۔

”یہ۔۔۔ یہ کیسے ہو گیا۔ تم تو بندھے ہوئے تھے پھر یہ کیسے ہو گیا۔“ کرم چند نے انتہائی گہرائے ہوئے ہلچل میں کہا۔
 ”کرم چند۔۔۔ تم اس موقع پر اپنے ذہن پر زور مت ڈالو ورنہ اب بوڑھے ہو گئے ہو۔ ورنہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم اتنی آسانی سے قابو میں نہ آتے۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ اوہ۔۔۔ کیا مطلب۔ ارے ہاں۔ تم نے تو پی۔ پھرٹی کا حوالہ بھی دیا تھا۔ کون ہو تم۔“ کرم چند نے بڑی طرح چونکتے ہوئے کیپٹن شکیل کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔
 ”اگر تمہیں مارڈ لائی والا کیس یاد ہو تو تمہیں یاد آ جائے گا۔ کہ

رکورد مارجز پرے پر میں تمہارا مہمان رہا تھا اور پھر یہ جزیرہ اپنی خفیہ مشینری کے ساتھ ہی سمندر میں ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا تھا۔“
 کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 ”اوہ۔ اوہ۔ تم شکیل ہو۔ کیپٹن شکیل۔ پاکیشیا نیوی سروس کے سب سے خطرناک آئیڈل۔ اوہ اوہ۔ اب مجھے یاد آ گیا۔ تمہارا قد و قامت۔ تمہارا اندازہ۔ اوہ۔ میں پہلے بھی سوچ رہا تھا۔ کہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے میں نے تمہیں پہلے دیکھا ہو۔ اوہ کاش۔۔۔ مجھے پہلے یاد آ جاتا۔“ کرم چند نے بڑی طرح اچھٹے ہوئے کہا۔

”تب بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہر حال اب تمہیں یاد آ گیا ہے تو تم میری طبیعت اور عادت سے بھی واقف ہو گئے کہ تمہاری اس لیبارٹری کو سمندر کی تہ میں ہمیشہ کے لئے دفن کر دینا میرے لئے کوئی نیا کام نہیں ہے۔“ کیپٹن شکیل نے سرد ہلچل میں کہا۔

”اوہ نہیں۔۔۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ نہیں ہو سکتا۔ تم مجھے ختم کر سکتے ہو لیکن اس لیبارٹری کو نہیں۔“ کرم چند نے بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ کرم چند کہ تم انتہائی حد تک وطن پرست ہو۔ اور تم اس لیبارٹری کی تباہی سے مر جانا زیادہ پسند کر دو گے۔ لیکن ساتھ ساتھ تم یقیناً یہ سمجھ رہے ہو گے کہ ہم اس لیبارٹری میں بغیر کسی تیار می کے نہیں آئے ہوں گے۔ یہ تو اتفاق ہے کہ

”خاموش رہو۔ صرف لمبا یا نہ۔ دو دین سے ایک لفظ بولو۔
تیسرا کوئی لفظ تمہاری زبان سے نکلا تو سیدہ پھلنی کر دوں گا۔“
کیسے کیسے کے پہلے میں بے پناہ سختی تھی۔ اس کی نفرت کو کم چند

”کیوں بچوں جیسی باتیں کو رہے جو کم چند۔ تم مجھے ایسی طرح جانتے ہو میں تم سے سیدھی بات کو رہا ہوں۔ مجھے پاکشیا کی ایسی آبادی سے حاصل کی گئی، انونٹری گروپ چاہیے، نوٹو گروپ مجھے دیتے جو یا پھر لیبارٹری کی تباہی کا خطرہ مول لیتے ہو۔ مٹا یا نہ میں جواب دوں میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔“ کیپٹن شکیل نے براہِ راست بات کہتے ہوئے کہا۔

”انونٹری گروپ — کیا کہہ رہے ہو۔ ہمارا کسی انونٹری گروپ

یہاں نہیں آجاتی۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"یہاں کیسے آئے گی۔ اب تم بچوں والی خود بات کر رہے ہو۔ اصل عیاد رٹھی نیچے ہے۔ اوپر کا کھد انتظامی حصہ ہے۔ اور دونوں حصوں کے درمیان صرف ایک فون سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔ اور وہ فون میرے دفتر میں ہے۔" کرم چند نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہاں اوپر کتنے آدمی ہیں۔" کیپٹن شکیل نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"زیادہ آدمی نہیں ہیں۔ بس چالیس پچاس ہوں گے۔ لیکن وہ سب اپنی ڈیوٹی پر ہیں۔ جنوبی سائیڈ پر ہی تین آدمی تھے۔ جنہیں تم نے ہلاک کر دیا ہے۔ اس لئے تم یہاں اطمینان سے کھڑے ہو۔ ورنہ....."

کرم چند نے ٹھٹھک بولتے ہوئے کہا۔

"ٹھٹھک ہے۔ چلو اپنے دفتر۔ ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ لیکن یہ سوچ لینا کہ تمہاری زندگی کا دار و مدار ہماری زندگیوں پر ہے۔ ہمارے ساتھ جو ہوگا سو ہوگا لیکن تم ہم سے پہلے مر جاؤ گے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"جب میں نے ہاں کہہ دی ہے تو پھر یہ ہاں ہی رہے گی۔"

کرم چند نے جواب دیتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

نھانی نے دروازہ کھولا اور پھر کرم چند سب سے پہلے باہر نکلا۔ اس کے پیچھے کیپٹن شکیل اور پھر باقی ساتھی دروازے سے باہر آ گئے۔

یہ ایک طویل راہداری تھی۔ جس کے اختتام پر ایک اور راہداری تھی۔

کرم چند انہیں لئے ہوئے مختلف راہداریوں سے گزرتا ہوا ایک کمرے

کی نظروں سے ملی ہوئی تھیں۔

"ہاں۔" کرم چند نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے اسے اب پھٹتا دھوڑا ہو کہ اس نے یہ لفظ کیوں کہا۔

"اگر تم نہ کہتے یا تیسرا لفظ بولتے تو اب تک تم عالمِ ارواح میں پہنچ چکے ہوتے۔ میری تم سے براہِ راست کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہمیں ہمارے ہی چیز واپس کرنا اور ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔"

کیپٹن شکیل نے مٹین گن کی نال مٹلتے ہوئے کہا۔ لیکن اس بار اس کا ہجر نرم تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دے دیتا ہوں۔" کرم چند نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں اچانک چمک ابھر آئی تھی۔ اور کیپٹن شکیل دو قدم پیچھے ہٹا گیا۔ اس کے ساتھ ہی کرم چند اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"چلو میرے ساتھ۔" کرم چند نے دیکھتے ہی کہا۔

"تم پھر بچوں والی بات کر رہے ہو۔ میں نے تمہاری آنکھوں میں ابھرنے والی چمک دیکھ لی ہے۔ اس طرح میں نے تمہارے ذہن میں ابھرنے والا خیال بھی پڑھ لیا ہے۔ تم نے یہی سوچا ہے کہ اس پوزیشن سے نکلنے کے بعد تم ہمیں مختلف انداز میں ڈیل کرو گے۔ لیکن تم جو کچھ سوچ رہے ہو ایسا ہونا ناممکن ہے۔ ہم یہاں سے اس وقت تک باہر نہیں جائیں گے جب تک گروپ

کے دروازے پر پہنچا۔ اس نے دروازہ کھولا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔
کیپٹن شکیل اس کے ساتھ سائے کی طرح چٹا ہوا تھا۔ کمرہ واقعی
دختر کے انداز میں بنا ہوا تھا۔ اس لئے کیپٹن شکیل مطمئن ہو گیا تھا۔
اس کے باقی ساتھی بھی اندر آ گئے۔ اور انہوں نے دروازہ اندر سے
بند کر دیا۔ راستے میں ان کی مڈ بھڑکی سے نہ ہوئی تھی۔ اس لئے وہ
پوری طرح مطمئن تھے۔ میز پر تین رنگوں کے ٹیلی فون اور ایک انٹر کام
موجود تھا۔ کرم چند نے آگے بڑھ کر سرخ رنگ کے ٹیلی فون کا ریسور
اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ کیپٹن شکیل اس کے
بالکل قریب تھا۔ جب کہ باقی ساتھی اس کے گرد اس انداز میں کھڑے
تھے کہ اگر کرم چند کوئی غلط حرکت کرنا چاہتیے تو اسے فوراً طور پر روک
جا سکے۔

یس۔ چیف انجنئر مارک سپیکنگ۔ چند لمحوں بعد
ریسور سے ایک جھپتی ہوئی آواز نکلی۔

”کرم چند بول رہا ہوں چیف آفیسر۔“ کرم چند نے قد سے
محنت لہجے میں کہا۔

”جی فرمائیے۔“ دوسری طرف سے اس بار نرم لہجے میں
پوچھا گیا۔

”آپ کے پاس پاکیشیا کی ایٹمی آبدوز کی انونٹری گپ موجود
ہے۔“ کرم چند نے پوچھا۔

”پاکیشیا کی ایٹمی آبدوز کی انونٹری گپ۔ کیا مطلب۔ یہ
سمجھا نہیں۔“ دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے

میں حیرت نمایاں تھی۔

”آر ٹی۔“ دن نے اطلاع دی ہے کہ پاکیشیا کی ایٹمی آبدوز کی
انونٹری گپ یہاں بھیجی گئی ہے۔“ کرم چند نے کہا۔

”ادہ نہیں۔“ ہمارا ایٹمی آبدوز کی انونٹری گپ سے کیا
تعلق ہو سکتا ہے۔“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”او۔ کے۔“ یقیناً یو۔“ کرم چند نے کہا۔ اور ریسور
رکھ دیا۔

”اب تمہیں یقین آ گیا کیپٹن شکیل۔“ کرم چند نے
مونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”لیکن پھر تم نے ہاں کیوں کی تھی۔“ کیپٹن شکیل نے
الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس لئے کہ مجھے تمہاری فطرت کا اندازہ ہے۔ تم نے یہ یقین
کر رکھا تھا کہ وہ یہاں ہے اور میں تمہیں جان کر نہیں دے رہا

لیکن اب میں نے تمہارے سامنے بات کی ہے۔ اگر چاہو تو تم
خود بات کر لو۔“ کرم چند نے منہ بندتے ہوئے
کہا۔

”اچھا۔ یہ بتاؤ کہ اور کونسی ایسی لیبارٹری ہو سکتی ہے جہاں یہ
گپ بھیجی جا سکے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”مجھے کسی لیبارٹری کا کوئی علم نہیں ہے کیپٹن شکیل۔ اگر
ہوگی تو کوئی تھقیہ۔ لیبارٹری ہوگی۔“ کرم چند نے جواب
دیا۔

”اور کے۔۔۔ اب تم ہمارے ساتھ چلو اور ہمیں ساحل تک
 بھٹا ملت پہنچاؤ۔ اس کے بعد تم واپس آ سکتے ہو۔۔۔ کیپٹن
 شکیل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اسی کا سارا منصوبہ
 ہی فیمل ہو گیا تھا۔
 ”ٹھیک ہے۔ چلو۔۔۔ کرم چند نے سر ہلاتے ہوئے
 کہا اور دوبارہ دروازے کی طرف مڑ گیا۔

صفدر۔۔۔ صفدر ہوش میں آؤ۔۔۔ صفدر
 کے کانوں میں جیسے دور سے جو لیا کی آواز سنائی دی اور اس
 کے ساتھ ہی صفدر کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔
 ”مجھے افسوس ہے صفدر۔ میں نے غلطی سے تم پر وار کر دیا تھا۔
 تم ایک اجنبی کا رہیں آئے تھے۔ اس لئے میں سمجھا کہ تم دشمن
 کے آدمی ہو۔۔۔ پاس کھڑے تزییر نے بڑے شرمندہ
 سے ہلے میں کہا۔

”اب تمہارے مارنے کے لئے میں ہی رہ گیا ہوں شاید“
 صفدر نے سر پر ابھرے ہوئے گومڑ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے
 مسکرا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”ویسے آج مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارا سر ضرورت سے کچھ
 زیادہ ہی سخت ہے۔ ورنہ جتنی قوت سے میں نے پہلا وار کیا تھا

اور صفدر کے سہمیلانے یہ جو لیا صفدر کو ہمراہ لے کر کمرے

”اُد کے۔۔۔ پھر میرا خیال ہے۔ بہت ہمارا وجود عدم وجود ہمارے لئے بے کار ہے۔ اس لئے تم کو تجویز کرو۔ ہم شام کو خود ڈھونڈ لیں گے۔ ناٹوران رام چند ہمارا ہم پیشہ ہے۔ اس

"شاہجی واقعی کسی خفیہ مشن پر گیا ہے۔ اور اس بار وہ کسی کو بتا کر نہیں گیا۔ لیکن ایک بات بتا سکتا ہوں کہ جب شاہجی واپس

ہوئے کہا۔
”ٹھیک ہے۔ میں سمجھتی ہوں۔ لیکن اب کیا کرنا ہے۔“
جولیانے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے شاگل کے اس خفیہ مشن کے بارے میں اس کے میڈیکل رٹرن میں واقعی کسی کو علم نہیں ہے۔ البتہ بشن داس والی ٹپ اچھی ہے۔“

”اگر اسے چیک کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔“ مصفد نے کہا۔

”اگر آپ کہیں تو میں اُسے اغوا کر لیتا ہوں۔“ ناٹران نے کہا۔

”اس کی کوٹھی میں کتنے آدمی ہوں گے۔ اس بار جولیانے پوچھا۔

”میں اسے جانتا ہوں وہ بوڑھا آدمی ہے۔ اور ونڈوا ہے۔ اس کی بیوی عرصہ پہلے فوت ہو چکی ہے اور اس کے بعد اس نے شادی نہیں کی۔“ ناٹران نے کہا۔

”میں نے تم سے اس کے خاندانی حالات تو نہیں پوچھے۔“ جولیانے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

”اوہ سوری میڈم۔ میں دراصل یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ اس کی کوٹھی میں سوائے ملازموں کے اور کوئی نہیں ہوتا۔“ ناٹران نے جلدی سے کہا۔ اسے ایک ٹوکی طرف سے حکم مل چکا تھا کہ اس نے جولیا کے حکم کی مکمل پابندی کرنی ہے۔

”کتنے ملازم ہوں گے۔“ جولیانے پوچھا۔
”سرکاری گارڈ کے دو سپاہی اور زیادہ سے زیادہ تین ذاتی ملازم ہوں گے۔“ ناٹران نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ ہم دلوں جائیں گے۔“ جولیانے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”لیکن اگر آپ چاہیں تو اسے یہیں بھی اغوا کر کے لایا جاسکتا ہے۔“ ناٹران نے کہا۔

”مسٹر ناٹران۔ میں ایکسٹو کے بعد سیکنڈ چیف ہوں۔ سمجھتے ہیں۔

متہدہ کیا خیال ہے۔ میں اچھی ہوں۔ میں نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم یہ کوٹھی فوری طور پر چھوڑ رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم یہاں صرف متہدہ ہی ٹیم سے کام

کروانے نہیں آئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ بشن داس کافرستان کے دزیر اعظم کا سیکرٹری ہے۔ انتہائی اعلیٰ ترین عہدیدار ہے۔

اس کے اغوا کی خبر فوراً پھیل جائے گی اور پورے کافرستان کی پولیس۔ انٹیلی جنس حرکت میں آجائے گی۔ جو کچھ بات یہ کہجائے

یاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اس طویل پیکر میں وقت ضائع کریں۔“ جولیانے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

”آئی۔ ایم۔ سوری میڈم۔ واقعی میری بات سنی تھی۔“ ناٹران نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

”تم مجھ سے لئے رہائش آرینج کرو۔ اگر موجود ہو تو ہمیں اس

کا پتہ دے دو۔ اور تم خود جا کر میڈیکو آرٹرس سے معلوم کراؤ۔ ایسا نہ ہو کہ شاگل واپس آ گیا ہو۔ اور ہم اسے تلاش کرنے کے لئے نکریں مارتے رہیں۔۔۔۔۔ جولی نے کہا۔

”رہائش کے لئے کنگ کا نوٹی کی کوٹھی نمبر بارہ موجود ہے۔ آپ کے لئے انتہائی مناسب رہے گی۔ دلوں میرا آدمی موجود ہے۔ میں اسے فون پر اطلاع کر دوں گا۔“ ناٹران نے موہا بنا بلجے میں کہا۔

”او۔۔۔۔۔ اب رہ گیا ان لوگوں کی لاشوں اور ان کی دیگیں اور کار کی بات۔ تو یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ ہم تینوں اپنی کاریں ٹاپ کا نوٹی جارہے ہیں۔“ جولی نے کہا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ صفدر اور تنویر بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔

”تم ان لوگوں سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“ سوہر فیاض نے راجیش وکرم کے جاتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسے شاید سر رحمان کی ہدایات کا خیال آ گیا تھا کہ وہ یہ لازماً معلوم کر کے آئے کہ عمران ساتھ کیوں جانا چاہتا تھا۔

”میں نے جو کچھ پوچھا ہے تمہارے سامنے پوچھا ہے۔“ عمران نے خشک ہنسنے میں کہا۔ اور پھر اس نے اپنے کوٹ کی چھوٹی جیب سے ایک جدید ساخت کا گائیکو نکالا اور تیزی سے سارے کمرے کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ فیاض خاموش کھڑا حیرت بھرے انداز میں اسے دیکھتا رہا۔ جب گائیکو کمرے اور ملحقہ غسل خانے کی چیکنگ کے دوران خاموش رہا تو عمران نے گائیکو جیب میں ڈالا اور مسکراتا ہوا ایک سائیڈ پر رکھے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر نہ

صرف غور سے دیکھا بلکہ اس نے اس کی تار اور اس سے منسلک ڈیبا کو کھول کر بھی اسے اچھی طرح چیک کیا لیکن سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔

”یہ تم کیا کر رہے ہو۔ کیا راجیش وغیرہ مجرم ہیں یا ہم مجرم ہیں۔ ہم سرکاری عہدے دار ہیں۔ فیاض سے جب نہ رہا گیا تو وہ غصے سے چیخ پڑا۔

”سرکاری عہدے دار نہیں اہل کار کہو۔ اب عہدیداروں کو اہل کار کہا جاتا ہے۔ اور کارہتہارے پاس نہیں ہے غمزدگی ہے۔ اس لئے ثابت ہو کہ تم یہاں اہل کار نہیں ہو۔ اور جب اہل کار نہیں ہو تو سرکاری عہدے دار بھی نہیں ہو سکتے۔“ عمران کی زبان چل پڑی۔ لیکن ساتھ ہی اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”این سپیکنگ“ — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں نے اپنے دوست کا نام تبدیل کر دیا ہے۔ دراصل مجھے اس کا نام پسند نہیں ہے۔ اب بھلا یہ کیا نام ہوا فیاض حالانکہ فیاض صاحب بے حد نجس آدمی ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں اگر اس کا نام تبدیل کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔“ عمران نے فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

”ادہ — آپ کا نام“ — دوسری طرف سے ناثران

کی چوکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”میرا نام اسلم رضا ہے۔ اور مجھے یہ نام بے حد پسند ہے۔ اس لئے تم میری فکر چھوڑو۔ فیاض کا نام تبدیل کرانے کی کارروائی کر دو۔ میں نے سنا ہے کہ نام تبدیل کرانے کے لئے ہتھارے پاس پیش مشین ہے۔ ایک طرف سے پرانا نام ڈالو تو فوراً دوسری طرف سے نیا نام بن سنور کر نکل آتا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ ناثران نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”یہ کون تھا۔ اور تم کیا بکواس کر رہے تھے۔“ فیاض نے بڑی طرح سٹپٹاتے ہوئے کہا۔ اس کی سمجھ میں تو عمران کا ایک لفظ بھی نہ آیا تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ اس نے کوڈ ورڈ زمین ناثران کو پیش ٹرانسمیٹر پر بات کرنے کی ہدایت دے دی ہے۔ اور یہ ساری باتیں صرف احتیاط کے طور پر ہوئیں تاکہ اگر کہیں سے یہ کال سنی بھی جا رہی ہو۔ تب بھی کوئی اس کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ چند لمحوں بعد عمران کے ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی پر ایک نقطہ چیزی سے چلنے پھرنے لگا اور عمران سمجھ گیا کہ پیش ٹرانسمیٹر پر ناثران اسے کال کر رہا ہے۔ اس نے جلدی سے جٹن دیا یا۔

”ناثران بول رہا ہوں عمران صاحب اورو۔“ جٹن دیتے ہی ناثران کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ مس وغیرہ کے بارے میں کوئی اطلاع

”میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔ تم تو بچانے کی جھلکیوں میں ہو۔“
 سو پر فیاض نے بود ہو کر کہا۔ اور اٹھ کر تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر
 چلا گیا۔ عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ وہ خود بھی تنہائی میں سوچنا
 چاہتا تھا۔ راجیش وکرم سے بات چیت میں گو اسے یہ تو معلوم ہو گیا
 تھا کہ اصل بات کا تعلق اس ایٹمی ابد و ز سے ہے۔ لیکن راجیش وکرم
 نے جس طرح دقت کے بارے میں توجہ نہ دی تھی۔ اس سے اس کا
 ذہنی طور پر تیار کردہ خاکہ دہم پر دہم ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ
 ان لوگوں نے انونٹری گپ اس لئے اڑائی ہے تاکہ اس کی جگہ نقلی
 گپ لگائی جاسکے اور اس طرح شوگر ان کے صدر کو پاکیشیا کے
 ماہرین کی کارکردگی سے مایوس کر دیا جائے۔ لیکن اس کے لئے فردوسی
 تھا کہ انہیں اس گپ کے آن کرنے کا صحیح وقت معلوم ہو تاکہ وہ
 اس نقلی گپ کو عین اسی لمحے آپریٹ کر سکیں ورنہ تو نقلی گپ
 لگھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن وقت کے متعلق ان کی
 بے نیازی سے اس کا یہ خیال غلط ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے
 وہ چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا۔
 اور پہلے اس نے پاکیشیا کے فارن کال کے مخصوص نمبر ڈائل
 کئے اور پھر تیزی سے ایڈمرل کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔
 ”یس۔ پی۔ اے۔ ٹو ایڈمرل۔“ رابطہ قائم ہوتے
 ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”ایڈمرل صاحب سے بات کرائیں۔ انہیں کہیں کہ خاص
 نمائندے سے بات کریں۔ اس خاص نمائندے سے جن کا

ادور۔“ عمران نے جان بوجھ کر سو پر فیاض کے سامنے جو لیا
 کا نام نہ لیا تھا۔
 ”وہ یہاں کے چیف کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ چیف کسی خفیہ مشن
 پر گیا ہوا ہے۔ اور اس کے میڈ کو آرٹریں کوئی نہیں جانتا کہ وہ
 کہاں گیا ہے۔ اس کے ایک آدمی نے ٹپ دی ہے۔ اس
 لئے مس وغیرہ اس ٹپ پر گئے ہیں اور۔“ ناٹران بھی عمران
 کا اشارہ سمجھ گیا۔ کہ عمران کسی وجہ سے کھل کر بات نہیں کر رہا۔
 اس لئے اس نے بھی گول مول بات کی۔

”اچھا۔ جب بھی مس وغیرہ آئیں۔ تم انہیں کہہ دینا کہ وہ نام
 تبدیل کرنے والی مخصوص مشین آن کر دیں اور۔“ عمران
 نے کہا۔

”ٹھیک ہے اور۔“ ناٹران نے جواب دیا۔

اور اس کے ساتھ ہی عمران نے بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔
 اس بار اس نے پیش ٹرانسمیٹر کا سلسلہ کیا تھا۔ کیونکہ اسے خطرہ
 تھا کہ شاگل وغیرہ عام ٹرانسمیٹر کی کال کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن پیش
 ٹرانسمیٹر کا صرف ریموٹ سیٹ اس کے پاس تھا۔ ٹرانسمیٹر
 اس نے اپنے پاس نہ رکھا تھا تاکہ وہ یہاں کی انٹیلی جنس کی نظر
 میں مشکوک نہ ہو جائے۔ اس کی اطلاع کے مطابق شاگل نے
 بھی پاکیشیا سے آنے والے وفد کی نگرانی کرنی تھی۔ اس لئے اس
 نے یہ چکر چلایا تھا۔ لیکن ابھی تک کوئی آدمی ایسا اسے نظر نہ آیا
 تھا۔

”موجود ہے۔ کیا مطلب۔ کیا وہ غائب نہیں ہوئی۔“
 عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
 ”غائب نہیں جتاب۔ وہ کیسے غائب ہو سکتی ہے۔ وہ تو موجود ہے۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔
 ”آپ نے پہلی بار کب چیک کیا تھا اسے۔“ عمران نے حیرت بھرے بلے میں پوچھا۔
 ”اس کے آتے ہی اور آج بھی چیک ہوئی ہے۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

”اس آبدوز کے چیف انجنئر کا نام لیاقت علی آپ نے بتایا تھا۔ وہ اس وقت کہاں ہے۔“ عمران نے پوچھا۔
 ”اوہ۔ لیاقت علی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔“ ایڈمرل نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔
 ”کب۔“ عمران نے جان بوجھ کر پوچھا۔
 ”دو روز قبل سر۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔
 ”کیا ان کے قتل سے پہلے بھی یہ انونٹری گوب چیک ہوئی تھی۔“ عمران نے ہونٹ چلاتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔ میں نے بتایا ہے کہ واپسی پر آبدوز کو سیدھا پیش چیک میں لے جایا گیا اور ابتدائی چیکنگ کی رپورٹ تیار ہوئی۔ بعد پھر ایک ایک حصے کی تفصیلی رپورٹ تیار ہوتی رہی۔ آج فائنل چیکنگ مکمل ہو گئی۔ لیاقت علی تو بعد میں قتل ہوئے ہیں۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

والہ انہیں پہلے دیا گیا تھا۔“ عمران نے الجھتے ہوئے پہلے میں کہا۔ سچویشن ایسی تھی کہ وہ کھل کر بات نہ کر سکتا تھا۔
 ”ایڈمرل بول رہے ہوں۔ کون نمائندہ بول رہا ہے اور کس کا نمائندہ۔“ ایڈمرل کی سخت آواز سنائی دی۔
 ”نام لینا ضروری نہیں ہے۔ آپ نے سرکنگ کو انکار کیا تھا۔ تو پھر باس نے آپ سے بات کی تھی۔ اور آپ نے آبدوز کے بارے میں بات کی تھی۔ میں اس کا نمائندہ بول رہا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔“ اچھا اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ جی فرمائیے۔“ ایڈمرل کا لہجہ یک لخت بدل گیا تھا۔
 ”آپ فوراً یہ معلوم کر کے بتائیں کہ آبدوز کی انونٹری گوب موجود ہے یا نہیں۔“ عمران نے کہا۔
 ”آبدوز کی انونٹری گوب۔ کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“ ایڈمرل نے برسی طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔
 ”جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتائیں۔ میرے پاس آپ کو سبق پڑھانے کے لئے وقت نہیں ہے۔“ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”وہ تو موجود ہے۔ آبدوز واپس آکر جنرل چیکنگ کے لئے پیش ٹیک پر بھیج دی گئی تھی۔ اور ابھی آپ کے فون سے چند لمے پہلے مجھے اس ٹیک چیکنگ رپورٹ ملی ہے۔ اس رپورٹ میں انونٹری گوب موجود ہے۔“ ایڈمرل نے کہا۔

اب اپنے آپ پر بری طرح غصہ آ رہا تھا کہ اسے چاہیے تھا کہ سب سے پہلے اس بات کی تصدیق کرنا کہ انونٹری گپ موجود ہے یا نہیں۔ اس نے فرض کر لیا کہ وہ موجود نہیں ہے اور ٹیم سمیت بھاگ پڑا۔

”ہیلو۔۔۔ میں جانن پول رہا ہوں جناب۔“ چند لمحوں بعد علی سی کھٹک کی آواز کے ساتھ ہی ایک آواز رسیو پر ابھری۔
 ”آپ کو ایڈمرل صاحب نے کیا کہا ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”جی۔ انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑے آفسر صاحب مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ جو کچھ پوچھیں میں نے درست اور واضح جواب دینا ہے۔“ جانن نے مؤدبانہ ہلچے میں جواب دیا۔

”یہ بتائیں کہ آپہ وزا اپنے مٹی سے واپسی پر سیدھی پیشل ڈیک پر آئی تھی۔ یا راستے میں کہیں رکی تھی؟“ عمران نے پوچھا۔
 ”جی بالکل سیدھی آئی تھی جناب۔ اس کا کرایہ بھی یہیں پیشل ڈیک پر ہی باہر نکلا تھا۔“ جانن نے جواب دیا۔
 ”آپ نے اس کے پہنچے ہی چیکنگ کی تھی؟“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپہ وزا کی چیکنگ قانون کے مطابق کریو کے سامنے ہوئی تھی۔ تاکہ اگر کوئی چیز مرس ہو تو کریو سے جواب طلبی کی جاسکے۔“ جانن نے جواب دیا۔

”ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی آدمی نے اصلی انونٹری گپ کی بجائے نقلی انونٹری گپ لگا دی ہو۔“ عمران نے کہا۔
 ”اوہ سر۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ کوئی غلط آدمی انجنئرنگ سیدھ کو آرٹریں ہی داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ بھی جائے تو پھر پیشل ڈیک میں داخلہ تو ناممکن ہے۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔
 ”کیا آپ اس کال کے ذریعے میری کسی ایسے آدمی سے بات کرا سکتے ہیں جو مجھے ابھی چیک کر کے بتائے کہ انونٹری گپ موجود ہے وہ اصل ہے یا نقل۔“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔“ پیشل ڈیک کے سب انجنئر جانن سے بات ہو سکتی ہے۔ اس وقت وہ ڈیوٹی پر ہے۔ اور وہ اس فیلڈ کا ماہر بھی ہے۔“ ایڈمرل نے جواب دیا۔

”اور۔۔۔ اس سے بات کراؤ۔“ عمران نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ ہولڈ آن کریں۔“ دوسری طرف سے ایڈمرل نے کہا۔ اور عمران خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کی فراخ پیشانی ٹشکونر کا جال سا پھیل گیا تھا۔ وہ اب سوچ رہا تھا کہ اگر انونٹری گپ اصل موجود ہے تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ لیاقت علی نے اسے ڈاج دیا ہے۔ جس طرح اس نے پہلی کہا فی غلط بتائی تھی۔ اس طرح دوسری بھی غلط بتائی۔ اور وہ نفسیاتی طور پر ڈاج کیا گیا کہ دوسری کہا فی سچی ہو گی۔ اور اب لیاقت علی بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کا سارا پروگرام ہی اپ سٹ ہو گیا۔ اسے

” اچھا۔ یہ بتائیں کہ جب سے آپہندز پیش ڈیک میں آئی ہے اس وقت سے لے کر اب تک انجینئرنگ میڈ کو اورٹیا پیش ڈیک پر کوئی غیر آدمی داخل ہوا ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔
 ” اوہ — نو۔ یہاں کا حفاظتی نظام ایسا ہے کہ غیر آدمی تو ایک طرف غیر متعلق پوزہ بھی اندر داخل نہیں ہو سکتا۔“ — جانسن نے جواب دیا۔

” اور کے۔ یقیناً یو۔“ — عمران نے کہا اور سیور رکھ کر اس نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر کپڑ لیا۔ اب اسے یقین ہو چکا تھا کہ لیاقت علی نے اُسے غلط کہانی سنائی ہے۔ انونٹری گروپ اس نے کافرستان کے حوالے نہیں کی بلکہ کوئی اور جگہ چلایا جا رہا ہے۔ اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی اب قطعاً بے کار ہو کر رہ گئی ہو۔ لیکن پھر یہ سارا سلسلہ کیا ہے۔ کافرستان دالوں کا اصل منصوبہ کیا ہے۔ ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ یک لخت اس کی گھڑی پر ایک بار پھر ایک نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ یہ نقطہ بتا رہا تھا کہ کال جولیا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ان کے پیش ٹرانسمیٹر کے ساتھ منسلک تھا۔ اس نے بٹن دبایا۔

” ہیلو ہیلو۔“ — جولیا کا لنگ اودر — ” بٹن دباتے ہی جولیا کی آواز سنائی دی۔“

” اسم رضا بول رہا ہوں ڈیٹی سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس پاکیشیا۔ ویسے ناموں اور عہدوں میں کیا رکھا ہے کیوں میں اودر

” انونٹری گروپ اس وقت موجود تھی۔“ — عمران نے براہ راست سوال کرتے ہوئے کہا۔

” انونٹری گروپ — یس سر۔ موجود تھی۔ یہ میرا خاص فیلڈ ہے۔ اس لئے میں نے ہی اسے چیک کیا تھا۔“ — جانسن نے جواب دیا۔

” اب بھی موجود ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔

” یس سر۔ آج اس شعبے کی تفصیلی چیکنگ ہوئی ہے۔ فائنل رپورٹ ایڈمرل صاحب کو بھجوائی گئی ہے۔“ — جانسن نے جواب دیا۔

” کیا تم اسے فوری طور پر چیک کر کے بتا سکتے ہو کہ کہیں موجود انونٹری گروپ نقلی نہ ہو۔“ — عمران نے کہا۔

” نقلی۔ نہیں سر۔ میں نے بتایا ہے کہ آج مشینری کے ذریعے اس شعبے کی تفصیلی چیکنگ ہوئی ہے۔ اوریڈی چیکنگ مشین مکمل طور پر آپکیر ٹرانڈ ہے۔ اوریڈی مشین بھی حکومت شوگر ان کی طرف سے ہی ہمیں ملی ہے۔ اس میں اس آہندہ کی ایٹمی مشینری کے متعلق مخصوص سیٹیکلشنز پہلے سے فیلڈ ہیں۔ انونٹری گروپ چونکہ بین پوزہ ہے۔ اس لئے اس کی چیکنگ مشین مخصوصی طور پر کرتی ہے۔ اور اس نے اسے چیک کر کے اور کے کا سگنل دیا ہے۔ اس سگنل کی تفصیلی رپورٹ بھی ایڈمرل صاحب کو بھجوائی گئی ہے۔ یہ مشین تو کسی طرح دھوکہ کھا ہی نہیں سکتی جناب۔“ — جانسن نے جواب دیا۔

عمران نے کہا۔

”اودہ - اچھا میں سمجھ گئی اسلم رضا صاحب - مجھے این نے کہا ہے کہ میں آپ سے بات کروں اودر“ — جویا نے چونک کر جواب دیا۔

”اب تک کی رپورٹ مختصر طور پر بتاؤ۔ کسی دن سے تمہاری آواز نہیں سنی تھی۔ اس لئے کانوں میں خشکی پیدا ہو گئی۔ اور وہ سائیں سائیں کرنے لگے۔ اب تمہاری مترنم آواز جب میرے کانوں میں گونجنے لگی تو یہ آواز سائیں سائیں کی بجائے چاؤں چاؤں میں بدل جانے لگی اودر“ — عمران بخیدگی سے بات کرتے کرتے حسبِ عادت پھر بیڑی سے اتر گیا۔

”بکواس کی ضرورت نہیں۔ ہم یہاں آئے یہاں کے چیف کے متعلق پتہ چلا کہ وہ کسی خفیہ مشق پر گیا ہوا ہے۔ ابھی ہم یہ پردہ گر ام بنا رہے تھے کہ یہاں کے چیف کا خاص ایکٹن آر۔ سی ایکشن گروپ کے ساتھ ہم سے ملوایا۔ ہم نے انہیں کور کیا۔ آر۔ سی سے پوچھ پچھ ہوئی لیکن وہ چیف کے مشن اور اس کی موجودگی سے لاعلم نکلا البتہ اس نے یہاں کے بی۔ ایم کے ریکارڈ سیکرٹری کی ٹپ دی۔ آر۔ سی کو ختم کر کے ہم ریکارڈ سیکرٹری سے پوچھ پچھ کے لئے گئے۔ لیکن دیاں جا کہ پتہ چلا کہ وہ بھی ملک سے باہر ہے۔ چنانچہ ہم واپس آ گئے اودر“ — جویا نے جواب دیا۔

”اس کہانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ٹائیں ٹائیں فٹ - چلو چیاؤں چیاؤں نہ ہی ٹائیں ٹائیں سہی بہر حال کوشش جاری رکھو اور جیسے ہی چیف

کور ہو مجھے فوراً اسی لائن پر اطلاع دے دینا اودر اینڈ آل۔“ — عمران نے کہا۔ اور گھڑی کا بشن آف کر دیا۔ اس کا تہرہ مایوسی سے لٹک گیا تھا۔ یہ واحد کیس تھا۔ جس میں کوئی کوشش بھی کامیاب نہ ہو رہی تھی۔

”میرا خیال ہے اب فیاض کو اکیلے ٹی۔ اے۔ ڈی۔ اے وصول کرنے کا موقع دیا جائے — عمران نے چند لمحوں بعد کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ شاید واپس جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ کیونکہ اس کے سارے منصوبے کا بنیادی ٹکٹہ ہی غلط تھا۔ اس لئے اب اس سمت میں مزید کام کرنا وقت ضائع کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

وہ کسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا۔ کہ اچانک دروازہ کھلا اور عمران بیڑی طرح چونک پڑا۔ کیونکہ اس کے سامنے ہو ہوا اس کا عکس کھڑا تھا۔ بالکل وہی قد و قامت وہی شکل وہی جسم۔

”واہ — آخر آج اپنے ہم زاد سے ملاقات ہو ہی گئی“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے سر رحمان نے حکم دیا ہے کہ میں فوراً یہاں پہنچوں اود میں پہنچ گیا ہوں“ — آنے والے نے آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بھی بالکل اسلم رضا کی طرح تھا۔ اور عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا تم اسلم رضا ہو“ — عمران نے چونک کر پوچھا۔

اسے بھی خیال آیا تھا کہ سر رحمان نے اصل اسلام رضا کو پہاڑی علاقے سے بلا کر یہاں بھیج دیا ہے۔ لیکن کیوں۔
 ”ظاہر ہے۔“ اسلام رضائے قریب آتے ہوئے کہا۔
 اور پھر اس سے پہلے کہ عمران جواب دیتا اسلام رضائے یکنئی مٹھی کھول دی۔ دوسرے لمحے کسی گیس کا بھبکا عین عمران کی ناک اور منہ سے نکلا یا۔ اور عمران شیعطنے سے پہلے ہی بے ہوشی کی تاریک وادی میں داخل ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے ذہن پر ایک جھٹکنے میں مکمل تاریکی چھا گئی تھی۔

کرم چندہ کیپٹن شکیل اور اس کے ساتھیوں کو ہمراہ لئے ایک تنگ سی سرنجنگ سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے میں لے آیا۔ جہاں ایک چھوٹی لیکن خاصی تیز رفتار لالچ موجود تھی۔ یہ لالچ بانس کی طرح لمبی تھی۔ لیکن اس کی چوڑائی نہ ہونے کے برابر تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی چوڑا بانس ہو۔ اس کے اوپر ایک چھوٹی سی مشین بھی نصب تھی۔ کرم چندہ کے کہنے پر وہ سب اس لالچ میں سوار ہو گئے۔ اور کرم چندہ نے اس مشین کے مختلف بٹن دبائے تو لالچ خود بخود حرکت میں آگئی۔ لالچ کے حرکت میں آتے ہی کمرے کی سامنے والی دیوار میں ایک خلا سا پیدا ہوا۔ اور لالچ تیزی سے اس خلا میں سے گزری۔ دوسری طرف ایک اور چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جو آدھے زیادہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ لالچ جیسے ہی اس کمرے کے پانی میں پہنچی۔ کمرہ اس پانی سمیت اوپر کسی

لفٹ کی طرح اٹھ گیا۔ کافی اونچائی پر پہنچ کر ایک لحنت اس کی حرکت رک گئی اور اس کے ساتھ ہی سسٹے والی دیوار آدھی اوپر کواٹھی اور دوسری طرف سمندر کی سطح نظر آنے لگی۔ اور لاپنج بجلی کی سی تیزی سے چلتی ہوئی سطح سمندر پر بالکل سیدھی دوڑنے لگی۔ ان کے عقب میں نہ صرف دیوار برابر ہو گئی تھی بلکہ کمرہ بھی واپس پانی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ کیپٹن شکیل خاموش بیٹھا مسلسل یہی سوچتا چلا جا رہا تھا کہ اگر انونٹری گروپ یہاں نہیں ہے تو پھر کہاں ہو سکتی ہے۔ اس نے اپنے تجربے کی بنیاد پر خود ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ انونٹری گروپ اگر کہیں پہنچائی جاسکتی ہے تو اس لیبارٹری میں ہی پہنچائی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس کی معلومات کے مطابق کافرستان نیوی کی انجینئرنگ لیبارٹری یہی تھی۔ لیکن یہاں انونٹری گروپ نہ پہنچی تھی۔ تو پھر آخر وہ کہاں جاسکتی ہے۔ اُسے بار بار اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا کہ اب وہ انونٹری گروپ کو کہاں ڈھونڈھے۔ کرم چند مشین آپریٹ کرتا ہوا لاپنج کو آگے بڑھانے لے جا رہا تھا۔ اور اچانک کیپٹن شکیل کا ذہن کرم چند کے اس اقدام پر مرکوز ہو گیا۔ وہ کرم چند کو اچھی طرح جانتا تھا وہ انتہائی حیار اور شاطر نیوی ایجنٹ تھا۔ لیکن جس طرح اہلکاران سے وہ انہیں لیبارٹری سے باہر لے آ رہا تھا یہ سب کچھ اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ وہ مزہ بھی جاتا تو اس طرح کبھی نہ کرتا۔ لیکن وہ ان کے ساتھ اس طرح تعاون کر رہا تھا جیسے وہ اس کے دشمن نہ ہوں بلکہ اس کے ہمارے ہوں۔ جو لیبارٹری کی سیر کر کے واپس جا رہے ہوں۔ لیکن چیف

انجینئر سے ہونے والی گفتگو اس کے سامنے ہوئی تھی۔ اور چیف انجینئر کو قطعاً معلوم نہ تھا کہ اوپر انتظامی شعبے میں کیا ہو رہا ہے۔ اس نے اس کے جھوٹ بولنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ پھر آخر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے۔ یہی انجینئر اس سے حل نہ ہو رہی تھی۔ آخر جب اس سے رہا نہ گیا تو وہ بول پڑا۔ "کرم چند"۔ کیپٹن شکیل نے اونچی آوازیں کہاں۔ "یس" کیا بات ہے۔ "کرم چند نے مڑے بغیر پوچھا۔

"تم اپنی فطرت کے خلاف ہمارے ساتھ تعاون کیوں کر رہے ہو۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور کرم چند ہلکا سا قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"تم واقعی یہ بات سوچ رہے ہو گے۔ اور تم ایسا سوچنے میں حق بجانب ہو۔ کیونکہ تم پہلے جن کرم چند سے ملے تھے وہ اب سے قطعی مختلف تھا۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک مشن میں میرا اعصابی نظام خراب ہو گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے سیکورٹ ایجنسی کے اصل کام کے لئے فٹ نہ سمجھا گیا اور مجھے یہاں لیبارٹری کا چیف آفیسر بنا دیا گیا۔ تم نے دیکھا انہیں کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اور اب میں زیادہ خون خرابہ نہ کر سکتا ہوں نہ برداشت کر سکتا ہوں۔ اور پھر جب میرے پاس وہ چیز ہی نہیں ہے جو تم لینے آئے ہو۔ تو میں زیادہ کبھڑے میں کیوں پڑوں۔ بلال البتہ وہ چیز ہوئی تو شاید میں اُسے رد کرنے کے لئے آخری حد تک چلا

پونج سے اتر کر ساحل پر آگیا۔ اس کے باقی ساتھی بھی خاموشی سے لاپنج سے اترے اور کرم چند نے نیچے اتر کر لاپنج کو ذرا سا دھکیل کر پانی پر واپس ڈالا اور دوسرے لمحے لاپنج آہستہ آہستہ واپس سمندر کے اندر کی طرف بڑھنے لگی۔ کرم چند نے الوداعی انداز میں ہاتھ لہرایا اور دوسرے لمحے لاپنج کی رفتار ایک جھٹکے سے بڑھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

"میرے خیال میں اب ہمیں نیوی کے کسی اعلیٰ ترین آفیسر کو ٹھونکنا پڑے گا۔ تب انونٹری گروپ کا پتہ چلے گا۔" کیپٹن شکیل نے مڑتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا، اچانک صدیقی کی جیب سے ہلکی ہلکی ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں اور یہ آوازیں سختی سے صدیقی سمیت سب بے اختیار اچھل پڑے۔

"کیا ہے۔ یہ کیسی آواز ہے؟" سب نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔ اور صدیقی نے جلدی سے ایک چھوٹا لیکن چپٹا سا باکس باہر نکال لیا۔ اس کے کونے میں چھوٹا سا بلبل تیزی سے جل جھلک رہا تھا اور آوازیں بھی اس باکس سے نکل رہی تھیں۔

"یہ میں نے لاپنج سے اٹھایا تھا۔ بس بے خیالی میں اٹھالیا۔ اور پھر جیب میں ڈال لیا۔ یہ آوازیں تو ٹرانسمیٹر ٹاپ ہیں۔" صدیقی نے بھی حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

"اوہ۔ مجھے دکھاؤ۔ یہ تو ایک ہی دن ٹرانسمیٹر سیٹ لگتا ہے۔" کیپٹن شکیل نے وہ باکس ہاتھ میں لیتے ہوئے اُسے اندھیرے

جاتا۔ کرم چند نے تفصیل سے جواب دیا۔ اور کیپٹن شکیل اس طرح سر ہلکا کر خاموش ہو گیا جیسے وہ کرم چند کی وضاحت سے مطمئن ہو گیا ہو۔ بظاہر نظر بھی ویسے ہی آ رہا تھا۔ جیسا کہ کرم چند بتا رہا تھا۔ موجودہ کرم چند پہلے کرم چند کی بس کا رہن کاپی ہی نظر آتا تھا۔

پتلی اور لمبی لاپنج انتہائی تیز رفتار سی سے آگے بڑھی جا رہی تھی۔ بہر طرف گہرا اندھیرا تھا صرف پانی کی لہروں کے اچھال کی وجہ سے پیدا ہونے والی سفیدی ہی سمندر کی سطح پر کبھری ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد لاپنج کی رفتار آہستہ ہونے لگی۔ "ساحل آنے والا ہے۔" کرم چند نے کہا۔ اور لاپنج کی رفتار اور آہستہ کر دی۔ اور واقعی تھوڑی دیر بعد لاپنج ساحلی ریت پر چڑھ کر روک گئی۔ اور کرم چند نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے مشین بند کی اور سوالیہ نظروں سے کیپٹن شکیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"کرم چند۔ تم نے ہمیں یہاں تک تو پہنچا دیا لیکن کیا تم ہمیں کوئی ٹپ نہیں دو گے؟" کیپٹن شکیل نے اترنے سے پہلے بخور کرم چند کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"سودی۔ شکیل۔ آئی۔ ایم۔ وی وی سودی۔ میرے پاس تمہارے کام کی کوئی ٹپ نہیں ہے۔" کرم چند نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے۔ یقیناً یو۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور

کرم چند کی طنز یہ اور مسکراہٹ آمیز آواز سنائی دی۔ اپنے لئے
 محووں کا لفظ سنتے ہی کیپٹن ٹیکل سمیت سب کے منہ پھٹ گئے۔
 ”اودہ ہاں۔ لیکن آپ نے انہیں واپس کیوں جانے دیا یہ بات
 میری سمجھ میں نہیں آئی اور“ — مارک نے حیرت بھرے لہجے میں

کے باد خود غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”ایکٹی ون ٹرانسمیٹر — کیا مطلب“ — سب نے حیرت
 بھرے لہجے میں کہا۔ کیونکہ انہوں نے کسی ٹرانسمیٹر کا ایسا نام پہلے کبھی
 نہ سنا تھا۔

پوچھا۔
 ”تم صرف انجینئر ہو مارک۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ
 انتہائی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ انہوں نے پوری لیبارٹری ہی
 مٹا دی تھی۔ اور وہ اس کا مکمل انتظام کر کے آئے تھے۔ لیکن
 لیبارٹری بھی بچ گئی۔ اور یہ لوگ بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔
 اب انونٹری گروپ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی ہے اور“ —
 کرم چند کی آواز سنائی دی۔

”یہ نیوی کا مخصوص ٹرانسمیٹر ہوتا ہے۔ اس کی لہریں پانی کی لہروں
 کے ساتھ سفر کرتی ہوتی آگے بڑھتی ہیں۔ اس لئے پانی کے اندر اسے
 بخوبی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر وہ لوگ استعمال کرتے
 ہیں جو کسی وجہ سے پانی کی تہ میں سے اوپر اپنے ہیڈ کو اڑھار کو کال
 کرنا چاہتے ہوں۔

”ہیلو ہیلو اور“ — ٹوں ٹوں کی آوازوں پر ایک لخت ایک آواز
 غالب آئی تو وہ سب جبری طرح چونک پڑے۔ کیونکہ یہ آواز چیف
 انجینئر مارک کی تھی۔ جس نے کرم چند کو فون پر بتایا تھا کہ لیبارٹری میں
 انونٹری گروپ نہیں ہے۔ باکس پر جلتا بجھتا مطلب اب مسلسل جلتے لگا
 تھا۔

”مارک — میں کرم چند بول رہا ہوں اور“ — کرم چند
 کی آواز سنائی دی۔
 ”اودہ۔ لیکن آپ نے ایکٹی ون پر رابطہ کیوں قائم کیا ہے۔ کیا
 آپ سمندر میں ہیں اور“ — مارک نے حیرت بھرے لہجے میں
 پوچھا۔

”ہاں — میں لیبارٹری سے باہر ہوں۔ میں ان جمعوں کو سامنے
 پر چھوڑنے گیا تھا جو انونٹری گروپ حاصل کرنے آئے تھے اور“

لیکن اگر یہ واقعی اس قدر خطرناک لوگ ہیں تو پھر یہ اتنی آسانی سے
 مجھے مطمئن ہو گئے اور“ — مارک نے کہا۔
 ”نفیاتی ڈائج ایچھے ایچھے ذہین لوگوں کو الٹا دیتا ہے۔ اب دیکھو
 ان نے اس کا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا۔ تاکہ اگر کسی وقت ایسا
 ہو جائے اور دیکھو میری پیش بینی کام آگئی۔ سمرخ ٹیلی فون کی کال
 ان بات کے لئے مخصوص تھی۔ اور تم نے سمرخ ٹیلی فون کی کال سننے
 وہ الفاظ دہرا دیئے۔ اور وہ لوگ مطمئن ہو گئے اور“ —
 کرم چند نے فاسخانہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

”آپ کی ذہانت واقعی قابلِ داد ہے۔ آپ کو یاد ہے آپ کی
 ان بات پر میں نے کتنا رد عمل ظاہر کیا تھا۔ لیکن اب مجھے خیال

بات کر سکتا تھا کیونکہ شاید وہاں یہ پہلو سامنے نہ آتا۔ ٹھیک ہے میں
لیبارٹری پہنچتی ہی پرائم منسٹر سے بات کرتا ہوں اب یہ بات ضروری
ہو گئی ہے اور اینڈ آف۔ کرم چند نے انتہائی سنجیدہ پہلو
میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوبارہ فون ٹوں کی آوازیں سنائی
دیتے تھیں۔ مسلسل ملتا ہوا بلب دوبارہ جلنے بھنے لگا اور پھر چند
لمحوں بعد ایک سخت تاریک ہو گیا۔ اور وہ سب اندھیرے میں کھڑے
واقعی احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔
"واقعی ہم احمق بن گئے ہیں" صدیقی نے زبان کھولتے
ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن مہاراجی اس لاشعوری
حکمت کی وجہ سے بہت کچھ سامنے آ گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے۔
کہ نقی گروپ ایسی آباد وزین لگائے جانے کا پیر وگرام بنایا گیا ہے۔
اور شاید اب تک لگا بھی دی گئی ہو۔ میرے خیال میں ہمیں سب
سے پہلے اس بات کا انکشاف ایک ٹونک پہنچا دینا چاہیے۔ یہ
بہت اہم ہے۔" کیپٹن شکیل نے انتہائی سنجیدہ پہلو میں
کہا۔

"ایکسٹریس بات کرنے کے لئے تو ہمیں واپس شہر جانا
پڑے گا۔ ہمارے پاس پیش ٹرانسمیٹر ہے کیوں نہ ہم عمران سے
بات کر لیں۔"

"اوہ ہاں عمران بھی تو یہاں اسلم رضا کے روپ میں موجود ہے
ٹھیک ہے اس سے بات کر کے اس کے بعد ہمیں دوبارہ اس

آ رہا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ لوگ واقعی کبھی مطمئن نہ ہوتے۔ ویسے
بھی ان کا اطمینان انتہائی ضروری تھا کیونکہ اگر ان کے ہاتھ اصل
انٹرنی گروپ تک جاتی تو انہیں یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ ان کی ایسی آباد
میں نقی انٹرنی گروپ لگی ہوئی ہے اور۔" مارک نے کہا۔

"لیکن مارک اب مہاراجی بات سے مجھے ایک اور خیال آ رہا ہے
اب تک واقعی میں نے اس پہلو پر سوچا بھی نہ تھا۔ میں نے تو ایسی
آباد وز کے چیف انجینئر لیاقت علی جو کہ ہمارا آدمی تھا کہ قتل کی
خبر سن کر یہ پیش بندی کی تھی۔ حالانکہ بعد میں یہ اطلاع بھی مل گئی تھی
کہ اسے پرائم منسٹر صاحب کے حکم پر ہمارے ہی ایجنٹوں نے
قتل کیا ہے۔ تاکہ انٹرنی گروپ کی چوری ایک آؤٹ نہ ہو۔ لیکن
اب مجھے خیال آ رہا ہے کہ ان لوگوں کی یہاں آمد اور انٹرنی گروپ
کی تلاشی کا مطلب یہ ہو گا کہ انہیں انٹرنی گروپ کی چوری کا علم ہو
چکا ہے۔ اس کا مطلب ہے ہمارے لیبارٹری کی تیار کردہ نقی انٹرنی
گروپ بد وقت آباد وزین فٹ نہیں ہو سکی اور۔" کرم چند نے
کہا۔

"اوہ ہاں۔ واقعی یہ بات تو قابل غور ہے اور۔" مارک
نے کہا۔

"اچھا ہوا میں نے تم سے بات کر لی۔ بس میرا دل کہہ رہا تھا
کہ اس پہلو پر بات ہو جائے۔ اس لئے میں نے ایکٹیو دن پر بات
کر لی۔ کیونکہ جس طرح میں نے انہیں احمق بنا کر باہر پہنچایا ہے مجھ
سے مسرت و برداشت نہ ہو رہی تھی۔ ورنہ تو میں لیبارٹری میں آ کر بھی

لیبارٹری میں داخل ہونا پڑے گا۔ اب بہر حال یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ اصل انٹرنیٹری گروپ اس جگہ موجود ہے۔ نغمائی نے کہا اور سب نے اس کی رائے پر سر ہلا کر صاف کر دیا۔

کیپٹن شکیل نے پتے کی ایک سائیڈ کا خفیہ خانہ کھولا اور اس میں سے ایک چھوٹا سا لیکن انتہائی جدید ساخت کا پیش ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کی سائیڈ پر لگا ہوا بیٹن دبا دیا۔ بیٹن دبتے ہی ٹرانسمیٹر پر لگا ہوا بلب تیزی سے جلنے لگا اور اس میں سے سائیں سائیں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لیکن دوسری طرف عمران کے ساتھ رابطہ ہی نہ ہو رہا تھا۔ کیونکہ رابطے کی نشانی ہی تھی کہ بلب مسلسل جلنے لگتا تھا۔ لیکن بلب اُسی طرح جل بھی رہا تھا۔

”کیا بات ہے۔ عمران صاحب کالی کیوں نہیں رسیو کر رہے؟“ نغمائی نے قدم سے پریشان لہجے میں کہا۔

”چیف باس نے تو ہمیں ہی بتایا تھا کہ عمران ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ انشٹیٹی جنس اسلم رضا کے میک اپ میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ ایک سرکاری میٹنگ اٹنڈ کرنے کا فرستمان جا رہا ہے۔ ایمر جنسی کی صورت میں اس سے پیش ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عمران سے رابطہ نہ ہونے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ عمران کا فرستمان آیا ہی نہیں۔ کیونکہ یہ پیش ٹرانسمیٹر محدود فاصلے تک ہی کام کرتا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”تمہارا خیال مجھے درست لگتا ہے۔ عمران واقعی یہاں نہیں آیا۔ ورنہ رابطہ قائم ہونے میں اتنی دیر نہ لگتی۔“ صدیقی

نے کہا۔ اور کیپٹن شکیل نے ٹرانسمیٹر آف کرنے کے لئے بیٹن کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک سخت بلب مسلسل جلنے لگا اور کیپٹن شکیل کے ساتھ ساتھ باقی ساتھی بھی چونک پڑے۔

”ہیلو ہیلو۔“ اسلم رضا صاحب اور۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ییس۔“ اسلم رضا بول رہا ہوں اور۔“ دوسری طرف سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ لیکن وہ اس لئے نہ چونکا کہ انہیں معلوم تھا کہ یہ عمران ہی ہے۔ کیونکہ پیش ٹرانسمیٹر کا رسیور صرف عمران کے پاس ہی تھا۔ اور کسی کے پاس نہ تھا۔ اور ظاہر ہے جب عمران اسلم رضا کے میک اپ میں ہے تو لازماً اس نے آواز اور ہجے بھی اسلم رضا جیسا ہی رکھا ہو گا۔

”اسلم رضا صاحب۔ میں کیپٹن بول رہا ہوں۔ کیا آپ ایسے ہیں میرا مطلب ہے کہ میں کھل کو بات کر سکتا ہوں اور۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔ بالکل کھل کو بات کرو اور۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور کیپٹن شکیل نے طویل سانس لیا جیسے کوئی بڑی الجھن دور ہو گئی ہو۔

”عمران صاحب۔ میں کیپٹن شکیل بول رہا ہوں۔ چیف باس کے حکم پر میں نغمائی۔ جوڈان اور صدیقی کے ساتھ انٹرنیٹری گروپ کی تلاش میں یہاں پہنچا۔ یہاں نیوی کی ایک انتہائی خفیہ انجینئرنگ لیبارٹری

ہو جائیں۔ ہم اب واپس لیبارٹری میں جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں تاکہ اصل انونٹری گروپ دہان سے حاصل کر سکیں اور۔۔۔ کیپٹن شکیل نے تقریر کے انداز میں اب تک گزری ہوئے تمام واقعات کی تفصیل بتا دی۔

”تم لوگ اس وقت کہاں موجود ہو اور۔۔۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ اور جواب میں کیپٹن شکیل نے اُسے لوکیشن بتا دی۔

”سنو تمہیں واپس لیبارٹری میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے یہاں ایسا جکر چلا دیا ہے۔ کہ اصل انونٹری گروپ اس لیبارٹری سے یہ لوگ خود باہر لے آئیں گے۔ البتہ ایک اور جگہ بہادری ضرورت ہے۔ تم نے اچھا کیا مجھے کالی کر لیا۔ میں ایک کار بیچ رہا ہوں۔ اس کا ڈرائیور تین بار بتیاں جلائے گا بچھائے گا۔ اس کے بعد وہ تمہیں کو ڈھیں کہے گا۔ انونٹری گروپ۔ تم اس کے ساتھ آجانا۔ وہ تمہیں میرے پاس لے آئے گا۔ پھر باقی ہدایات میں دیں دوں گا اور۔۔۔“ دوسری طرف سے اسلم رضا کے ہی ہلچے میں بات کرتے ہوئے عمران نے کہا۔

”کار تو ہمارے پاس بھی موجود ہے۔ آپ ہمیں جگہ بتا دیں تو ہم براہ راست دیں پہنچ جاتے ہیں اور۔۔۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ ”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ تم ایسا کرو کہ فوراً امنگٹن روڈ پر واقع پینے جگہ کی کوئٹھی پر پہنچ جاؤ۔ اس کوئٹھی کا نمبر ایک سو چالیس ہے۔ پھاٹک تمہیں کھلا ہوا ملے گا۔ اندر جا کر سیدھے بڑے کمرے میں پہنچ جانا۔“

سمندر کے اندر ایک جزیرے پر بنی ہوئی ہے۔ مجھے اپنے سابقہ تجربے کی بنا پر اس کا علم تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے انتہائی جدید انتظامات ہیں لیکن ہم اس میں داخل ہو گئے۔ یہاں کا انچارج کا فرستان کا ایک پرانا نیوی ایئلی جنس ایجنٹ کرم چند ہے۔ اصل لیبارٹری تو سمندر کے نیچے ہے۔ اوپر والا حصہ انتظامی ہے۔ بہر حال ہم نے کرم چند پر قابو پا لیا۔ اور پھر اس سے انونٹری گروپ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ۔۔۔ واقعی اپنی خاطرانہ ذہانت کے ذریعے اس نے ہمیں احمق بنا دیا۔ اور پھر وہ بڑی شرمات سے اپنی مخصوص لانچ کے ذریعے ہمیں یہاں ساحل پر چھوڑ گیا۔ لیکن صدیقی نے لانچ میں موجود ایک ڈن ٹرانسمیٹر اٹھا کر حبیب میں ڈال لیا۔ اور اس شاطر کرم چند سے طاقت یہ ہوئی کہ واپسی پر اس سے اپنی فتح برداشت نہ ہو سکی تو اس نے لانچ میں موجود آپریٹنگ مشین کے ساتھ منسلک ایک ڈن ٹرانسمیٹر پر لیبارٹری کے چیف انجنئر مارک سے گفتگو کی۔ اور یہ گفتگو ہم نے بھی صدیقی کے اٹھائے ہوئے ایک ڈن ٹرانسمیٹر پر سن لی۔ اس گفتگو سے ہی ہمیں علم ہوا کہ اصل انونٹری گروپ اس لیبارٹری میں موجود ہے۔ اصل اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس گفتگو سے ہی ہمیں پتہ چلا کہ کا فرستان والوں نے انتہائی گہری جال چلی ہے۔ انہوں نے اس لیبارٹری میں ایک نقلی انونٹری گروپ بنائی ہے۔ جو وہ آبدوز میں فٹ کر کے بھیجے ہیں یا کرنے والے ہیں۔ آپ کو کال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ چیف باس کو اس نقلی انونٹری گروپ کے متعلق بتا دیں تاکہ وہ ہتیار

میں اجماع کا دور "۔ دوسری طرف سے عمران نے کہا۔
 "ٹھیک ہے۔ ہم پہنچ رہے ہیں اور اینڈ آف "۔ کپٹن ٹیکس
 نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے پیش
 ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اُسے واپس پھینکے میں ڈال لیا۔
 "چلو بھئی۔ اچھا ہوا ہم نے عمران کو کال کر لیا۔ ورنہ ہم لیبیا وڑھی
 میں داخل ہونے کے لئے سر جھپٹے رہ جاتے۔ اور انونٹری گرپ مہم
 کے چکر کی وجہ سے وہاں سے پہلے ہی نکال لی جاتی "۔ کپٹن
 تشکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور باقی افراد نے سر ہلا دیئے۔ اور
 پھر نعمانی اس طرف کو بڑھ گیا بعد ازاں اس نے کار آتے ہوئے پھپھائی قی

شاگلے نے تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی کار کو انتہائی مہارت
 سے ہڈیوں میں پھانسیا اور پھر اسے عمارت کی ایک سائیڈ
 میں روک کر وہ تیزی سے نیچے اتر آیا۔
 "کہاں ہیں وکرم صاحب "۔ شاگل نے جلدی سے برآمدے
 کے سامنے کھڑے ایک باوردی ملازم سے کہا۔
 "وہ اندر آپ کا انتظار کر رہے ہیں جناب "۔ اس آدمی
 نے مؤدبانہ ہجے میں کہا۔

اور شاگل سر ہلاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد
 ایک کمرے میں داخل ہوا۔ جس میں کافی فرسٹائی سنٹرل انشٹیٹیوٹ
 راجیو راجیش وکرم بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔
 "ادہ شاگل صاحب آگئے۔ یہ اچھا ہوا کہ آپ نے آتے ہی
 مجھ سے بات کر لی "۔ راجیش وکرم نے بے چینی سے ہجے

”آپ میری بات نہیں سمجھے۔ پروگرام کے مطابق ہم آدمی تو ضرور بھیجیں گے۔ لیکن اُسے دماغی جاکر معلومات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ بلکہ وہ صرف اتنا کرے گا کہ دماغ پہنچ کر اس بات کا خیال رکھے گا کہ اگر پاکیشیا والے عین وقت پر کوئی اہم تبدیلی کر دیتے ہیں تو وہ اس کی ہمیں اطلاع دے گا۔ کیونکہ یہ بھی انٹیلی جنس کا طریقہ کار ہوتا ہے۔ کہ اچانک آخری لمحات میں پروگرام تبدیل کر دیا جاتا ہے۔“ راجیش وکرم نے کہا۔ اور شاگل نے اثبات میں سر ہلادیا۔ وہ دونوں اب کرسیوں پر اسنے سامنے بیٹھ چکے تھے۔

”آپ مجھے تفصیل بتائیں۔ یہ اسلام رضا جس کی آپ بات کر رہے ہیں کون ہے۔ آپ نے اس کے عجیب و غریب کردار کا بھی ذکر کیا ہے۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔“ شاگل نے کہا۔ ”وہ ابھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ پھر آپ اطمینان سے اُسے دیکھ لیجئے۔ آپ کو بلانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ آپ کے سامنے اس سے پوچھ بچھ ہو سکے۔“ راجیش وکرم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔ کیا آپ اُسے اغوا کر رہے ہیں۔“ شاگل نے بڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ لیکن اس کی جگہ ہمارا آدمی لے لے گا۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کو اس کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔ اسلام رضا کی فائلی ہمارے پاس تھی۔ صرف اس کی بات چیت اور لہجہ باقی رہ گیا تھا۔ میٹنگ

میں کہا۔ ”ہاں۔ مجھے فکر اس میٹنگ کی تھی۔ کیونکہ اس پر ہی ہماری ساری پلاننگ کا انحصار ہے۔ لیکن آپ نے مجھے ایمر جنسی طور پر یہاں کیوں بلایا ہے۔ اور آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ آپ بے حد بے چین اور مضطرب ہیں۔“ شاگل نے کہا۔

”آپ کا خیال درست ہے۔ پاکیشیا سے دو آدمیوں کا وفد آیا ہے۔ ان میں ایک آدمی اسلام رضا ہے جو کہ ڈیپ سپرنٹنڈنٹ ہے۔ اور پاکیشیا انٹیلی جنس میں ابھی حال ہی میں کسی اور شخص سے تبدیل ہو کر آیا ہے۔ لیکن آج کی میٹنگ میں اس کا عجیب و غریب کردار سامنے آیا ہے۔ اور سب سے اچھی خبر یہ ہے کہ اس اسلام رضا کو شوگر ان کے صدر کی آمد پر بنائے جانے والے سامنے پروگرام کا تفصیلی علم ہے۔ کیونکہ یہی اس سارے پروگرام کا اصل انچارج ہے۔ اس لئے اب ہمیں اسلام رضا کے میک اپ میں کسی کو پاکیشیا بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم اس سے یہیں سب کچھ پوچھ لیں گے۔“ راجیش وکرم نے کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے اس کا نتیجہ سوچا ہے۔ یہاں اس سے پوچھ بچھ کے بعد آپ اُسے واپس کیسے بھیجیں گے۔ انہیں ہمارے اصل پلان کا علم ہو جائے گا۔ اور پھر وہ وقت وغیرہ سب تبدیل کر دیں گے۔“ شاگل نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے راجیش وکرم کی حماقت پر حیرت ہو رہی ہو۔

کے دوران اس کی باتوں کا ٹیپ ہم نے اپنے آدمی کو سنوایا۔ اس پر پہلے ہی اسلم رضا کا میک اپ کر دیا گیا تھا۔ وہ انتہائی ماہر آدمی ہے۔ وہ کسی کو شک بھی نہ ہونے دے گا۔ راجیش وکرم نے کہا۔

"لیکن وہ اس کا دوسرا ساتھی" شاگل نے بے چین سے بلجے میں کہا۔

"اُسے معلوم ہی نہیں ہوگا۔ آپ بے فکر ہیں۔ میں غیر ذمہ دار یا احمق آدمی نہیں ہوں۔ میں سنٹرل انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔" اس بار راجیش وکرم نے قدرے ناخوشگوار بلجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ شاگل اس کی بات کا جواب دیتا سائیڈ میز پر رکھے ہوئے مینی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور راجیش وکرم نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر تقریباً رسیور بھینٹ لیا۔

کیس وکرم بول رہا ہوں۔ اس نے تیز بلجے میں کہا۔

"سر۔ جگدیش بول رہا ہوں۔ کام ہو گیا ہے۔ ہمارے آدمی نے نہ صرف جگہ سنبھال لی ہے بلکہ انتہائی مہارت سے اصل آدمی کو بے ہوش بھی کر دیا ہے۔ میں نے اُسے کار میں آپ کے پاس روانہ کر دیا ہے۔ اطلاع کے لئے یہ کال کی ہے۔" دوسری طرف سے مؤدبانہ بلجے میں کہا گیا۔

"اوہ۔ دیر ہی لگے۔ کوئی پراہم تو نہیں ہوا۔" راجیش وکرم

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نوسر۔ سب اور۔ کے ہو گیا ہے۔" جگدیش نے جواب دیا۔

"سنو۔ اپنے آدمیوں کو کہہ دینا کہ وہ اس سپرنٹنڈنٹ فیاض کو اس طرح ڈیل کرے کہ اُسے ذرا بھی شک نہ پڑ سکے۔" راجیش وکرم نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے بغیر جواب سے رسیور رکھ دیا۔

"اس اسلم رضا سے پوچھ گچھ کے لئے میں نے سب کا شمس چکینگ مشین کا انتخاب کیا ہے۔ اس طرح اصل بات فوراً سامنے آجائے گی۔" راجیش وکرم نے رسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" شاگل نے جواب دیا۔

اور پھر تقوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک آدمی کسی بے ہوش آدمی کو کاندھے پر لادے اندر داخل ہوا۔ راجیش وکرم اور شاگل دونوں ہی بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس آدمی نے اپنے کندھے پر لدے ہوئے بے ہوش آدمی کو سائیڈ پر رکھے ہوئے صوفے پر لٹا دیا اور خود پیچھے جھٹ گیا۔

"یہ ہے اسلم رضا۔ باکسٹیا سنٹرل انٹیلی جنس کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ۔" راجیش وکرم نے کہا۔ اور شاگل ہنکا اور ابھرتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھا اور جھک کر غور سے صوفے پر پڑے ہوئے اسلم رضا کو دیکھنے لگا۔

"اسے آپ نے کسی گیس سے بے ہوش کیا ہے۔ شاید۔"

شاگل نے سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ انتہائی زود اثر گیس ہے۔ اور اس گیس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ اب یہ انٹی انجکشن کے بغیر کسی طرح ہوش میں بھی نہ آ سکے گا۔ اور دوسری بات یہ کہ اس گیس کے پریشر کی وجہ سے سب کا نشن — چکننگ مشین بھی سوجنی کام کرنے لگی۔ میں نے یہ سارے پہلو سوچ کر پلاننگ کی تھی۔" — راجیش وکرم نے بڑے فاختانہ انداز میں کہا۔ اور شاگل نے سر ہلا دیا۔

"میرے خیال میں پہلے اس سے پوچھ لگھ کر لی جائے کیونکہ جتنی دیر گزرے گی اتنا ہی گیس کا پریشر کم ہوتا جائے گا۔" راجیش وکرم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" شاگل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن میں کوئی چیز لاشعوری طور پر کھٹک رہی تھی جیسے کوئی اہم بات اُسے یاد نہ آ رہی ہو۔ لیکن ظاہر ہے جب تک وہ بات یاد نہ آجائے۔ وہ راجیش سے بھی کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔

"اسے اٹھا کر نیچے مشین روم میں پہنچاؤ۔ اور اسے سب کا نشن مشین کے ساتھ منسلک کر کے ہمیں اطلاع دو۔" راجیش وکرم نے اسلم رضا کو اٹھا کر لے آنے والے سے جو ایک طرف بڑے مؤدبانہ انداز میں کھڑا تھا مخاطب ہو کر کہا۔

"بس سر۔" اس آدمی نے کہا۔ اور جلدی سے آگے بڑھ کر اسلم رضا کو دوبارہ اٹھا کر کاندھے پر لادا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"آپ عجیب و غریب کردار کی بات کر رہے تھے۔ لیکن آپ نے اس کی وضاحت نہیں کی۔" شاگل نے اسلم رضا کے جلتے ہی کہا۔

"اوہ ہاں۔ بڑی تفصیلی میٹنگ ہوئی تھی ہماری دہلی میں نے اس اسلم رضا کے عجیب و غریب کردار کو محسوس کیا ہے۔ کبھی تو یہ احمقوں جیسی باتیں کرنے لگتا ہے اور کبھی اس قدر عقلمندانہ کہ یقین نہیں آتا۔ حالانکہ عہدے میں یہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا ماتحت ہے۔ لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض اس سے ختم کھاتا ہے۔" — راجیش نے کہا۔

"کیا۔" کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ اوہ اوہ۔ میرے ذہن میں یہی بات کھٹک رہی تھی۔ اوہ۔ کہیں یہ عمران تو نہیں۔ اوہ اس کا قد، قامت اور جسم بالکل اُسی طرح کا ہے۔ میں نے اسی خیال کے تحت اس کا میک اپ چیک کرنے کے لئے اسے بغور دیکھا تھا۔ لیکن مجھے میک اپ معلوم نہیں ہوا۔ اس لئے میں نے زیادہ زور نہ دیا تھا۔ لیکن آپ کی بات سن کر مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اگر واقعی یہ اس طرح کی باتیں کرتا رہا تھا تو پھر یہ یقیناً عمران ہو گا۔" شاگل نے ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کا رنگ یک لحظ بدل گیا تھا۔

"عمران۔" عمران کون ہے۔" — راجیش وکرم نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"اوہ اوہ۔ آپ اُسے نہیں جانتے۔ آپ ابھی اس ٹکے میں

ساتھ منسلک مختلف رنگوں کی تاریں مشین کے ساتھ منسلک تھیں۔ اور سفید کوٹ پہنے دو آدمی مشین کی چکی لگا اور اسے آپریٹ کرنے میں مصروف تھے۔

"باس — مشین آپریٹ ہو چکی ہے۔" — ایک سفید کوٹ والے نے مڑ کر مودبانہ ہاتھ میں کہا۔
 "ٹھیک ہے۔ مائیک مجھے دو۔ اور مشین آن کر دو۔" — راجیش وکر مڑنے لگا۔

اور سفید کوٹ والے نے سر ہلا کر مشین کی سائیڈ سے ایک چھوٹا سا مائیک ہب سے اتار لیا اور راجیش وکر کی طرف بڑھا دیا۔ اس مائیک کے ساتھ سیاہ رنگ کی لمبے دار تار تھی جو مشین کے ساتھ منسلک تھی۔ مائیک راجیش وکر کے ہاتھ میں دے کر سفید کوٹ والا مشین کی طرف مڑا ہی تھا۔

"ارے اس کی گھڑی پر یہ نقطہ کیسا چمک رہا ہے۔" — شاگل نے چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے آگے بڑھ کر پہلے تو وہ اسلم رضا کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کے ڈائل پر چلتے بھٹے نقطہ کو غور سے دیکھتا رہا۔ اس کی اچانک نظریں اس پر پڑ گئی تھیں کیونکہ کلائی ذرا سی ٹیڑھی ہو رہی تھی اس لئے جلتا بھٹتا نقطہ بظاہر نظر نہ آ رہا تھا۔ لیکن اس کی ہلکی سی چمک سامنے مشین کے ایک سفید حصے پر پڑ رہی تھی۔ اور اسے دیکھ کر ہی شاگل چونکا تھا اور اس نے آگے مڑ کر کے دیکھا اور پھر اسے یہ جلتا بھٹتا نقطہ نظر آ گیا تھا۔
 "ادہ۔ اس گھڑی میں یقیناً کوئی ٹرانسمیٹر فٹ ہے۔" — شاگل

نئے آئے ہیں۔ آپ کے پیشرو سردار سنت سنگھ اسے ابھی طرح جلتے تھے یہ پاکیشیا سیکورٹس سروس کے لئے کام کرتا ہے۔ دنیا کا انتہائی شاطر ترین آدمی ہے۔ اگر یہ دی ہے۔ اور آپ نے اسے جیوش کر کے بے بس کر لیا ہے تو یوں سمجھئے آپ نے ایک عظیم انسان کا رنامہ سرا انجام دیا ہے۔" — شاگل نے کہا۔ اور راجیش وکر کی آنکھیں حیرت سے پھلتی چلی گئیں۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ یہ اسلم رضا ہے۔ اس کے یہاں آنے سے پہلے ہم نے اس کے متعلق باقاعدہ تحقیقات کی تھیں۔" — راجیش وکر مڑنے لگا۔

"ادہ۔ لیکن وہ احمقانہ اور عقلمندانہ بیک وقت باتیں یہ تو عمران کی ہی خاصیت ہے بہر حال پلیں ابھی پتہ لگ جائے گا۔ ویسے مجھے بھی خیال آتا ہے کہ اگر یہ واقعی عمران ہوتا تو پھر اس طرح آسانی سے بے ہوش نہ ہوتا۔" — شاگل نے کہا۔

"اچھا پلیں ہم خود ہی چلے چلتے ہیں اب فون کا انتظار کیا کرنا۔" راجیش وکر نے بے چین سے ہاتھ میں کہا اور وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے نکلے اور پھر مختلف رہداریوں سے گزرتے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں دیوار کے ساتھ ایک جدید ترین مشین نصب تھی جس کے سامنے ایک سٹرکچر پر اسلم رضا لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سر پر شفاف شیشے کا بنا ہوا خود سا چڑھا دیا گیا تھا جس نے اس کا سر اور چہرہ گردن تک ڈھانپ دیا تھا۔ لیکن شیشے میں سے وہ صاف نظر آ رہا تھا۔ خود کے

نے کہا اور جلد ہی سے بے ہوش اسلم رضا کی کلائی سے گھڑی اتار لی۔ وہ اب گھڑی کو انتہائی غور سے دیکھ رہا تھا۔
 "اس کا مطلب ہے کوئی کال آ رہی ہے۔" راجیش وکرم نے بھی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "ہاں۔ لیکن مجھے معلوم ہی نہیں کہ اس اسلم رضا کی آواز اور لہجہ کیسا ہے۔" شاگل نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔
 "اوہ۔ مجھے دیکھیے۔ میں بات کرتا ہوں۔" راجیش وکرم نے کہا۔ اور شاگل نے گھڑی اُسے دے دی۔ نقطہ بہ ستور جل بجھ رہا تھا۔ راجیش وکرم نے گھڑی کا ونڈ بیٹن دیا۔ لیکن نقطہ اُسی طرح جلتا بجھتا رہا۔ راجیش وکرم نے ونڈ بیٹن کو ذرا سا باہر کھینچا تو نقطہ ایک لمخت مسلسل جلنے لگا۔
 "ہیلو ہیلو۔۔۔ اسلم رضا صاحبہ ادور۔" ایک لمخت گھڑی میں سے ایک اجنبی لیکن مہم سہی آواز سنائی دی۔
 "ہیس۔ اسلم رضا بول رہا ہوں ادور۔" راجیش وکرم نے حتی الوسع اسلم رضا کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔
 "اسلم رضا صاحبہ۔ میں کی بی بی بول رہا ہوں۔ کیا آپ اکیلے ہیں۔ میرا مطلب ہے کیا میں کھل کر بات کر سکتا ہوں ادور۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "ہاں۔ بالکل کھل کر بات کر دو ادور۔" راجیش وکرم نے کہا۔
 شاگل بھی اس کے ساتھ ہی کان لگے کھڑا تھا اس لئے گھڑی سے نکلنے والی آواز اس کے کانوں میں بھی پہنچ رہی تھی۔

”عمران صاحب! میں کیپٹن شکیل بول رہا ہوں.....“
 دوسری طرف سے کہا گیا، اور اس بار راجیش کے ساتھ ساتھ شاگل بھی
 اچھل پڑا۔ راجیش کی آنکھوں میں یک لخت تیز چمک ابھرتی لیکن
 پھر اس نے جلد ہی کان گھڑی سے لگا لئے، کیونکہ دوسری طرف سے
 کیپٹن شکیل مسلسل بول رہا تھا۔ اور جیسے جیسے وہ بات کرتا جا رہا
 تھا شاگل کی آنکھیں حیرت سے پھلتی جا رہی تھیں۔ کیپٹن شکیل نے
 بڑی تفصیل سے بات کرتے ہوئے جب بات ختم کی تو شاگل نے
 جلدی سے راجیش کے ہاتھ سے گھڑی چھین لی۔
 ”تم لوگ اس دقت کہاں موجود ہو اور؟“ — اس بار شاگل
 نے راجیش جیسا اجمہ اور آواز بناتے ہوئے کہا۔
 وہی اجمہ اور آواز جس میں راجیش اسلم رضا بن کر بات کر رہا تھا۔
 اور جواب میں کیپٹن شکیل نے اُسے جو لوکیشن بتائی اس سے شاگل
 سمجھ گیا کہ یہ لوگ ساحل سمندر پر گھاٹ سے کافی آگے ہیں۔ اس نے
 اُسے کہا کہ اب انہیں واپس لیا رٹھی جانے کی ضرورت نہیں
 اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ ایک کار بھیج رہا ہے۔ لیکن جب کیپٹن
 شکیل نے اُسے بتایا کہ کار ان کے پاس موجود ہے تو اس نے
 انہیں دامن گھٹی روڈ پر اپنے ایک خاص اڈے کا پتہ بتا دیا۔ اور اس
 کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔
 ”اوہ، یہ عمران ہے۔ میرا شک درست نکلا۔ اوہ آپ نے
 حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ راجیش صاحب! اور یہ کیپٹن شکیل
 فیروزہ یقیناً سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔ اور اب اس عمران

”یہاں ٹیلی فون ہے۔“ شاگل نے ایک تخت چومکتے ہوئے کہہ

”ٹیلی فون — ہاں۔ ہے۔ اودہ ٹیلی فون پر مجھے یاد آیا کہ میں نے اس کے کمرے کا ٹیلی فون ٹیپ کرنے کے لئے خصوصی انتظام کرایا تھا۔ میں نے ایکس پیچ میں اس کی ریکارڈنگ کا بندوبست کیا تھا۔ جو سکتا ہے اس نے کوئی کال کی جو — راجیش نے چومکتے ہوئے کہہ

”اودہ۔ یہ آپ نے اچھا کیا۔ اگر آپ براہ راست ٹیلی فون ٹیپ کرتے تو اسے یقیناً معلوم ہو جاتا۔ پہلے مجھے کال کرنے دیں تاکہ میں اسس گروپ کا انتظام کر لوں پھر آپ بتہ کر لیتا۔“ شاگل نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور تیزی سے ایک کونے میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی طرف چھینٹا اور اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے اور پھر رابطہ قائم ہوتے ہی وہ اپنے آدمیوں کو ہدایات دیتے میں مصروف ہو گیا۔ کافی دیر تک بات چیت کرنے کے بعد اس نے اطمینان بھر انداز میں رسیور رکھ دیا۔

”اب یہ کیپٹن شکیل وغیرہ بچ کر نہ جا سکیں گے۔ ان کے باقی ساتھی بھی یہاں یقیناً موجود ہوں گے اب میں ان کی ردعوں سے بھی سب کچھ اگلوں گا۔“ شاگل نے ہونٹ بیچھینچتے ہوئے کہا۔ اور جلد ہی سے دوبارہ سٹرکچر کی طرف مڑ گیا وہ اس طرح عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے اُسے خطرہ ہو کہ کہیں عمران دھواں بن کر سٹرکچر سے ٹکھنٹ غائب نہ ہو گیا ہو۔ راجیش وکر م نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھایا اور

سے کچھ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس پر یہ مشینیں وغیرہ اثر نہیں کرتیں۔ آپ اسے میرے خاںے کر دیں۔ یہ میرا شکار ہے۔“ شاگل نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ بات کرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح سٹرکچر پر بے ہوش پڑے ہوئے عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ واقعی عمران جس کا خاتمہ کرنے کی حسرت اُسے ہمیشہ رہی تھی اس طرح بے بسی کے عالم میں بھی اس کے سامنے پڑا ہوا نظر آ سکتا ہے۔

”یہ عمران ہی ہے تب بھی یہ نہ صرف بے ہوش ہے بلکہ گیس کے پریشر میں ہے۔ اور سب کا شش مشین اس سے سب کچھ اگوالے گئی۔“ راجیش نے کہا۔

”اودہ۔ آپ نہیں سمجھتے۔ یہ جب انٹیلی جنس کا آدمی ہی نہیں ہے تو اسے تفصیلات کا بھی علم نہ ہو گا۔ آپ اس چکر کو چھوڑیں۔ کیپٹن شکیل کی بات سے ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اصل انونٹری گروپ کی گمشدگی کا انہیں علم ہو چکا ہے۔ اور عمران کا اسلم رضا کے روپ میں آنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے ساری پلاننگ کا علم ہو گیا ہے۔ آپ اس سے وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں جب کہ مجھے یقین ہے کہ اس نے باتوں باتوں میں آپ سے اصل پلاننگ اگوالی ہو گئی یہ ہے ہی ایسا آدمی۔“ شاگل نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”اودہ ہاں۔ اب مجھے خیال آ رہا ہے کہ اس نے ابھی آبد و زک نش دی تھی۔ اودہ ہاں۔ واقعی اب مجھے خیال آ رہا ہے۔“ راجیش نے کہا۔

ممبر ڈاکٹر کرنے کے بعد وہ کسی سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔
 "ٹھیک ہے فوراً یہ ٹیس میرے پاس بھیجوا دو۔ فوراً" — راجیش
 نے کہا اور دس سو روکھ دیا۔

"اس نے پاکیشیا کال کی ہے۔ ایڈمرل سے بات کی ہے۔"
 راجیش نے کہا۔

"ایڈمرل سے — ادہ پھر لانا یہ انتہائی اہم بات چیت ہو گی۔
 اب میں اسے بغیر نہیں جاؤں گا۔ یہ ہوش میں تو نہیں آجائے گا۔
 شاگل نے بات کرتے کرتے مراد کو عمران کی طرف دیکھتے ہوئے بے چین
 سے بچے میں پوچھا۔

"ارے نہیں۔ میں نے بتایا تو ہے جب تک انٹی انجکشن نہ لگے
 گا یہ ہوش میں نہیں آسکے گا۔" — راجیش نے جواب دیا۔ اور
 شاگل نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔

صفدن۔ تنویر اور جولیا تینوں ہوٹل کے ہال میں بیٹھے ہوئے
 کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ ناٹوان نے انہیں نئی رہائش گاہ
 توہینا کر دی تھی۔ لیکن ظاہر ہے وہاں باورچی وغیرہ موجود نہ تھا اس
 لئے کھانا انہیں ہوٹل میں ہی کھانا پڑتا تھا۔ ناٹوان نے انہیں بتا دیا
 تھا کہ جیسے کو اور تینوں موجود اس کا آدمی جیسے ہی شاگل آئے گا اطلاع
 دے دے گا۔ اور اب وہ اس کی طرف سے کسی اطلاع کے منتظر
 تھے۔

"میں پھر کہتا ہوں کہ ہمیں خود کچھ کرنا چاہیئے۔ اس طرح اطلاعات
 کے انتظار میں بیٹھے نہیں رہنا چاہیئے۔" — تنویر نے منہ بندتے
 ہوئے کہا۔

"کیا کرنا چاہیئے۔ بولو۔" — جولیا نے خشک بچے میں کہا۔
 "ہم خود جیسے کو اور تینوں داخل ہو کر وہاں سے معلومات حاصل کریں

کہ آفرین گل کا حفیظہ مشق کیا ہے۔ اور وہ کہاں ہے۔ تو میرے جواب دیا۔

”دیکھو تو میرے مجھے معلوم ہے کہ تم غاصے پر جو شش واقع ہوئے جو ہم سے بے کار نہیں بیٹھا جاسکتا۔ لیکن تم خود سوچو کہ اس بارہائے گردوب کے ذمہ جو مشق لگایا گیا ہے وہ انتہائی عجیب ہے ہم نے شاگل کو ٹھٹھوٹا ہے کہ کافرستانی حکومت ہمارے ملک کی ایٹمی آبدوز سے انونٹری گروپ حاصل کر کے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ایک پوائنٹ۔ دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ ہم یہ معلوم کریں کہ کافرستانی حکومت نے انیشی جنسی کی میٹنگ میں ایجنڈے پر یہ پوائنٹ کیوں رکھا ہے کہ شوگر ان کے صدر کے دورے کی حفاظتی تفصیلات انہیں مہیا کی جائیں۔ یہ دونوں باتیں تب ہی معلوم ہو سکتی ہیں جب کہ شاگل ہمارے ہاتھ آئے۔ اور شاگل کے متعلق۔ ان کے ہیڈ کوارٹر کو کبھی علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے ہم انتظار کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔“ صفدر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ شاگل کہاں غائب ہے۔“ تو میرے کہنا۔

”جب ناٹران کا آدمی ہیڈ کوارٹر میں موجود ہے تو پھر ہمیں وہاں داخل ہو کر معلومات حاصل کرنے کا کیا فائدہ ہوگا۔“ جو لیا نے کہا۔

لیکن پھر وہ سب ایک محنت خاموش ہو گئے کیونکہ ایک ویٹر

بیزی سے چلتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دائرہ لیس ٹیلیفون سیٹ تھا۔

”آپ کی کال ہے جناب۔“ ویٹر نے کہا۔

”ہماری۔“ کس کے نام ہے۔“ صفدر نے چونک کر حیرت پورے پیچھے میں کہا۔

”نام کا تو علم نہیں۔ کوئی ڈاکٹر سٹیشن صاحب ہیں۔ انہوں نے آپ کا حلیہ بتاتے ہوئے پوچھا ہے کہ کیا آپ یہاں موجود ہیں۔“ ویٹر نے جواب دیا۔

اور صفدر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دائرہ لیس ٹیلی فون کا رسیور اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

ویٹر نے ٹیلی فون میز پر رکھا اور خود ایک طرف مہٹ کر نمودارہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ صفدر جانتا تھا کہ کال ہوئی کی ایک سیلج کے ذریعے ہو رہی ہے۔ اس لئے دائرہ لیس فون استعمال ہو رہا ہے۔

”کیس۔“ راجہ رام بول رہا ہوں۔“ صفدر نے اپنا کوڈ نام بتایا۔ یہاں چونکہ انہوں نے مقامی میک اپ کر رکھا تھا۔ اس لئے نام بھی یہاں کے مقامی ہی رکھے ہوئے تھے۔ ناٹران کا نام انہوں نے کوڈ میں ڈاکٹر سٹیشی رکھا ہوا تھا۔ اس لئے یہ نام سامنے آتے ہی صفدر نے ٹیلی فون لیتا تھا۔

”راجہ صاحب۔“ میں ڈاکٹر سٹیش بول رہا ہوں۔ کوئی پوچھ

بتایا گیا کہ آپ کا کھانا کھانے گئے ہوئے ہیں تو میں نے یہاں بڑائی کی کیونکہ قریب اچھا ہوٹل ہی ہے۔“ دوسری طرف سے

ناثران نے بات کرتے ہوئے کہا۔
 "میکلف کا شکریہ — فرمائیں —" صفدر نے خشک ہلچے

میں کہا۔

"وہ جزل منیر واپس آ گیا ہے۔ مجھے ابھی اطلاع ملی ہے۔ اور خباب وہ آتے ہی فوراً خنزیرم کے چیف راجیش سے ملنے چلا گیا ہے۔" دوسری طرف سے ناثران نے کہا اور صفدر چونک پڑا۔

"اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ ہم نے کھانا کھا لیا ہے اور ہم واپس جا رہے ہیں اس لئے دوسری ملاقات میں تفصیلی بات ہوگی۔" صفدر نے کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔ ویٹر نے جلدی سے آگے بڑھ کر ٹیلی فون اٹھایا۔

"سنو۔ بی۔ لے آؤ۔" صفدر نے ویٹر سے کہا۔ اور ویٹر سر ملاتا ہوا واپس کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔

"لو بھی تیار کام بن گیا۔ اب تہہ باری ساری بے چینی دور ہو جائے گی۔" صفدر نے ویٹر کے جاتے ہی ہنسنے ہوئے تیویر سے کہا۔ تیویر نے بھی مسکراتے ہوئے سر ہلادیا۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر بل لے آیا۔ تو صفدر نے بل کی رقم کے علاوہ اسے بھاری ٹپ دی۔ اور وہ تینوں اٹھ کر تیز قدم اٹھاتے ہیں گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ باہران کی کار موجود تھی۔

"یہ تم، بارباریک مر رہیں کیا دیکھ رہے ہو۔" کار کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے تیویر سے نہ مل گیا تو وہ بول پڑا۔ جولیا اکیلی پچھلی نشست پر بیٹھی تھی۔

"تعاقب کا اندازہ کر رہا تھا۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تعاقب — کیا مطلب — یہاں تعاقب کا کیا مطلب —"

تیویر نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔ بہر حال احتیاط تو ہر لمحے کرنی چاہیئے۔"

صفدر نے کہا۔ اور پھر کار کو اس کا کوئی کی سڑک پر موڈ دیا جہاں

ان کی رہائش گاہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کوٹھی میں پہنچ چکے تھے۔

ابھی انہیں کوٹھی میں پہنچے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور صفدر نے اٹھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

"یس۔" راجہ رام بول رہا ہوں۔" صفدر نے کہا۔

"صفدر صاحب۔ آپ بے فکر ہو کر بات کریں۔ یہاں اس کوٹھی

میں ایسی مشین موجود ہے کہ اگر کوئی کال سے یا ٹپ کرنے کی

کوشش کرے تو فوراً کاش بل جاتا ہے۔" دوسری طرف سے

ناثران نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ اب بتاؤ شاگل کے بارے میں کیا اطلاع ملی

ہے۔" صفدر نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ راجہ رام

نام لیتے ہوئے وہ خود اچھن محسوس کرنا تھا۔

"جی ہیڈ کوارٹریں موجود میرے آدمی نے مجھے ابھی اطلاع دی

ہے کہ اچانک شاگل واپس آ گیا۔ اس نے دفتر میں پہنچ کر سب

سے پہلے یہاں کی سنٹرل آئیڈلی جنس کے سنیئر چیف راجیش وکرم کو

فون کیا۔ جس پر راجیش وکرم نے اُسے فوری طور پر اپنے ہیڈ کوارٹر

بلایا۔ اور شاگل اب وہیں گیا ہے۔" ناٹران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ یہ ہیٹھ کو اڑٹ کہاں ہے۔ اور شاگل کب گیا ہے۔ یہ انتہائی اہم بات ہے۔ کیونکہ عمران صاحب اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ بات چیت کرنے والا لازماً یہی راجیش وکرم ہوگا۔ اور ہو سکتا ہے وہ کسی بات پر مشکوک ہو گیا ہو۔" صفدر نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا اس لئے میں نے فیصل جان کو پہلے سی ڈیاں بھیج دیا ہے نگرانی کے لئے۔ یہ ہیٹھ کو اڑٹ بارت روڈ پر ہے۔ کوئی نمبر ایک سو ایک۔ نیلے رنگ کے پتھروں سے بنی ہوئی عمارت ہے۔" ناٹران نے جواب دیا۔

"اور کسے۔ ہم وہیں جا رہے ہیں۔ تم بھی اپنے طور پر آنا چاہو تو آجاؤ۔" صفدر نے کہا اور سرسور کھڑکھڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ جلدی۔ میرے خیال میں شاگل کو اغوا کرنے کا یہ سب سے اچھا موقع ہے۔ بارت روڈ خاصی سگن سنگ ہے۔ اور پھر رات کا وقت بھی ہے۔" صفدر نے کہا۔ اور تنویر اور جولیا بھی سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تھوڑی دیر بعد ان کی کار ہائش گاہ سے نکل کر بارت روڈ کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ سیٹرنگ پر صفدر تھا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ بارت روڈ پر پہنچ گئے اور پھر مطلوبہ عمارت سے کچھ پہلے اس نے کار ایک سائیڈ پر روک دی۔

"اب کیا پروگرام ہے۔" جولیا نے کار رکتے ہی پوچھا۔

"میرا خیال ہے۔ مجھے اس عمارت کے اندر جانا چاہیے۔ جب کہ تنویر باہر سے نگرانی کرے گا اور آپ کار میں رہیں گی۔" صفدر نے کہا۔

"نہیں۔ ہمارا مقصد تو شاگل کو اغوا کرنا ہے اور شاگل کی واپسی لازماً کار پر ہی ہوگی۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم یہیں کار میں ہی انتظار کریں۔ اندر جانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔" جولیا نے کہا۔ اور صفدر نے سر ہلا دیا۔

"میں پھر عمارت کی عقبی سمت میں جاتا ہوں۔ ہو سکتا ہے۔ اس کا کوئی عقبی دروازہ ہو۔ اور ہم یہاں انتظار کرتے رہیں اور وہ عقبی طرف سے نکل جائے۔" تنویر نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ لیکن محتاط رہنا۔" جولیا نے اشیات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور تنویر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ بھی انہیں ڈیاں رکے ہوئے تھوڑی سی دیر گزر رہی ہوگی کہ ایک آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا ان کے قریب پہنچا۔

"میرا نام فیصل جان ہے۔ باس ناٹران نے حکم دیا تھا کہ آپ کے یہاں پہنچتے ہی آپ کو صورت حال کے بارے میں رپورٹ دوں۔" اس آدمی نے تھوڑی سی قریب جھک کر کہا۔

"اور اچھا۔ تم میک اپ میں ہو۔ کیا پوزیشن ہے۔ اندر بیٹھ جاؤ۔" جولیا نے کہا۔

اور فیصل جان دروازہ کھول کر فرنٹ سیڈ پر بیٹھ گیا۔

"شاگل کو یہاں آئے ہوئے پون گھنٹہ گزر گیا ہے اور وہ ابھی اندر

ہے۔ اس دوران انیشی جنس کی ایک کا داندہ لگی ہے۔" فیصل جان نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"شاگل کی کس کا رپہ آیا ہے۔ میرا مطلب ہے نمبر اور ماڈل۔" جولی نے پوچھا۔

"وہ مجھ سے پہلے اندر پہنچ چکا تھا۔ اس لئے مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ حکم دیں تو میں اندر چلا جاؤں۔" فیصل جان نے کہا۔

"تم کس طرف سے نگرانی کر رہے ہو۔ سامنے کی طرف سے یا عقب سے۔" اس بار صفر نے پوچھا۔

"سامنے سے۔ اس کا عقبی راستہ موجود تو ہے لیکن کار نہیں نکل سکتی اور شاگل کی داپسی کا دین ہی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ شاگل کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔" فیصل جان نے کہا۔

"بھیکس ہے۔ تم نگرانی کر دو۔ جیسے ہی شاگل کی کار باہر آئے تم ہمیں اشارہ کر دینا۔" جولی نے کہا۔

اور فیصل جان سر ہلاتا ہوا کار سے نکلا اور پھر اسی طرف کو بڑھ گیا جدھر سے آیا تھا۔

"اتنی دیر سے وہ اندر دیا کر رہا ہے۔" فیصل جان کے جلتے ہی صفر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کوئی میٹنگ وغیرہ ہو رہی ہو۔" جولی نے جواب دیا۔ اور صفر نے سر ہلادیا۔ لیکن ابھی ان کی بات ختم ہی

ہوئی تھی کہ ایک محنت اندھیرے میں سے پانچ آدمی نکلے اور انہوں نے کار کو گھیر لیا۔

"نیردار۔ ہاتھ اٹھا کر باہر آ جاؤ۔ ورنہ۔" ان میں سے دو نے جولی اور صفر کی سائیڈ کے دروازے کھولتے ہوئے کہا۔ جب کہ باقی تین افراد کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنوں کا رخ ان کی طرف تھا۔ وہ اس قدر اچانک آئے تھے کہ صفر اور جولی کو ان کی آمد کا ذرا سا شبہ بھی نہ ہو سکا تھا۔

"کیا مطلب۔ کون ہو تم۔" صفر نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"باہر آ جاؤ۔ ورنہ ایک لمحے میں ڈیڑھ کر دیں گے۔" اس شخص نے عزتے ہوئے کہا۔ جس نے انہیں ہاتھ نکلنے کا حکم دیا تھا۔ اور صفر اور جولی کو منجوا باہر آ جاؤ۔ کیونکہ پویش ہی ایسی تھی کہ وہ ذرا بھی حرکت نہ کر سکتے تھے۔

"آگے چلو۔" مشین گنوں کی نالوں سے انہیں ٹھوکا دیتے ہوئے کہا گیا۔ اور پھر جیسے ہی دونوں آگے بڑھے۔ اچانک دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر ان کے اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے کئے۔ اور دوسرے لمحے کھٹاک کھٹاک کی آوازوں کے ساتھ ہی ان کے ہاتھ پشنت پکڑ کر کے ان میں کلپ بٹھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں جس مہارت سے یہ کارروائی کی گئی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ افراد کوئی عام مجرم نہیں بلکہ باقاعدہ تربیت یافتہ افراد ہیں۔ اس کے بعد ان کی باقاعدہ تلاشی لی گئی اور ان کی جیبوں میں موجود دیو اور وغیرہ باہر نکال

ان کی کار میں جا کر بات چیت کی در نہ تو شاید ہمیں ان کے متعلق یہ تہی نہ چلتا۔۔۔ شاگل نے منہ بتاتے ہوئے کہا،
 "لیکن یہ لوگ یہاں نگرانی کیوں کر رہے تھے؟" دوسرے آدمی نے ہونٹ چلاتے ہوئے کہا،

"یہ یقیناً عمران کی نگرانی کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں، بہت بارے آدمیوں نے انہیں مارک نہیں کیا،" شاگل نے ہونٹ چلاتے ہوئے کہا،

اور عمران کا نام سن کر صغدر اور جولیا دونوں چونک پڑے کیونکہ انہیں غم ہی نہ تھا کہ عمران بھی یہاں موجود ہے۔ حالانکہ عمران تو اسلم رضا کے میک اپ میں تھا۔ لیکن شاگل براہ راست عمران کا نام لے رہا تھا۔

"اوہ۔ ایسا ہی ہوا ہو گا۔ اس کا مطلب ہے اس نے اپنی نگرانی کا باقاعدہ انتظام کر رکھا تھا تب تو صورت حال زیادہ خراب ہو گئی۔ اس کا مطلب ہے ہمارا آدمی تو خطرے میں ہے۔" دوسرے آدمی نے بُری طرح چونکنے ہوئے کہا،

"ہاں۔۔۔ واقعی اگر ایسا ہی ہوا ہے تو وہ خطرے میں ہے۔ وہ ٹپس آجائیں تو میں کوئی فیصلہ کروں۔" شاگل نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا،

"وہ بس پہنچے ہی والی ہیں۔" دوسرے آدمی نے کہا۔ اور ابھی اس کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ دروازے سے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔

نئے گئے۔ صغدر اور جولیا دونوں اپنی جگہ پر انتہائی حیران تھے۔ کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ تنویر اور فیصل جان بھی کہیں نظر نہ آ رہے تھے۔ اور پھر مسلح افراد انہیں دھکیلے ہوئے انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر میں لے آئے۔ عمارت کے اندر وہ جیسے ہی ایک کمرے میں داخل ہوئے وہ واقعی بُری طرح چونک پڑے کیونکہ سامنے فیصل جان اور تنویر دونوں ہی ستونوں سے بندھے کھڑے تھے۔ اور کمرے کے اندر بھی چار مسلح آدمی موجود تھے۔ تنویر اور فیصل جان دونوں کے سر سائینڈل پڑھ چکے ہوئے تھے۔ انہیں بے ہوش کیا گیا تھا۔ پھر صغدر اور جولیا کو بھی ستونوں سے باندھ دیا گیا۔ اور مسلح افراد مشین گنیں لے کر کمرے کی دیواروں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ لیکن وہ سب لوگ بے حد چونکنے اور متحیر نظر آتے تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور صغدر اور جولیا دونوں چونک پڑے کیونکہ آنے والا شاگل تھا۔ اس کے پیچھے ایک اور آدمی تھا۔

"ہوں۔۔۔ تو یہ لوگ نگرانی کر رہے تھے۔" شاگل نے آگے بڑھ کر غور سے صغدر اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،

"میرا خیال ہے ان سے پوچھ گچھ کی جائے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ شاگل کے ساتھ آنے والے نے کہا،
 "مجھے یقین ہے کہ ان کا تعلق پائیشیا سیکرٹ سروس سے ہو گا۔ اور یہ کوآ اتفاق ہے کہ عقبی سمت میں موجود یہ آدمی ٹریس ہوا اور اس کے ٹریس ہونے پر یہ دوسرا آدمی بھی چیک کیا گیا اور پھر اس نے

"سراکیس چیچ سے ٹپس پہنچ گئی ہیں"۔ اس نے بڑے مودہ بانہ
انمازیں شاگل کے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔
"مہارے آدمی ان کا خیال رکھیں گے۔ یہ انتہائی شاطر لوگ ہیں۔
اگر یہ ذمہ سی حرکت کرنے لگیں تو بے شک گولیوں سے بھون ڈالنا۔
شاگل نے کہا۔ اور اس کے ساتھی نے ہل میں موجود مسلح افراد سے
مخاطب ہو کر یہی حکم دہرایا اور پھر شاگل اور وہ دونوں ہی اکٹھے
چلتے ہوئے واپس مڑے اور دروازے سے باہر نکل گئے۔

"تم اچانک اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئے ہو؟"۔ پرنسٹنٹنٹ
فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں سامنے بیٹھے ہوئے عمران سے
مخاطب ہو کر کہا۔
"بات بھی سنجیدہ گی کی سے مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ یہاں کوئی گروہ
کی جا رہی ہے"۔ سامنے بیٹھے ہوئے اسلم رضانے منہ بند کرتے
ہوئے جواب دیا۔

"گروہ؟"۔ کیسی گروہ؟"۔ پرنسٹنٹنٹ فیاض نے بُری
طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔
"تمہیں اس کا احساس نہیں ہوا۔ اسلم رضانے پوچھا۔
"نہیں۔ مجھے تو کوئی احساس نہیں ہوا۔ اور گروہ ہو کیسے سکتی ہے۔
گروہ کا مطلب کیا۔ ہم سرکاری میٹنگ میں آئے ہیں کسی مشن
پر تو نہیں آئے"۔ سو پر فیاض کے لہجے میں حیرت تھی۔

نے منہ ملتے ہوئے کہا
"میں نے بھی ایسی ہی جواب دیا تھا۔ اور وہ خاموش ہو گئے
ہیں۔" اسلم رضانے جواب دیا۔

"بالکل انہیں خاموش ہونا پڑے گا۔ لیکن تم اس قدر سنجیدہ کیوں
ہو۔ ویسے تو میں بہت ہی باتوں سے ہمیشہ نرج ہو جایا کرتا ہوں اور
میری خواہش ہوتی ہے کہ تم سنجیدہ ہو جاؤ۔ لیکن اب جب کہ تم
سنجیدہ ہوئے ہو تو مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی غلام
گیا ہو۔ جیسے کوئی انہونی ہو گئی ہو۔" سوپر فیاض نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں۔ سچلے کیوں میرے سر میں دردسا محسوس ہو رہا
ہے۔ میرا خیال ہے مجھے آرام کرنا چاہیے۔ اچھا میں اپنے کمرے
میں جا رہا ہوں۔ تم آرام کرو۔" اسلم رضانے کسی سے
اٹھتے ہوئے کہا اور جلدی سے قدم اٹھاتا دو دروازے کی طرف بڑھ
گیا۔ سوپر فیاض بڑے حیرت بھرے انداز میں اُسے اس طرح
جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

"کمال ہے۔ کبھی اس طرح سنجیدہ ہو جاتا ہے۔ جیسے اس نے کبھی
زندگی میں مذاق ہی نہ کیا ہو اور کبھی اتنا مذاق نہ کرے کہ آدمی نرج
ہو جاتا ہے۔" سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
اور اٹھ کر لباس بدلنے کے لئے لحظہ بالآخر دوم کی طرف بڑھنے لگا۔
لیکن ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ ایک لحظہ ٹھٹھک کر
رک گیا اس کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔

"متنبہیں معلوم ہے کہ شوگران کے صدر جب ایٹمی ابد و نہیں جا کر
اس کی کارکردگی چیک کریں گے تو اس نے کون سا وقت مقرر
کیا گیا ہے۔" اسلم رضانے جو نٹ چباتے ہوئے سنجیدہ
ہلچل میں کہا۔

"ہاں۔ معلوم ہے۔ کیوں۔" سپرنٹنڈنٹ فیاض کی
حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

"کون سا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ مجھے تفصیل بتاؤ پھر میں بتاؤ
ہوں کہ کیا گڑبڑ ہے۔" اسلم رضانے کہا اور جواب میں
سوپر فیاض نے ساری تفصیلات مع اوقات کے بتا دی۔
"کیا اس میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہو سکتی۔" اسلم رضا
نے پوچھا۔

"تبدیلی۔ کیسی تبدیلی۔ شوگران والوں سے یہ اوقات کثفرم
ہو کر آگئے ہیں۔ اب تبدیلی کیسے ہو گی۔" سوپر فیاض نے
جواب دیا۔

"تو سنو۔ گڑبڑ یہ ہو رہی ہے کہ ان لوگوں کا مقصد ہے کہ یہ
اوقات تبدیل ہو جائیں۔ اور اچانک تبدیل ہوں تاکہ شوگران کے
صدر ناراض ہو جائیں اور پاکسٹیا کے ساتھ معاہدہ کرنے سے
انکار کر دیں۔" اسلم رضانے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں ہے کہ سر رحمان
انتہائی اصول پسند واقع ہوئے ہیں اب چاہے دنیا ادھر کی
ادھر ہو جائے یہ اوقات تبدیل نہیں ہو سکتے۔ سوپر فیاض

"اوہ ادا۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ نہیں۔ نہیں۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض ادبچی آواز میں بڑبڑایا۔ اس کے پہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے اُسے خود اپنی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔ وہ ہاتھ روم میں جانے کی بجائے واپس اپنی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ اب اس کے پہرے پر انھنوں کے تاثرات نمایاں تھے۔

"بالکل مجھے یاد آ رہا ہے کہ عمران نے کرسی سے اٹھتے وقت دائیں گھٹنے کو پہلے دبایا اور پھر کھڑا ہوا۔ بالکل ایسے ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کا گھٹنا صحیح کام نہیں کر رہا۔ یہ ایکشن تو ایسے آدمی کا ہو سکتا ہے جس کے گھٹنے میں بیماری ہو۔ لیکن عمران۔ نہیں۔ نہیں۔ عمران نے کبھی ایسی بیماری کا نہیں بتایا اور نہ پہلے کبھی ایسا کیا ہے۔۔۔ سو پر فیاض نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا، اُسے دراصل ہاتھ روم کی طرف جاتے جاتے اچانک اس بات کا خیال آگیا تھا کہ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے پہلے دائیں گھٹنے کو انگلیوں سے پکڑ کر دبایا اور پھر گھٹنا اکٹھا کر کے وہ اٹھا اور چلا گیا۔ اس وقت تو فیاض کے ذہن نے اس بات کو مارک نہ کیا۔ لیکن پھر اچانک اُسے اس بات کا خیال آگیا۔ دراصل اس کے والد کو بھی تکلیف رہی تھی۔ ان کے گھٹنوں میں یہ بیماری ہو گئی تھی کہ اٹھتے سے پہلے انہیں گھٹنوں کو انگلیوں سے دبانا پڑتا تھا اور پھر وہ گھٹنوں کو پھینکتے اور پھر اٹھتے۔ لیکن عام طور پر چلتے پھرتے بیماری محسوس نہ ہوتی تھی۔ صرف اٹھتے وقت ایسا کرنا پڑتا تھا۔ اور فیاض کے والد چونکہ کافی عرصہ تک اس بیماری کا شکار رہے تھے اس لئے فیاض

کو یہ علامات معلوم تھیں۔ لیکن عمران تو اس بیماری کا شکار نہ تھا۔ پھر زبان نے اٹھتے وقت ایسا کیوں کیا۔ اور پھر اس سے پہلے ایسا کیوں نہیں کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں عمران کا بدلا ہوا رویہ واضح ہوتا گیا۔

"ادا۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شخص عمران نہ ہو۔ بلکہ پھر عمران کہاں گیا یہ کون ہے۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض یہ خیال آتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ واپس آگیا۔ کیونکہ عمران کا لہرہ اس کی سائڈ میں تھا۔ اور دونوں کے درمیان ایک روشن خندان بھی موجود تھا۔ باہر راہداری میں تو لوگ آ جا رہے تھے۔ اس لئے ابھرے تو معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اتنی بات تو سپرنٹنڈنٹ فیاض بھی جانتا تھا کہ اگر یہ اصل عمران نہیں ہے تو پھر یہ خود تو اس کے متعلق بتائے گا نہیں۔ چنانچہ اس نے روشن خندان سے اُسے دوبارہ فوراً دیکھنے کا پُر دگرام بنایا۔ یہ خیال آتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اور اس نے دروازہ اندر سے لاک کر دیا اور پھر واپس آکر اس نے بنگ کے ساتھ پڑی ہوئی۔۔۔ میز کو اٹھا کر بلیک پر رکھا۔ اور ایک کرسی اٹھا کر میز پر رکھ دی۔ لیکن اب مسئلہ تھا اس میز اور پھر اس کرسی پر چڑھنے کا کیونکہ بلیک پر پیچھے ہوئے قوم کی وجہ سے میز تھو تھی۔ سو پر فیاض نے چند لمحوں تک اور کوئی تجویز سوچنے کی کوشش کی۔ لیکن جب اور کوئی ترکیب اس کی سمجھ میں نہ آئی تو اس نے بھی ترکیب پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے دیوار کو پکڑا اور پھر

”اوه۔۔۔ یس سر۔۔۔ میں ایکسٹریئر سنگھ بول رہا ہوں۔ میں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض سے ایک انتہائی اہم بات معلوم کر لی ہے۔“
عمران کے منہ سے اجنبی سی آواز سنائی دی۔ اور سوپر فیاض کا دماغ پلک سے اڑ گیا۔

”یس سر۔۔۔ میں نے ایٹمی آبدھرمین شوگران کے صدر کے پہنچنے سے لے کر واپس آنے تک کے تمام اوقات معلوم کر لئے ہیں۔“
عمران نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے وہی اوقات دہرانے شروع کر دیئے جو سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اُسے بتائے تھے۔

”اور کے سر۔۔۔ میں خیال رکھوں گا۔ ویسے فیاض بالکل ہتھی آدمی ہے۔ آپ بے فکر رہیں اُسے کسی صورت شک نہیں پڑ سکتا۔“
میں دیئے محتاط رہوں گا۔“
عمران نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ لیکن اب معاملہ فیاض کی بعد اُشت سے باہر ہو چکا تھا۔ وہ ایک دھماکے سے دروازے کا دوسرا پٹ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے اسلم رضانے آواز سنتے ہی تیزی سے اٹھنا چاہا لیکن ابھی وہ اٹھا اٹھا تھا کہ دوبارہ دھڑام سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ یقیناً اس کے گھٹنے نے اس طرح اچانک سیدھا ہونے سے جواب دے دیا تھا۔ لیکن جب تک سوپر فیاض اس کے سر پر پہنچتا وہ دوبارہ اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

”عمران کہاں ہے۔“
سوپر فیاض نے اس کے سامنے

ایک پیراٹھا کر میز پر رکھا اور جب اچھل کر وہ اس پر دوسرا پیر رکھ کر چڑھنے لگا تو میز اور کسی اس بڑی طرح ہلکی کے سوپر فیاض کو پہلا پیر بھی ہٹانا پڑا۔ ورنہ وہ کرسی اور میز سمیت پلنگ سے نیچے جا کر مارتا۔ وہ پلنگ سے اترا۔ اس نے کرسی اٹھا کر واپس رکھی اور پھر میز کو بھی واپس فرسٹ پر رکھ کر وہ پلنگ کی ایک سائیڈ پر آیا۔ اور اس نے پلنگ کو دروازے کی طرف گھسیٹنا شروع کر دیا۔ نیچے فرسٹ پر قایلین سمجھا ہوا تھا۔ اس لئے پلنگ کے گھسیٹنے جانے سے کوئی آواز پیدا نہ ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ پلنگ ہٹا کر قایلین پر میز اور اس پر کسی رکھ کر اوپر چڑھے گا۔ لیکن پلنگ گھسیٹنے کے بعد لے خیال آیا کہ اب اس کا سر دوشخندان تک نہ پہنچ سکے گا۔ چنانچہ اس نے براہ راست عمران کے کمرے میں چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ تیزی سے مرکز دروازے تک پہنچا۔ اس کا لاک کھولا اور پھر دروازہ کھول کر باہر دہرا دی میں آ گیا۔ ساتھ والے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اور باہر دہرا دی میں بھی کوئی موجود نہ تھا۔ سوپر فیاض نے دروازے کو دبا کر چیک کرنے کی کوشش کی کہ عمران نے اُسے لاک کیلئے یا نہیں۔ لیکن دروازہ اندر سے لاک نہ تھا۔ اس کا ایک پٹ بے آواز کھٹ گیا۔ اور فیاض یہ دیکھ کر چونک پڑا۔ کہ عمران پلنگ پر سونے کی بجائے سائیڈ پر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اور اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر کانوں سے لگایا ہوا تھا۔ ابھی فیاض سوچ ہی رہا تھا کہ عمران کو متوجہ کرے کہ عمران چونک کر بول پڑا۔

رکتے ہوئے انتہائی تنگی پہنچے ہیں کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔۔۔“ اسلم رضانے برسی طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔

”میں پوچھ رہا ہوں عمران کہاں ہے۔ اور تم اس کے میک اپ میں کیسے یہاں پہنچے۔۔۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے انتہائی تنگی پہنچے میں کہا۔

اچانک گرنے کی وجہ سے۔۔۔ میز ایک کڑا کے سے ٹوٹ گئی۔ اور وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے اوپر نیچے قالین پر جا گرے لیکن نیچے والے آدمی کے حلق سے اس قدر بھیا ناک چیخ نکلی کہ جیسے اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض تو واقعی بکلی بنا ہوا تھا۔ نیچے گرتے ہی اس نے پوری قوت سے اس کی ناک پر ٹکرا دی۔ اور ساتھ ہی اس کا عقبی جسم فضا میں اٹھا۔ اور دوسرے لمحے اس کے دونوں حڑے ہوئے اٹھنے پوری قوت سے اس آدمی کی ناف پر پڑے اور اس آدمی کا چہرہ مسخ ہو گیا اور جسم ایک لمحے کے لئے مڑا ہوا پھر ساکت ہو گیا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض تیزی سے اٹھا اور پھر وہ دوڑتا ہوا داپس دروازے کی طرف بڑھ گیا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور اسے خطرہ تھا کہ کسی بھی لمحے کوئی اندر آجائے گا۔ اس نے دروازہ بند کر کے اسے لاک کیا اور پھر اس نے اس طرف دوڑ لگا دی جہاں اس آدمی کا سائینسر لگا رہا اور اس کے ہاتھ سے نکل کر گر اٹھا۔ ریوالور قبضے میں لیتے ہی سپرنٹنڈنٹ فیاض اس آدمی کی طرف پہنچا۔ اس نے جھک کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اور اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے آثار ابھرائے۔ کیونکہ وہ آدمی جس نے فون پر اپنا نام ایکٹر شیر سنگھ بتایا تھا مگر انہیں تھا بلکہ ہوش تھا۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض نے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر تھک کر اس نے بے ہوش شیر سنگھ کی ٹانگ پکڑ لی اور اُسے گھسیٹتا ہوا ہاتھ ہاتھ دوم کی طرف لے گیا۔ اس نے ہاتھ دوم میں جا کر شیر سنگھ

لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فہرہ مکمل ہوتا اسلم رضا کا بازو بچا جیسی تیزی سے حرکت میں آیا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے چہرے پر زور داکر مڑا۔ اور فیاض چیخا ہوا الٹ کر پشت کے بل نیچے قالین پر گر ا۔

”اب تم بھی ملو۔ اب مہتابا دے میک اپ میں بھی جا رہی آدمی جانے گا۔۔۔“ اسلم رضانے غراتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے جیب سے سائینسر لگا ریوالور نکال لیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ فارکڑتا قالین پر گر ا ہوا۔۔۔ سو پر فیاض ایک گھنٹ کسی مینڈک کی طرح پھدکا اور اس نے دونوں ٹانگیں اس کے گھٹنوں پر مائل کر کے آدمی کے ریوالور سے ٹھک کی آواز کے ساتھ گولی تو نکلی لیکن اپنی ضرب گھٹنے کی وجہ سے اس کا جسم پیچھے کو جھکا تھا اس لئے گولی چھت سے ٹکرائی اور وہ آدمی چیخا ہوا پشت کے بل کسی سے ٹکراتا جوازیم پر جا گر ا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر ایک طرف جا کر اٹھا۔ فیاض نے ضرب لگا کر تیزی سے ٹانگیں سیٹیں۔ اور دوسرے لمحے وہ اٹھ کر کسی عتاب کی طرح اڑتا ہوا اس آدمی پر جا گر ا۔ اور اس کے

کو چیز کو ڈیر بٹھا دیا۔ اور خود واپس کمرے میں آکر اس نے الماری کی تلاشی یعنی شروع کر دی۔ الماری میں وہی لباس اور سامان موجود تھا جو عمران ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے اس سامان کی تلاشی یعنی شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد اسے جیک میں سے ایک کاغذ ملا جس پر ایک فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ اس نے وہ کاغذ جیب میں ڈالا اور پھر بیک کی سائیڈ جیب سے اُسے نانکوں کی انتہائی باریک لیکن مضبوط رسی کا لچھا دستیاب ہو گیا۔ اس نے وہ رسی اٹھائی اور واپس ہاتھ روم میں آ گیا۔ شیر سنگھ ابھی تک چیز کو ڈیر پڑھے میٹر سے انداز میں پڑا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بڑی جہالت سے اس کے ہاتھ۔ اور پیروں کے ساتھ ساتھ باقی جسم بھی چیز کو ڈکے ساتھ اچھی طرح بانڈھ دیا۔ پھر اس نے ہاتھ روم کا دروازہ بند کیا اور داش مین کا ٹل کھول دیا۔ اس نے ایک ڈبہ اٹھایا۔ اُسے پانی سے بھرا اور ڈبے کا پانی بے ہوش شیر سنگھ کے سر اور چہرے پر انڈیل دیا۔ ٹھنڈے پانی کی وجہ سے چند لمحوں بعد ہی شیر سنگھ کے جسم میں حرکت محسوس ہوئی اور پھر اس نے کمرے سے ہوتے آنکھیں کھول دیں۔

”تمہارا نام شیر سنگھ ہے اور تم کا فرستان اٹیلی جنس میں انیکہ ہو۔ یہ تو مجھے معلوم ہے، لیکن اب بتاؤ کہ تم نے عمران کی جگہ کیسے لی۔ اور عمران کہاں ہے۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے جیب سے سائینر لگا رول اور نکال کر شیر سنگھ کی دونوں آنکھوں کے درمیان اس کی نال رکھ کر غراتے ہوئے کہا۔

”مہم میں نہیں جانتا۔ کچھ نہیں جانتا۔ میں اسلم رضا ہوں۔“

شیر سنگھ نہیں ہوں۔“ شیر سنگھ نے ہونٹ بیچھے ہوئے جواب دیا۔

”تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں نے تمہیں کیسے بے بس کر دیا ہے میرا نام سپرنٹنڈنٹ فیاض ہے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض۔ اور مجھے پاکشتا اٹیلی جنس میں قصائی کہتے ہیں۔ سمجھے۔ تمہیں مجھ پر حملہ کرنے کا موقع اس لئے مل گیا تھا کہ میں فوری طور پر یہ فیصلہ نہ کر سکا تھا کہ تم عمران کے کوئی ساتھی ہو یا دشمن۔ لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم دشمن ہو۔ اس لئے ابھی چند لمحوں کے اندر ہی تمہارے جسم کی ایک ایک بوٹی علیحدہ ہو جائے گی۔ دشمنوں کے لئے میں واقعی قصائی ہوں۔“

سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ایچے میں غراہٹ اور زیادہ بڑھ گئی۔
”میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے مار ڈالو۔ گولی مار دو۔ میں کچھ نہیں جانتا۔“ انیکہ شیر سنگھ نے اُسی طرح ہونٹ بیچھے ہوئے کہا۔

”واہ۔ اتنی آسانی سے مار ڈالوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ فیاض نے جواب میں غراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رول اور ایک سائیڈ پر رکھا اور مگر اس نے سائیڈ میں پڑا ہوا ٹھوس ٹکڑا کرنے والا برش اٹھایا۔ یہ برش انتہائی سخت تاروں کا بنا ہوا تھا۔ اور اس کا ہینڈل خاصا لمبا تھا۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بڑے اطمینان سے برش کو شیر سنگھ کے چہرے پر زور سے اس طرح رکھنا شروع کر دیا۔ جیسے وہ کسی انسانی چہرے کی بجائے کسی لوسے کی ملیٹ کا زنگ اتارنے کے لئے ڈگرانی گوربا ہو۔ ہاتھ روم شیر سنگھ کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بڑے

مرد کے جانے اور اوقات کے بارے میں پوچھ گچھ کر سکیں۔ میں نے اسلم رضا کے میک اپ میں مہارے ساتھ واپس پاکیشیا جانا تھا۔ تاکہ دماغ سے اس بارے میں معلومات حاصل کر کے یہاں بھیجوں۔ لیکن میں نے تم سے بات کی تو تم نے وہ اوقات بتا دیئے۔ اور میں نے اپنے باس سپرنٹنڈنٹ پر دیپ کو فون کر کے بتا دیا۔ بس اتنی بات جانتا ہوں کہ تم آگئے۔ شیر سنگھ نے

ڈوبتے ہوئے پہچے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا سر ایک سائیڈ پر ڈھلک گیا وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے برش ایک طرف پھینکا اور دھیر سائیڈ میں پڑا ہوا رولوا اٹھا کر اس نے اس کی نال بے ہوش شیر سنگھ کی کنبٹی سے لٹکائی اور ٹریگر دبا دیا۔ ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی شیر سنگھ کی کھوپڑی کے ہزاروں ٹکڑے ادھر ادھر بکھر گئے۔ اور رسیوں سے بندھے ہوئے شیر سنگھ کا جسم جو ہلکے ہلکے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا ایک جھٹکا کھا کر ساکت ہو گیا۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض نے دیوالو رجب میں ڈالا اور اٹھ کر ہاتھ روم سے باہر آگیا۔ اب اس کے لئے مسئلہ تھا کہ وہ عمران کو انٹیلی جنس کے میٹرکوارٹر سے کیسے رہائی دلائے۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ آخر یہ سب چکر کیا ہے۔ کافرستان دالے ان اوقات کو معلوم کر کے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہاں مہمان تھا۔ اس لئے ظاہر ہے وہ خود تو کوئی کارروائی نہ کر سکتا تھا۔ ادھر اب شیر سنگھ کی لاش بھی اس کے لئے مسئلہ بن گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اُسے خیال آیا کہ وہ ٹیلی فون کر کے سر رحمان کو ساری صورت حال

الحمینان سے اپنی کارروائی کو جاری رکھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہاتھ روم کے بعد کمرہ آتا ہے اور کمرہ بند ہے اور اس کے ساتھ ہی داش میں میں بیٹھنے والے پانی کے شور کی وجہ سے شیر سنگھ کی چیخیں باہر سنائی نہ دیں گی۔ شیر سنگھ کا پورا جسم بڑی طرح پھڑکنے لگا تھا۔ اس کے ہرے کی کھال اس طرح برش کے سخت تاروں سے ادھر دھر رہی تھی کہ جیسے ایک ایک ریشہ خنجر سے علیحدہ کیا جا رہا ہو۔

”یہی عمل پورے جسم پر ہوگا۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اس طرح الحمینان سے کہا جیسے اُسے اس عمل سے دلی مسرت ہو رہی ہو۔

”جتاتا ہوں۔ جتاتا ہوں۔“ شیر سنگھ نے ڈوبے ہوئے پہچے میں کہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہٹایا۔ شیر سنگھ کی ناک رمنہ۔ دونوں گالوں سے گوشت کے رینے ٹھک رہے تھے۔ برش کی تاروں پر خون کے ساتھ ساتھ کھال کے بے شمار پرزے چمٹے ہوئے تھے۔ اور شیر سنگھ کی ناک کی ہڈی کے ساتھ ساتھ اس کے جڑے اور دانت بھی نکلنے لگ گئے تھے۔ اس کا کلیہ انتہائی دہشت ناک ہو گیا تھا۔

”بتاؤ۔ ورنہ اس باگردن پر کام شروع کروں گا۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے گردن پر برش رکھتے ہوئے سرد پہچے میں کہا۔

”میں عمران کو نہیں جانتا۔ اسلم رضا کے میک اپ میں مجھے بھیجا گیا تھا۔ اور اسلم رضا کو چیف باس نے اپنے میٹرکوارٹر میں منگوایا ہے۔ تاکہ وہ دماغ اس سے ایٹمی آبدوزیں شوگران کے

میں کہا۔

”اودہ اودہ — سپرنٹنڈنٹ فیاض آپ بھی فرمائیے۔“
 دوسری طرف سے بولنے والے نے تیز تیز پہلے میں کہا۔
 ”میں نے پوچھا ہے کہ آپ علی عمران کو جانتے ہیں یا نہیں اور
 اگر جانتے ہیں تو کیسے جانتے ہیں۔“ — سپرنٹنڈنٹ فیاض نے
 جھلا کر کہا۔

”اودہ فیاض صاحب۔ کھل کر بات نہیں کی جاسکتی۔ البتہ آپ
 کے اطمینان کے لئے ایک نام لے دیتا ہوں۔ اسلم رضا۔ ڈپٹی
 سپرنٹنڈنٹ۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض
 کی آنکھیں حیرت سے پھیلی گئیں۔ اشارہ بتا رہا تھا کہ دوسری طرف
 سے بولنے والا نہ صرف عمران کو جانتا ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ عمران
 فیاض کے ساتھ اسلم رضا کے میک اپ میں ساتھ آیا ہے۔
 ”ٹھیک ہے۔ عمران کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اس کے سامان سے
 ایک کاغذ پر یہ فون نمبر لکھا ہوا ہے۔ میں نے سوچا کہ دیکھوں
 کس کا نمبر ہے۔ تم اپنا نام تو بتاؤ۔“ — سپرنٹنڈنٹ فیاض نے کہا۔
 ”عمران صاحب کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ کب۔ کیسے۔ پلیز پوری
 تفصیل بتائیں۔ میرا نام مت پوچھیے۔ صرف آپ کے اطمینان کے
 لئے استابتا دیتا ہوں کہ عمران صاحب جس محکمے کے لئے کام کرتے
 ہیں۔ میں یہاں اس محکمے کا آدمی ہوں۔“ — دوسری طرف سے
 بولنے والے نے کہا۔

”اودہ۔ اچھا اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ اودہ۔ پھر تو اچھا ہوا۔ سنو عمران

سے آگاہ کر دے۔ اس کے بعد سر رحمان جیسے حکم دیں۔ لیکن اسی لمحے
 اُسے عمران کے بنگ سے ملنے والے اس کاغذ کا خیال آ گیا جس پر
 اس کے خیال کے مطابق لکھے ہوئے ہند سے فون نمبر ہی ہو سکتے تھے۔
 اب یہ تو اُسے معلوم نہ تھا کہ یہ فون نمبر پاکیشیا کا ہے یا افغانستان کا۔
 لیکن اس نے کوشش کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے ایک
 طرف تپائی پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور پھر حیب سے
 وہ کاغذ نکال کر سائیڈ پر رکھا اور کاغذ پر لکھے ہوئے نمبر گھمانے لگا۔
 دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر کسی نے رسیور
 اٹھالیا۔

”یس۔ راجیش ٹریڈرز۔“ دوسری طرف سے ایک بھاری
 سی آواز سنائی دی اور سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بے اختیار ایسا نہ
 بنایا جیسے کوئین کی کرؤی گولی کسی نے زبردستی اس کے حلق میں ڈال
 دی ہو۔

”علی عمران کو جانتے ہیں آپ۔“ — سپرنٹنڈنٹ فیاض نے
 اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

”علی عمران۔ اودہ۔ کون صاحب بول رہے ہیں۔“ دوسری
 طرف سے بولنے والا عمران کا نام سن کر اس طرح چونکا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ
 فیاض اس کے پہلے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ عمران کو جانتا ہے۔

”میں فیاض بول رہا ہوں سنٹرل انٹیلی جنس آف پاکیشیا کا سپرنٹنڈنٹ
 میں یہاں افغانستان میں سرکاری دورے پر آیا ہوا ہوں۔“ —
 سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اپنی عادت کے مطابق بڑے فخرانہ پہلے

سپرٹنڈنٹ فیاض نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ویسور دکھا۔ اور پھر واپس دواڑے کی طرف بڑھ گیا۔ اب اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے آثار موجود تھے۔ وہ عمران والے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں پہنچا ہی تھا کہ یک لحظہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور دو مسلح افراد اندر داخل ہوئے۔

"خیر دا۔۔۔ ہاتھ اٹھاؤ۔ درنہ۔۔۔ آنے والوں میں سے ایک نے انتہائی گرجتہ بلجے میں کہا۔ اور فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

"کیا مطلب۔۔۔ کون ہو تم۔ جانتے نہیں ہو کہ میں....."

پھر فیاض نے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم کون ہو۔ لیکن اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔" مسلح آدمی نے آگے بڑھتے ہوئے پہلے سے زیادہ گرجتہ بلجے میں کہا۔ اس کا اوجہ ادب چہرہ صاف چٹنی کھارہا تھا کہ اگر سپرٹنڈنٹ فیاض کو بندھنوں کی بھی دیوہوئی تو اس نے مشین گن کا فائر کھول دینا ہے اس نے فیاض نے ہونٹ کاٹتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

"دیوار کی طرف منہ کرو۔" اُسی آدمی نے کہا۔ اور فیاض نے ونا دیوار کی طرف منہ کر لیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ دیوار کی طرف گھوما اچانک اس کی کھوپڑی پر ضرب پڑی اور وہ بے اختیار چپٹا ہوا لگا کھا کہ منہ کے بل دیوار سے ٹکرایا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ بے ہوش ہو سکی ضرب پڑی اور سپرٹنڈنٹ فیاض کے ذہن میں ناپتہ ہوئے بات بگڑنے لگی۔ ایک تخت تار کی میں ڈوب گئے۔

کو یہاں سے اغوا کیا گیا ہے۔ اس کی جگہ اس کے میک اپ میں ایک ان پکڑ کو یہاں بھیجا گیا۔ لیکن وہ میری عقابانی نظروں سے کیسے بچ سکتا تھا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا۔ اور پھر میں نے اس سے معلوم کر لیا۔ اس نے بتایا ہے کہ عمران کو یہاں ملٹری انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر میں لے جایا گیا ہے۔ وہ ان پکڑ ختم ہو گیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اُسے واپس سے نکالا جائے۔" سپرٹنڈنٹ فیاض نے کہا۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں بندوبست کر لوں گا۔ بے فکر رہیں۔ آپ سب باتوں سے غیر متعلق ہو جائیں جیسے آپ کو علم ہی نہ ہو۔ میں ان پکڑ کی لاش بھی اٹھاؤں گا۔ بے فکر رہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔

"لیکن کیسے۔۔۔ یہ مجھے تو پتہ چلے۔" سپرٹنڈنٹ فیاض نے حیران ہو کر کہا۔

"اس کو پھوڑیں۔ میرے آدمی یہاں موجود ہیں۔ وہ سب سنبھال لیں گے۔ آپ اپنے کمرے سے بات کر رہے ہیں۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جی نہیں۔ میں عمران کے کمرے سے بات کر رہا ہوں۔ وہ ان پکڑ کی لاش ہاتھ دوم میں ہے۔" سپرٹنڈنٹ فیاض نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ واپس اپنے کمرے میں چلے جائیں۔ کمرے کا دروازہ لاک نہ کریں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ گڈ بائی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

مسٹر شاگل۔ آپ اپنی رپورٹ دیکھئے۔۔۔۔۔ وزیر اعظم صاحب نے
تمہیدی فقرے کہنے کے بعد شاگل سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔ آپ کے حکم کے مطابق میں نے نقلی انونٹری گروپ
پاکیشیا کی ایٹمی آبدوز تک پہنچا دی اور کسی کو شک نہ ہو سکا۔ لیکن
واپسی پر جب میں نے جناب راجیش وکرم صاحب سے بات کی تو
انہوں نے مجھے اپنے ہیڈ کوارٹر بلوایا۔ وہاں پہنچے پر معلوم ہوا کہ
پاکیشیا والوں کو کسی طرح اصل انونٹری گروپ کی عدم موجودگی کا نہ
صرف پتہ چل چکا ہے بلکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ساری ٹیم یہاں
پہنچ چکی ہے۔ راجیش وکرم صاحب نے تو اپنے طور پر ایٹمی جنس وفد
کے آدمی اسلم رضا کو اغوا کیا تھا۔ تاکہ اس سے شوگر ان کے صدر
ہائیٹی آبدوز کے دورے کے اوقات معلوم کئے جاتیں۔ کیونکہ
ابتدائی بات چیت میں ان کا اندازہ تھا کہ اسلم رضا صاحب کو
ان اوقات کا علم ہے۔ اور انہوں نے اس کی جگہ نقلی اسلم رضا
صاحب کو بھیج دیا تھا۔ لیکن وہاں اچانک یہ انکشاف ہوا کہ یہ
اسلم رضا نہیں بلکہ پاکیشیا کا سب سے خطرناک ایجنٹ علی عمران
ہے۔ یہ انکشاف اس طرح ہوا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ایک
گروپ اصل انونٹری گروپ حاصل کرنے کے لئے نیوی کی خفیہ
ایجنٹ رنگ لیبارٹری میں داخل ہوا۔ لیکن وہاں موجود چیف آفیسر نے
انہیں جکڑ دے کہ باہر نکال دیا۔ لیکن پھر اس کی طاقت کی وجہ سے
اس گروپ کو پتہ چل گیا کہ اصل انونٹری گروپ لیبارٹری میں موجود
ہے۔ انہوں نے ٹرانسپیر پر عمران سے بات کوئی چاہی کہ عمران

سٹارٹ سے ہال کمرے میں ایک بیضوی میز کے گرد کرسیوں
پر تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ جب کہ ایک کرسی خالی تھی۔ ان میں
سے ایک کرسی پر شاگل دوسری پر ایٹمی جنس کا چیف راجیش وکرم
اور تیسری کرسی پر ایک بوڑھا سا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ جس کی آنکھوں پر
موٹے شیشوں کی عینک لگی ہوئی تھی۔ وہ سب خاموش بیٹھے ہوئے
تھے۔ چند لمحوں بعد کمرے کا اکھوٹا دروازہ کھلا اور کافرستان کے
وزیر اعظم اندر داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی وہ چاروں مؤدبانہ
انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

”تشریف رکھیے۔“ وزیر اعظم نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں
ان چاروں سے کہا اور خود بھی وہ خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مجھے آپ کی رپورٹیں مل چکی ہیں۔ لیکن معاملے کی اہمیت کے
پیش نظر میں نے سوچا کہ اس بارے میں تفصیل سے بات ہو جائے

پاکستان میں اطلاع کر دے کہ نقلی انونٹری گروپ آبدوز میں لگا کر جانی ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ عمران ہمارے سامنے بے بس پڑا تھا۔ یہ کال ہم نے مسیو کی۔ اور پھر میں نے اس گروپ کو واپس لیبارٹری میں جانے سے نہ صرف روک دیا بلکہ انہیں ٹریپ کر کے قید کر لیا۔ اس دوران ایک اور واقعہ پیش آیا۔ ہم نے ہیڈ کوارٹر کے عقب میں موجود ایک مشکوک آدمی کو ٹریپ کر لیا۔ اس پر ہم نے گے پکڑا تو مزید چیکنگ پر سامنے کے رخ پر بھی ایک آدمی ٹریپ ہوا۔ اس نے کچھ فاصلے پر کھڑی گاڑی میں بیٹھ جوتے دو افراد سے بات کی تھی جن میں ایک عورت اور ایک مرد تھا۔ چنانچہ ان سب کو ٹریپ کر لیا گیا۔ یہ بھی سیکورٹ سروس کے لوگ تھے۔ راجیش دکر صاحب نے اسلم رضا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے فون ایکس چینج میں ٹریپ کرنے کا نندوبست کیا تھا۔ وہاں سے پتہ چلا کہ اس اسلم رضا یعنی عمران نے پاکستان میں کال کی ہے۔ اس کا ٹیپ منگوا لیا گیا تو معلوم ہوا کہ عمران نے وہاں نیوی کے ایڈمرل سے بات کی ہے اور اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ کیا آبدوز سے انونٹری گروپ غائب بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ وہاں اس کی ہمارے ہی آدمی سے بات ہوئی جس نے اُسے یقین دلادیا کہ انونٹری گروپ موجود ہے۔ وہ غائب نہیں ہوئی۔ اس سے سادی صورت حال بدل گئی۔ اس دوران ایک اور واقعہ پیش آیا کہ اسلم رضا کے میک اپ میں موجود انپکٹر شیر سنگھ نے اطلاع دی کہ اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض سے آبدوز میں شوگمان کے صدر کے اوقات معلوم کر لئے

ہیں۔ اس نے ہمیں یہ اوقات بتا دیئے۔ لیکن پھر فوراً ہی بعد ایکس چینج سے بتایا گیا۔ کہ اسلم رضا والے فون سے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے فون کیل ہے اور عمران کا ذکر آیا ہے۔ ہم اس اطلاع پر چونکے اور ہم نے ٹیلی فون پر پی ٹی بی ٹیپ سنی تو ہمیں معلوم ہوا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کو ہمارے آدمی کی اصلیت کا علم ہو گیا ہے۔ اور اس نے ہمارے آدمی پر تشدد کر کے اس سے عمران کے اغوا اور اس کے انٹیلی جنس ہیڈ کوارٹر لے جانے جلنے کے متعلق معلوم کر کے اُسے ہلاک کر دیا ہے۔ اس پر ہم نے فوری ایکشن لیا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھی اغوا کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے اس فون نمبر کو ٹریپ کر کے وہاں فوری چھاپہ مارا تو وہاں سے بھی سیکورٹ سروس کا اہم ترین ایجنٹ اور اس کے چار ساتھی پکڑ لئے گئے۔ اب یہ سارے لوگ ہمارے پاس موجود ہیں۔ چونکہ یہ سب انتہائی خطرناک لوگ ہیں اس لئے میں نے انہیں طویل بے ہوشی کے انجکشنز لگا دیئے ہیں تاکہ آپ سے مزید احکامات ملے کہ بعد میں فیصلہ کیا جائے۔" شاگل نے پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔۔۔ تو یہ ہے تفصیلات۔ یہ تو انتہائی اہم تفصیلات ہیں۔ آپ نے تو مجھے رپورٹ میں یہ تفصیلات نہیں دی تھیں یہ تو اچھا ہوا کہ میں نے تفصیلی میٹنگ کال کر لی۔" وزیر اعظم صاحب نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"۔۔۔ رپورٹ میں تو اہم پوائنٹس ہی بتائے جاسکتے ہیں۔" شاگل نے جواب دیا۔

یہ گروپ کانفرنس کے قبضے میں ہے۔ چنانچہ وہ فوراً ہی ٹیم کے کہ یہاں آگیا۔ یہاں ٹیم کے دو یا تین گروپ بن گئے۔ ایک گروپ نے انونٹری گروپ حاصل کرنے کے لئے لیبارٹری پر چھاپہ مارا۔ دوسرا عمران کی نگرانی کرتا رہا۔ عمران خود اسلم رضا کے میک اپ میں یہاں بیٹھ بیٹھ فیاض کے ساتھ سرکاری وفد میں شامل ہو کر آیا۔ یہاں رابیش و کریم صاحب سے ابتدائی بات چیت میں اس کے ذہن میں کوئی ایسی بات آئی جس سے وہ اس بات سے ہی مشکوک ہو گیا کہ کیا واقعی انونٹری گروپ غائب بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ چنانچہ اس نے فون پر اس کی تصدیق کی۔ وہاں سے اُسے پتہ چلا کہ انونٹری گروپ تو موجود ہے غائب نہیں ہوئی۔ لیکن یہاں ہماری خوش قسمتی آڑے آگئی کہ کریم صاحب نے اُسے اغوا کر لیا۔ اس طرح سیکورٹ سروس کے اس گروپ کی کال اُسے نہ مل سکی جس سے اُسے پتہ چلتا کہ انونٹری گروپ نہ صرف غائب کر دی گئی ہے بلکہ اس کی جگہ نقلی گروپ بھی لگا دی گئی۔ اگر یہ کال عمران کو مل جاتی تو ہماری ساری پلاننگ ہی ختم ہو جاتی۔ اس لئے سر میں نے اس گروپ کو ٹریپ کر لیا۔ اس طرح یہ معلومات اگلے نہ بڑھ سکیں اگرچہ انہیں فوری طور پر ٹریپ نہ کر لیتا تو ہو سکتا تھا وہ یہ معلومات پکیشیا میں اپنے چیف ایکٹو تک پہنچا دیتے۔ تب بھی ہمارا پلان ختم ہو جاتا۔ شاگل نے کہا اور وزیر اعظم کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

”ادہ۔ ویسی گٹ مٹر شاگل۔ آپ کا تجزیہ واقعی بے حد درست ہے۔ مجھے خیر ہے کہ ہماری سیکورٹ سروس کے چیف اس قدر

”آپ کی رپورٹ واقعی انتہائی اہم ہے۔ اس میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ پکیشیا والوں کو اصل انونٹری گروپ کی عدم موجودگی کا نہ صرف علم ہو گیا بلکہ وہ اس کے حصول کے لئے صحیح جگہ بھی پہنچ گئے۔ اور آپ کی رپورٹ کے مطابق انہیں وہاں سے نہ صرف اصل انونٹری گروپ کا پتہ چل گیا بلکہ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نقلی انونٹری گروپ آبدوز میں لٹائی جائے گی۔ لیکن دوسری طرف آپ نے بتایا ہے کہ اس عمران نے ایڈمرل سے اور پھر اس کے ذریعے سے ہمارے آدمی سے یہ تصدیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ کیا آبدوز سے انونٹری گروپ غائب بھی ہوئی ہے یا نہیں یہ دونوں ہی متضاد باتیں ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے اور میرے خیال میں اس پوائنٹ پر ہماری ساری پلاننگ کا دارومدار ہے۔“

وزیر اعظم صاحب نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”سر۔ میں نے بھی اس بات پر غور کیا ہے۔ میں چونکہ سیکورٹ سروس کا چیف ہوں اس لئے میں نے اپنے انداز میں تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ عمران بھی سیکورٹ سروس کا آدمی ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے اس نے بھی یہی سوچا ہو گا۔“ شاگل نے کہا۔

”آپ بات کریں تہذیب میں مت جائیں۔“ وزیر اعظم نے خشک لہجے میں کہا۔

”سر۔ میرے خیال میں ہوا اسے ہے کہ عمران کو پتہ چلا کہ ایٹمی آبدوز سے انونٹری گروپ غائب کر دی گئی ہے۔ اور

توان کا خیال ہی تھا کہ انوسٹری گروپ غائب ہے۔ اب یہ تو عمران نے تصدیق کی ہے کہ گروپ غائب نہیں ہے۔ سیکرٹ مردس کے چیف کو تو کسی بات کا علم نہیں۔ وہ تو اسے غائب ہی سمجھے گا۔ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ شوگران کے صدر کے ایچی آبدوز کے محلے میں رکاوٹ ڈال دے۔ یا اسے مؤخر کر دے۔ ایسی صورت میں بھی تو ہمارا سارا پلان بالکل ہی ختم ہو کر رہ جائے گا۔ ایک بات، دوسری بات یہ کہ پائیکشیا انشلی جنس کے چیف سر رحمان کسی بھی وقت سپرنٹنڈنٹ فیاض سے بات کریں اور سپرنٹنڈنٹ فیاض موجود نہ ہو تو پیکر کیا نتیجہ نکلے گا۔۔۔ وزیر اعظم نے کہا۔ اور شاگل کی آنکھیں پھلنے لگیں واقعی اس نے اس پہلو پر تو غور ہی نہ کیا تھا۔

”سر۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض اور اسلم رضا کی جگہ تو ہمارے آدمی واپس جا سکتے ہیں۔ ہو کر سر رحمان کو بخوبی مینڈل کر دیں گے۔ کیونکہ وہ اس فیملی کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور جب ہمارا پلان مکمل ہو جائے گا تو یہ اچانک وہاں سے غائب ہو جائیں گے۔ اس کے بعد پائیکشیا ان کی محشدگی کے بارے میں کیا سوچتا ہے اور کیا نہیں اس سے ہمارا کوئی تعلق نہ ہو گا۔۔۔“ راجش کو کم نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کا مسئلہ تو اس طرح حل ہو سکتا ہے۔ لیکن میں بھی ایک اہم رکاوٹ ہے آپ نے غور نہیں کیا کہ اسلم رضا اصل اسلم رضا نہیں ہے بلکہ اس کے میک اپ میں عمران آیا ہے۔ میں نے جب نقی اسلم رضا واپس جانے کا تو ظاہر ہے اسے

ذہین ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا پلان اب مکمل طور پر محفوظ ہو چکا ہے۔ پائیکشیا والوں کو علم ہی نہیں کہ اصل انوسٹری گروپ کی کجائی نقی گروپ لگ چکی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب شوگران کے صدر وہاں جائیں گے اور ان کے سامنے جب اسے آپریٹ کیا جائے گا تو نتیجہ ہماری مرضی کے مطابق برآمد ہو گا۔“ وزیر اعظم نے مسرت سے چپکتے ہوئے کہا۔

”یہ سر۔ ٹائمنگ بھی ہم نے سپرنٹنڈنٹ صاحب سے معلوم کر لے ہے اس لئے اب آسانی سے صحیح وقت پر اس نقی گروپ کو آپریٹ بھی کیا جا سکتا ہے۔“ شاگل نے فخریہ لہجے میں کہا ”کیوں مسٹر سریش۔ کیا آپ نے اسے بروقت آپریٹ کرنے کے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔“ وزیر اعظم نے راجش کو کم کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ سر۔ ہم نے پہلے ہی مکمل انتظامات کر لئے تھے۔ صرف ہمیں وقت چاہیے تھا وہ اب مل جائے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ تمام پلان بالکل صحیح طریقے سے مکمل ہو جائے گا۔“ بوڑھے سریش نے سر ملائے ہوئے بوڑھے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ بات تو طے ہو گئی۔ اب آئیے دوسرے پہلو کی طرف۔ سیکرٹ مردس کی ٹیم ہمارے قفسے میں ہے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھی اغوا کر لیا گیا ہے۔ اب سوچئے کہ پائیکشیا سیکرٹ مردس کے چیف کو جب ان کے اچانک غائب ہونے کا علم ہو گا تو کیا وہ چونکے گا نہیں۔ جب عمران یہاں آیا اور سیکرٹ مردس کی ٹیم آئی

واقعی یہ عجیب و غریب قسم کا گورکھ دھندہ بن گیا تھا۔ جس کا کوئی حل ان کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔
 "کیا آپ میں سے کوئی عمران کے بچے میں بات کرنے پر قادر ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وزیر اعظم نے پوچھا۔
 "میں کہ۔۔۔ میرا ایک اسسٹنٹ ایسے کام کا ماہر ہے۔ میں اسے مزید بریف کر دوں گا۔" شاگل نے جواب دیا۔
 "تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ اپنے اسسٹنٹ کو بریف کر کے اسلم رضا والے کمرے میں رکھیں گے اور سیکرٹ سروس کے سارے ارکان کو اس سپرنٹنڈنٹ سمیت گولیوں سے اڑا دیں۔ ظاہر ہے جب ان سے رابطہ قائم نہ ہوگا تو سیکرٹ سروس کا چیف عمران سے بات کرے گا تو دماغی عمران کی بجائے آپ کا اسسٹنٹ اس سے بات کرے گا۔ وہ۔۔۔ اُسے یہی بتائے گا کہ اصل انوشری گپ غائب ہی نہیں ہوئی۔ اس طرح وہ مطمئن ہو جائے گا۔ اور ہمارا پلان مکمل ہو جائے گا۔" وزیر اعظم نے ایک حل پیش کرتے ہوئے کہا۔

"۔۔۔ ایسا نہ کیا جائے کہ میرا اسسٹنٹ خود یہاں سے ایک ٹوکوفون کر کے یہ بات بتا دے۔ ہمارے پاس ایڈمرل اور ہمارے آدمی عمران کی ہو۔ نردالی بات حیت کا ٹیپ موجود ہے۔ اس کی روشنی میں گفتگو کی جاسکتی ہے۔ اس طرح وہ ٹوک پوری طرح مطمئن ہو جائیں گے۔" شاگل نے کہا۔
 "ادہ ہاں۔ ایسا ممکن ہے۔ لیکن چیف کا نمبر۔۔۔ وزیر اعظم

عمران کے بارے میں تو تفصیلات کا علم نہ ہوگا اس طرح سادی بات مکمل جائے گی۔" وزیر اعظم نے کہا اور راجیش وکرم کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھر آئے۔

پہلے اس کے بارے میں بعد میں سوچیں گے پہلے اس سیکرٹ سروس کے بارے میں بات ٹھکریں۔ یہ زیادہ اہم ہے سپرنٹنڈنٹ فیاض اور اسلم رضا والے حصے کو تو ہم کبھی پیشنگ کے بہانے پلان مکمل ہونے تک طویل کر سکتے ہیں۔ پھر ان کا یہاں ایک سینڈنٹ بھی تو ہو سکتا ہے۔" وزیر اعظم نے کہا۔ اور راجیش وکرم نے سر ہلا دیا۔

"سر۔۔۔ سیکرٹ سروس والی بات واقعی ابھی ہوئی ہے۔ ایسا نہ کریں سر کہ عمران سمیت سادی سیکرٹ سروس کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔ اور اس کی اطلاع ان کے چیف تک پہنچا دی جائے۔ اس طرح اُسے علم نہ ہو سکے گا کہ یہاں کیا ہوا ہے۔ اور پھر جب تک وہ اصل صورت حال تک پہنچے گا اور پلان مکمل ہو چکا ہوگا۔" راجیش وکرم نے اپنے دل کی بات کی۔

"لیکن عمران تو اسلم رضا کے میک اپ میں آیا ہے۔ اُسے ہم سیکرٹ سروس کے ساتھ نہیں مار سکتے اور جب چیف کو سیکرٹ سروس کے مرنے کی اطلاع ملے گی تو وہ لازماً عمران سے بات کرے گا۔ جو اس کے خیال کے مطابق اسلم رضا کے میک اپ میں ہے۔ اس طرح بات بگڑ جائے گی۔" وزیر اعظم نے جواب دیا۔ اور اس بار ان کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔

نے کہا۔

”وہ سر۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ کسی بھی سیکرٹ سروس کے ممبر پر تشدد کر کے یہ نمبر پوچھا جاسکتا ہے۔“ شاگل نے کہا۔
 ”اور کے۔ پھر یہ طے ہو گیا۔ شوگر ان کے صدر کے دورے میں باقی صرف ایک روز رہ گیا ہے۔ اس لئے آپ فوری طور پر یہ سب کچھ معلوم کر کے چیف کی تسلی کرا لیں۔ اور مسٹر سریش۔ آپ اپنے بلان پر پوری طرح جوکس رہیں۔ صبح وقت پر کام ہونا چاہیے۔ درندہ سادا بلان بے کار ہو جائے گا۔“ وزیر اعظم نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔“ بوڈھے سریش نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”مسٹر شاگل۔ پاکیشا سیکرٹ سروس کے چیف سے آپ کے اسسٹنٹ کی گفتگو کے بعد آپ فوڈا مجھے رپورٹ دیں گے تاکہ مجھے اس بلان کی کامیابی کے متعلق پوری طرح علم ہو جائے۔“ وزیر اعظم نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔“ شاگل نے اترنا اٹھتے ہوئے کہا۔ اور وزیر اعظم اُد کے کہہ کر واپس دروازے کی طرف مڑ گئے۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں۔ اور ساتھ ہی اس کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکل گئی۔ وہ چند لمحے تو لاشعوری طور پر کراہتا ہوا ساکت پڑا رہا۔ پھر اس کا شعور جاگ اٹھا۔ اور دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں اس طرح پھیلتی گئیں جیسے ابھی پرکھ کو نوں سے جا لگیں گی۔

”یہ کیا ہے۔۔۔ ادا یہ کیا ہے۔“ اس نے حیرت زدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس دقت ایک بڑے سے مال کمرے کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس مال کمرے کے فرش پر بے ہوش افراد تھوک کی تعدادیں پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک عورت تھی اور باقی مرد اور پھر عورت کو دیکھتے ہی فیاض جیسی طرح اچھلا کیونکہ وہ اسے پہچانتا تھا یہ جویا تھی جس کے

متعلق اُسے معلوم تھا کہ وہ سیکورٹ سروس سے متعلق ہے۔ وہ
عمران کے ساتھ کئی بار اس سے مل چکا تھا۔ ادا اس کے ساتھ ہی اس
کی نظریں گھومتی ہوئیں ایک چہرے پر رک گئیں۔

”ادہ عمران اصل چہرے میں“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے
بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دوڑنا ہوا عمران کی طرف بڑھا۔ اس
نے بے اختیار عمران کو جھجھوٹنا شروع کر دیا۔ لیکن عمران بدستور
بلے ہوش ہی رہا۔

”ادہ۔ ایک دو تین چار.....“ عمران کو ہوش
میں لانے میں ناکام ہونے کے بعد اس نے فرسش پر پڑے ہوئے
افراد کی باقاعدہ گنتی کرنی شروع کر دی۔ جویا کے علاوہ چودہ افراد
تھے۔ اور وہ سب کے سب عمران کی طرح ہی گہری بے ہوشی میں
ڈوبے ہوئے گھٹے تھے۔

”یہ سب کیا ہے۔ یہ کیا چکر ہے“ سپرنٹنڈنٹ فیاض
نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اس نے اب اس ہال کمرے کا
جائزہ لینا شروع کر دیا۔ کمرے کی ایک دیوار میں الماری نصب تھی۔
لیکن اس کے پرٹ بند تھے۔ وہ تیزی سے اس الماری کی طرف دوڑا۔
اور اس نے اس کے پرٹ کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ نہ جانے
کس طرح لاک تھے۔ کہ حرکت ہی نہ کر رہے تھے۔ نہ ہی ان کے درمیان
کوئی بھری تھی اور نہ کوئی لاک وغیرہ کا سوراخ۔ وہ واپس مڑا ہی تھا
کہ اچانک اُسے ہال کمرے کے اگلے خولادی دروازے کے باہر
کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور فیاض تیزی سے دروازے

کی طرف بڑھا۔ پھر جیسے ہی وہ دروازہ کے قریب پہنچا۔ ایک لمخت
دروازہ کھل گیا۔ اور فیاض بے اختیار دیوار کے ساتھ چمٹ گیا۔
دروازے کا پرٹ گھوم کر اس کے سامنے آ گیا۔ اس طرح وہ
دروازے کے پرٹ کے پیچھے پوری طرح چھپ گیا۔

”ہا۔ ہا۔ ہا۔“ آج میری زندگی کا سب سے خوش قسمت
دن ہے۔ دروازے سے کسی کے ہتھکے لگتی ہوئی آواز سنائی
دی۔ اور سو پر فیاض نے بے اختیار ہونٹ جھینچ لئے۔

”ان میں سے ایک کو ہوش میں لے آؤ تاکہ میں اس سے
ان کے چیف باس کا نمبر معلوم کر دوں۔ اور تم مشین گن لے کر
تیار ہو رامن۔ جیسے ہی میں اشارہ کر دوں تم نے ان سب کو گولیوں
سے چھلنی کر دینا ہے۔“ اسی آواز نے بڑے فخریہ لہجے میں
کہا۔

”یس باس۔“ ایک اور آواز سنائی دی۔

”باس۔ کے ہوش میں لے آنا ہے۔“ تیسری آواز
سنائی دی۔

”اس لوکی کو لے آؤ۔ یہ خوب صورت چیز ہے۔ اس پر تشدد
کرتے ہوئے بھی لطف آئے گا۔“ باس نے کہا۔ اور
اس کے ساتھ ہی قدموں کی آواز سپرنٹنڈنٹ فیاض کے سامنے
سے ہوتی ہوئی اس الماری کی طرف بڑھ گئی جسے کھولنے کی کوشش
وہ کر چکا تھا۔ سائیڈ سے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو ایک مسلح آدمی کی
پشت نظر آئی جو الماری کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

”باس۔ اس عورت کے علاوہ باقی کو گولی نہ مار دی جائے۔“ دوسری آواز نے کہا۔

”نہیں۔ میں انہیں اپنے ہاتھوں سے گولیاں ماروں گا۔ خاص طور پر اس عمارت کو۔ یہ شیطان ہے شیطان۔ اور شاید یہ زندگی میں پہلی بار اس طرح بے بس ہوا ہے۔“ باس کی آواز سنائی دی۔ المادری کی طرف جلتے دلتے آدمی نے المادری کی سائیڈ میں ایک جگہ ہاتھ رکھ کر اُسے دبایا تو المادری کا سالم پٹ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ المادری کے خاتون میں مختلف ادویات موجود تھیں اس آدمی نے ایک بڑی سی بوتل اٹھائی پتلی دراز سے ایک سرخ اٹھائی اور پھر اس بوتل میں سے اس نے تھوڑی سی مقدار اس سرخ میں بھری اور واپس پلٹ آیا۔

”باس۔ پرائم منسٹر صاحب کا فون آیا ہے۔ انہوں نے آپ کو فوری طلب کیا ہے۔“ اچانک دروازے سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”اوہ اچھا۔ ابھی اسے ہوش میں مت لاؤ۔ میں پرائم منسٹر صاحب سے مل کر ابھی واپس آ رہا ہوں پھر اسے ہوش میں لائیں گے۔ یہ خطرناک عورت ہے۔“ باس کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی تیز قدموں کی آواز دروازے کے باہر جاتی سنائی دی۔

”ہوں۔ باس اب ہمیں عورت سے ڈرانے لگ گیا ہے۔ یہ ہوش میں آ بھی گئی تو ہمارا کیا بگاڑ لے گی۔ ہوش میں لے آ رہیں۔ باس کے آنے تک کچھ باتیں ہی ہو جائیں گی۔“ وہ آواز ابھری جس نے گولی مارنے کی بات کی تھی المادری کے سامنے نظر آنے والا آدمی واپس پلٹ کر دروازے کے سامنے آکر سوپر فیاض کی نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔ سوپر فیاض نے

غصہ ہی کیا کہ اب کمرے میں صرف دو آدمی تھیں اس کا مطلب ہے صرف دو آدمی باقی رہ گئے تھے۔ ایک لمحے کے لئے تو اس نے سوچا کہ وہ اس طرح دروازے کی اوٹ میں چھپا کھڑا رہے۔ لیکن پھر اسے خیال آ گیا کہ نہیں اس طرح وہ مکمل طور پر بے بس ہو جائے گا اور اس کے سامنے عمران کو گولی مار دی جائے گی۔ اور کم از کم وہ عمران کو تو اپنے سلسلے میں مبراہداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس نے اس نے حرکت میں آ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ آہستہ سے کھکتا ہوا دروازے کی اوٹ سے نکل کر دیوار کے ساتھ ساتھ آگے ہوتا رہا۔

”باس نے بھی خوب صورت لو کی منتخب کی ہے۔“ ایک ہنسی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسرا ہتھکبہ سنائی دیا۔ فیاض اب دروازے کی اوٹ سے نکل چکا تھا۔ لیکن مڑے ہوئے پٹ کی وجہ سے وہ دونوں اُسے نظر نہ آ سکتے تھے۔ لیکن اُسے معلوم تھا کہ وہ دونوں مشین گنز سے مسلح ہیں جب کہ وہ خالی ہاتھ تھا۔ لیکن سوپر فیاض کی یہ فطرت تھی کہ وہ جب کام کرنے پر آجاتا تو پھر وہ پیچھے نہ ہٹتا تھا۔ چنانچہ اب بھی حالانکہ اس کا آگے بڑھنا سرسری اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا تھا لیکن سوپر فیاض آگے بڑھا اور پھر اُسے دونوں آدمی جو لیا پر جھکے ہوئے نظر آئے۔ ان میں سے ایک تو اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ شاید انجکشن لگا رہا تھا۔ جب کہ دوسرا ساتھ کھڑا تھا۔ دونوں کی سوپر فیاض کی طرف پشت تھی۔ ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ یہاں کوئی

اور مشین گن چلانے والے کے درمیان آگیا۔ کیونکہ سوپر فیاض نے نیچے گرتے ہی بے اختیار کروٹ اُسی طرف بدلی تھی جس طرف وہ آدمی تھا۔ اگر سوپر فیاض مخالف سمت میں کروٹ بدل جاتا تو پھر اس کا ہٹ ہو جانا یقینی تھا۔ اور دوسرا آدمی مشین گن کی گولیوں کا برسٹ کھا کر گرجی رہا تھا کہ فیاض اچھل کر اُسے راستے میں ہی سنبھالتے ہوئے مشین گن بے دربار پر جا کر اٹھا۔ مشین گن بے دربار اچھل کر دروازے کے پیٹے ٹکرایا اور مشین گن اس کے ہاتھوں سے نکل کر ایک طرف جا گری۔ اور چونکہ سوپر فیاض اور اس آدمی کے درمیان گولیوں سے پھٹی آدمی تھا۔ اس نے سوپر فیاض کو پہلے اٹھ کر مشین گن اٹھانے کا موقع مل گیا۔ اور پھر جب تک اس پر فائر کرنے والا اپنے اوپر موجود اپنے ہی ساتھی کی لاش ہٹا کر ہٹتا۔ سوپر فیاض نہ صرف مشین گن اٹھا چکا تھا بلکہ وہ اس آدمی کا نشانہ بھی لے چکا تھا۔ اور ایک بار پھر تڑپا ہٹ کی آواز سے کمرہ گونجا اور اس بار اس پر فائر کرنے والا بچ نہ سکا۔ اور فیاض نے ایک لمحے میں اُسے چھلی کر دیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" — اُسی لمحے فیاض کو اپنے عقب میں گولیاں کی آواز سنائی دی تو فیاض تیزی سے مڑا۔ جولیا اٹھ کر بیٹھ جلی تھی۔

"ادھ مس جولیا — ہم سب شدید خطرے میں ہیں" — فیاض نے تیز بلجے میں کہا۔ اور جولیا اس کی آواز سنتے ہی اس طرح اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے اس کے جسم میں ایک لخت ہزاروں دو لٹچ کا کمرٹ دوڑ گیا ہو۔

آدمی پرش میں بھی موجود ہوگا۔ شاید کثرت کی وجہ سے انہوں نے یہ سوچنے کی تکلیف ہی گوارا نہ کی تھی کہ ان میں سے کوئی غائب بھی ہے یا نہیں۔ سوپر فیاض جی جیسے انداز میں قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھنے لگا۔ لیکن ابھی وہ ان سے کچھ فاصلے پر تھا کہ ایک لخت جھکا ہوا آدمی ایک جھپکے سے نظر اس کے کانوں میں شاید فیاض کی احتیاط کے باوجود قدموں کی آواز پڑ چکی تھی۔

"ارے یہ" — اس آدمی کے منہ سے حیرت بھری چیخ نکلی یہی تھی کہ فیاض نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن وہ آدمی خاصا تیز تھا کہ فیاض کے چھلانگ لگاتے ہی ایک لخت اچھل کر ایک طرف ہٹا۔ اور فیاض اپنے ہی زردیں دودھا ہوا فرش پر بے ہوش پڑی ہوئی جولیا سے ٹکرا کر منہ کے بل فرش پر گر گیا۔ لیکن گرتے ہی اس نے تیزی سے کروٹ بدلی اور اُسی لمحے مشین گن کی تڑپا ہٹ کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں عین اس جگہ پر پڑیں جہاں ایک لمحہ پہلے وہ موجود تھا۔ اب فیاض سرخا خطرے میں تھا کیونکہ مشین گن بے دربار نے صرف ہاتھ کو ذرا سا ترچھا کرنا تھا اور گولیاں فیاض کے جسم کو پھٹی کر دیتیں۔ لیکن دوسرے لمحے چیخ سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی فیاض تڑپ کر اچھلا اور پھر وہ زمین پر گرتے ہوئے آدمی سمیت اچھل کر مشین گن بے دربار پر جا کر ا۔ سوپر فیاض کی جان واقعی بڑے حیرت انگیز طریقے سے بچی تھی کہ جیسے ہی اس آدمی نے مشین گن چلائی دوسرا آدمی جو جولیا کو انجکشن لگا رہا تھا بوکھلاسا ہوئے انداز میں اٹھ کر ایک سائیڈ پر دوڑا۔ اور اس طرح وہ فیاض

”ادہ ادہ۔ یہ سب۔ ادہ۔ جلدی سے دروازہ بند کرو۔ مشین گن کی آواز سن کر کوئی آجائے گا۔“ جولیانے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”دروازہ بند ہو گیا تو ہم پھنس جائیں گے۔ میں یہیں رکتا ہوں۔ جیسے ہی کوئی آئے گا میں اُسے پھینکی کر دوں گا۔ آپ عمران کو ہوش میں لے آئیں۔ میرے خیال میں یہ سب انجکشنز سے ہوش میں آئیں گے۔“ فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

”انجکشن۔ کیا انجکشن۔“ جولیانے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ادہ۔ آپ یہ مشین گن سنبھالیں۔ میں خود لگاتا ہوں۔ مجھے وہ بوتل یاد ہے۔ جس میں سے اس آدمی نے دوا نکالی تھی۔“ فیاض نے کہا۔ اور دوڑ کر اس لے گا۔ مگر میں پڑوسی ہوئی مشین گن جولیانے ہاتھ میں دی اور خود اس الماری کی طرف دوڑ پڑا جس میں دوا کی بوتل موجود تھی۔ الماری بند تھی۔ لیکن اب فیاض اُسے کھولنے کا طریقہ جانتا تھا۔ اس نے اس نے الماری کھولی اور اس میں سے دوا کی بوتل نکالی اور واپس اس جگہ کی طرف دوڑ پڑا جہاں سرخ ابھی تک پڑی ہوئی تھی۔ یہ وہی سرخ تھی جس سے جولیانے انجکشن لگایا گیا تھا۔

جولیا مشین گن سنبھالے دروازے میں کھڑی تھی کہ اچانک اُسے دور سے کسی کار کے انجن کی آواز سنائی دی اور جولیا چونک پڑی۔ انجن کی آواز نزدیک آتی سنائی دی۔ لیکن جولیا چونکہ

اس سارے ماحول سے قطعاً واقف نہ تھی۔ اس لئے وہ اپنی جگہ رکی رہی۔ فیاض۔ اس دوران عمران کے بازو میں دوا انجکشن کر چکا تھا۔ چند لمحوں بعد قدموں کی آواز جولیا کو اپنی طرف آتی سنائی دی۔

دروازے کے باہر ایک راہداری تھی اور قدموں کی تیز آواز اس راہداری سے دروازے کی طرف آتی سنائی دے رہی تھی۔ جولیانے ایک لمحے میں محسوس کر لیا کہ آنے والا ایک ہی ہے۔ چنانچہ جبکہ پیچھے ہٹنے کے وہ باب لخت کو دکھ کر باہر راہداری میں آئی اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ آنے والا پختا ہوا پشت کے بل نیچے گرا۔ اچانک گئے والی گولیوں نے اُسے پھینکی کر دیا تھا۔ اس کے جسم پر ڈیڑھ دو روں والی پٹخاڑی تھی جولیا چونکہ اب باہر آچکی تھی اور دوسری بات یہ کہ اُسے خیال ہی نہ تھا کہ مشین گن کی فائرنگ کی آواز اچھٹا باہر پہنچ چکی ہوگی اور اب یہاں رکتا اپنے آپ کو

ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ راہداری کے اختتام پر چار سیڑھیاں تھیں۔ اور اوپر ایک برآمدے کی چھت نظر آرہی تھی۔ جولیا گرنے والے کو پھلانگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھی اور باہر برآمدے میں آکر بجلی کی سی تیزری سے ایک ستون کی آڑ میں ہو گئی۔ اس کی سرخ لائٹ کی طرح تیز نظروں نے ایک لمحے میں چاروں طرف کا جائزہ لیا لیکن جب کوئی آدمی نظر نہ آیا تو وہ ستون کے پیچھے سے نکلی اور دوڑتی ہوئی عمارت کے فرنٹ کی طرف بڑھ گئی۔ یہ ایک چھوٹی سی عمارت تھی اور اس کا پھر ڈیڑھ سالانہ اور پچھلک سا سننے نظر آتا تھا۔ پچھلک بند تھا۔ اور ایک کار ورجین میں کھڑی تھی جولیا بڑے چوکے انداز میں ادھر ادھر کا جائزہ لیتی ہوئی پوری عمارت اور اس کے عقب تک ہو آئی لیکن ساری عمارت خالی

"میرے خیال میں یہ شادی گھری ہو سکتا ہے" — عمران نے جواب دیا۔

"شادی گھر — کیا مطلب" — جولیا کے ساتھ ساتھ دوش میں آئے ہوئے باقی ساتھی بھی چونک پڑے۔

"ظاہر ہے اتنے سارے افراد ایک شادی گھر میں ہی ہو سکتے ہیں" — عمران نے آخری آدمی کو انجکشن لگا کر سرخ ایک طرف پھینکے ہوئے کہا۔ اور اس بار سب ہنس پڑے۔

"یہ آخر چکر کیا چلا ہے" — اس بار مصفر نے انتہائی بخیدہ لہجے میں کہا۔

"یہاں کی کہانی تو سوپر فیاض مجھے سنا چکا ہے۔ اور ہم سوپر فیاض کی وجہ سے اس بار یقینی موت سے بال بال بچے ہیں۔ انہوں نے واقعی ہم سب کو طویل بے ہوشی کے انجکشن لگا کر بے بس کر دیا تھا۔ بس ان سے طاقت یہ ہوئی کہ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو انجکشن نہیں لگایا۔ بس اس کی کھوپڑی پر ابھرنے والے گومروں پر ہی اکتفا کر لیا۔ اس لئے سوپر فیاض ہوش میں آگیا" — عمران نے گھرے سے باہر کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن کس نے" — اس بار کیپٹن شکیل نے پوچھا۔
 "سوپر فیاض نے ان کے باس کے بچے کی نقل کر کے بتائی ہے۔ اس بچے سے وہ شاگل کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن تم لوگ کیسے پھنس گئے" — عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

بڑی ہونی تھی۔ وہاں اور کسی آدمی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اچھی طرح تسلی کر لینے کے بعد جب جولیا واپس سیڑھیاں اترنے لگی تو اسے ایک لحنت ایک خیال آیا۔

"میں جولیا ہوں" — اس نے ایک لحنت چھیٹے ہوئے کہا۔
 اُسے دراصل خیال آگیا تھا کہ کہیں اس کے قدموں کی آواز سے اُسے اجنبی نہ سمجھ لیا جائے اور پھر وہ بھی اُسی طرح ماری جائے جس طرح اس نے آنے والے کو ہلاک کیا تھا۔ اس لئے اس نے آواز لگانی ضروری سمجھی تھی۔

"آجاؤ آجاؤ" — یہاں کوئی نا محرم نہیں ہے۔" — دروازے سے عمران کی چمکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور جولیا تیزی سے دوڑتی ہوئی گھرے میں داخل ہو گئی۔ آدھے سے زیادہ افراد پویش میں آچکے تھے۔ جب کہ باقی افراد کو عمران، فیاض اور نعمانی انجکشن لگانے میں مصروف تھے۔ شاید الماری سے اور سرسختیں نکال لی گئی تھیں۔

"عمارت خالی پڑی ہے۔ کوئی آدمی نہیں ہے" — جولیا نے اندر آتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جہاں تم مشین گن اٹھائے گھوم رہی ہو وہاں تو یہی انجام ہوتا ہے" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور جولیا بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

"ویسے ہم ہیں کہاں" — جولیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن پھر اس سے پہلے کہ کمپنیشن تکمیل کوئی جواب دیتا۔ برآمدے کی طرف سے
شیل فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور بارہری میں موجود سب افراد بُری
طرح اچھل پڑے۔ عمران دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔ گھنٹی کی آواز
برآمدے کی سائیڈ میں بنے ہوئے کمرے سے آرہی تھی۔ عمران کمرے
میں داخل ہوا اور پھر اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”یس — عمران نے جان بوجھ کر ہلکا سا کھانتے ہوئے کہا۔
”ہیلو جانی۔ میں کرشن بول رہا ہوں۔ وہ لڑکی ابھی تک ہیش کوارٹر نہیں پہنچی
حلاکہ باس شاگل نے ڈنایو کہ اس لئے کارڈے کر بھیجا تھا کہ اس لڑکی کو
ہیش کوارٹر پہنچا دو۔ اور باقی سب کو گولیوں سے چھلنی کر دو۔ باس شاگل پر ائم
منسٹر صاحب کے ساتھ اہم میٹنگ میں مصروف ہیں۔ میٹنگ کسی وقت
بھی ختم ہو سکتی ہے اور لڑکی ابھی تک نہیں پہنچی اس لئے میں نے فون
کیا ہے۔“ دوسری طرف سے بولتے والے نے حیرتیز لہجے
میں کہا۔

”ڈرائیو تو ابھی تک نہیں پہنچا۔“ عمران نے کم سے کم لفظ
بولتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی وہ ہلکا سا کھانا بھی تھا۔

”یہ تہا دی آواز کو کیا ہو گیا ہے۔ اچھا سنو۔ جیسے ہی وہ ڈرائیو پہنچے
اس لڑکی کو اس کے ساتھ بھجوا دو۔ اور باقی لوگوں کو فوراً گولیوں سے
چھلنی کر دو۔ وہ ڈرائیو رانسس کہیں چائے پینے بیٹھ گیا ہوگا۔ بس اب
پہنچے ہی والا ہوگا۔“ کرشن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے کہا اور دوسری طرف سے بغیر کوئی
جواب دیتے رسیور رکھ دیا گیا۔

عمران رسیور رکھ کر واپس پلٹا۔ اس کے سب ساتھی برآمدے
میں کھڑے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔
”ہم واقعی شاگل کے چکر میں پھنس گئے تھے۔ البتہ شاگل کو شاید
جولیا پر رحم آ گیا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ سوائے جولیا کے
باقی سب کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔“ عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا چاہیے۔ کیونکہ کسی
بھی لمحے یہاں ریڈ ہو سکتا ہے۔ شاگل کا کوئی پتہ نہیں کہ وہ اگلے
لمحے کیا کر بیٹھے۔“ ناٹران نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔
”وہ تو جو کرے گا سو کرے گا۔ فی الحال تو ہم نے ابھی قصہ چہار
درویش ایک دوسرے کو سنا ہے۔ تاکہ صحیح صورت حال سامنے
آ سکے۔ اور تم جانتے ہو قصہ سننے کے لئے پرسکون ماحول ہونا چاہیے۔“
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں نے چیک کر لیا ہے۔ یہ گرین ٹاؤن کا علاقہ ہے۔ ہمارا ایک
اڈہ یہاں قریب ہی موجود ہے۔ وٹن چلے چلتے ہیں۔“ ناٹران
نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر وہ سب تیزی
سے قدم اٹھاتے پھاٹک کی طرف بڑھتے گئے۔

ہے۔ ہم جلد ہی انہیں ڈھونڈ لیں گے۔ نوجوان نے شاگل کی یہ حالت دیکھتے ہی اور زیادہ گھبرائے ہوئے لیے میں کہا۔
 "اتو کے پتھے۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔" شاگل نے یکھنت کسی دندے کی طرح نوجوان کی گردن دونوں ہاتھوں سے دبوچتے ہوئے غرا کر کہا۔

"بب۔ بب۔ بب۔" میرا قصور باس۔" نوجوان نے بڑی طرح پھڑکے ہوئے کہا۔

"اوہ اوہ۔ یہ تم نے کیا خبر سن دی۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ اوہ۔ یہ کیا ہوا۔ وہ تو بے ہوش تھے۔ وہ کیسے۔" شاگل نے نوجوان کی گردن چھوڑ کر جھٹکا کے عالم میں بڑی طرح ناپچتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے کی انتہا پر پہنچ کر بڑی طرح مسخ ہو گیا تھا۔ سامنے برآمدے میں کھڑے چار مسلح افراد بھی اپنے جین باس کی یہ حالت دیکھ کر بڑی طرح بوکھلا گئے تھے۔

"بب۔ بب۔ بب۔" جب آپ کا فون آنے کے کافی دیر بعد تک ڈرائیور لڑکی کو لے کر نہ آیا تو میں نے فون کیا دہل موجود جانی سنے بتایا کہ ڈرائیور ابھی واپس نہیں پہنچا۔ اس پر میں نے اُسے فون پر بتایا کہ وہ صرف اس لڑکی کو چھوڑ کر باقی سب کو گولیوں سے پھینکی کر دے اور جیسے ہی ڈرائیور کا رہے کہ واپس پہنچے وہ لڑکی کو اس کے ساتھ حید کو ادھر بھیج دے۔ پھر جب کافی دیر تک لڑکی نہ آئی تو میں نے دوبارہ فون کیا لیکن اس بار کسی نے فون نہ اٹھایا تو میں نے ٹامی اور مارٹن کو جیمنگ کے لئے بھیجا باس تو انہوں نے رپورٹ دی کہ ڈرائیور سمیت ہمارے دونوں آدمی گولیوں سے پھینکی ہوئے پڑے ہیں اور وہ بے ہوش قیدی غائب ہیں۔" نوجوان نے جلدی جلدی

"وہ لڑکی پہنچ گئی ہے۔" شاگل نے کار سے اترتے ہی سامنے کھڑے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس۔ بڑی خبر ہے۔" نوجوان نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کچھ بتانے سے ہچکچا رہا ہو۔
 "کیا مطلب۔" کیسی بڑی خبر۔" شاگل بڑی طرح اچھل پڑا۔

"باس۔ وہ سب ریڈیٹاٹ سے خراب ہو گئے ہیں۔ وہاں موجود وہ افراد معد ڈرائیور گولیوں سے پھینکی ہوئے پڑے ہیں۔"

نوجوان نے جواب دیا۔
 اور شاگل اس طرح یک تک بت بنا نوجوان کو دیکھنے لگا جیسے کسی نے جادو کر کے اُسے انسان سے بت بنا دیا ہو۔

"باس۔ میں نے پوری سیکرٹ سروس کو ان کی تلاش پر لگا دیا

”باس۔ وہ گرین ٹاؤن کی کوٹھی نمبر ایکس بلاک ایکس میں موجود ہیں باس۔“
 دوسری طرف سے پہنچے ہوئے پہلے میں کہا۔
 ”وہیں رکو۔ میں آرہا ہوں۔“ شاگل نے چہینے ہوئے کہا۔ اور
 رتبہ بورڈ کیل پر بیٹھ دیا۔

”ٹرانسپیر۔“ پیشل ٹرانسپیر پر ساری سیکرٹ سروس کو کال
 کر کے گرین ٹاؤن بھیج دیا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ میں اس کوٹھی کے پرچے
 اڑا دوں گا۔“ شاگل نے سسٹم کھڑے نوجوان سے کہا اور بجلی
 کی کسی تیزی سے دوڑتا ہوا داپس اپنی کار کی طرف دوڑ پڑا۔ اور پھر
 اس نے کار میں بیٹھنے بیٹھنے بھی چیخ مچا کر ہل کر آگے میں موجود
 افراد کو ہدایات دیں اور دوسرے لئے کار کو اس طرح دوڑتی
 ہوئی پھاٹک کی طرف بڑھی جیسے وہ کار کی بجائے کوئی خلائی جہاز ہو۔
 پھاٹک پر موجود رہبان نے کار کے مرثے ہی پھاٹک کھولنے والا
 جین دبا دیا تھا۔ اس لئے کار کے پھاٹک تک پہنچنے سے ایک لمحہ پہلے
 پھاٹک کھل گیا تھا ورنہ شاید کار پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی پھاٹک
 سے جا ٹکراتی۔

شاگل ہونٹ پھینچے پوری رفتار سے کار دوڑاتا ہوا گرین ٹاؤن کی
 طرف بڑھا جا رہا تھا۔ چونکہ اس کی کار پر سیکرٹ سروس کا مخصوص
 نشان موجود تھا اس لئے ٹریفک پولیس نے اُسے جیکر نہ کیا ورنہ
 شاید پوری ٹریفک پولیس اس کے پیچھے لگ جاتی۔

مسلسل اور انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتے ہوئے شاگل
 جلد ہی گرین ٹاؤن میں داخل ہوا اور وہاں پہنچ کر اس نے کار کی

پارٹ دیتے ہوئے کہا۔
 ”لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ نہیں۔ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ وہ بیہوش
 تھے۔ وہ کیسے ہوش میں آسکتے ہیں۔ میں نے خود انہیں بیہوش چھوڑا تھا۔ بغیر انہی
 انکشاف کے۔ ادھ کاٹش میں جلتے ہوئے انہیں گولیوں سے پھلنی کو دیتا اب
 تو سارا پلان ہی ختم ہو گیا۔ ادھ پرائم سٹر کو بھی عین اُسی لمحے ہی مجھے ملنا
 تھا۔ ادھ۔ دیری بیڈ۔ دیری بیڈ۔“ شاگل نے بری طرح چہینے ہوئے
 کہا اور پھر دوڑتا ہوا ادھ اپنے دفتر کی طرف بڑھ گیا۔ نوجوان بھی اس کے پیچھے
 دوڑنے لگا۔

”ان کو فوری تلاش کرنا ہے۔ فوری جہاں میں گولیوں سے اڑا دے۔
 سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ ادھ گاڈ بے کیا ہو گیا ادھ۔“ شاگل نے دفتر
 داخل ہوتے ہی چیخ مچا کر کہنا شروع کر دیا اس کی حالت واقعی بے حد خراب تھی
 ”باس۔ پوری سیکرٹ سروس شہر میں پھیل چکی ہے۔ باس جلد ہی معلوم
 ہو جائے گا۔“ نوجوان نے مؤدبانہ پہلے میں کہا۔
 اُسی لمحے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور شاگل
 نے جھپٹ کر لیو اور اٹھالیا۔

”کون ہے۔“ شاگل نے چہینے ہوئے کہا۔
 ”باس۔ میں ناشائی بول رہا ہوں باس۔ میں نے ان کا سراغ لگایہ
 ہے۔ باس وہ گرین ٹاؤن کی ایک کوٹھی میں موجود ہیں باس۔“
 دوسری طرف سے ایک سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔
 ”گرین ٹاؤن میں۔ کہاں۔ جلدی بلو۔ ورنہ میں پورا گرین ٹاؤن بھونستہ
 اڑا دوں گا۔“ شاگل پورا حلق پھاڑ کر چیخ اٹھا۔

"بیس باس"۔ نوجوان نے کہا اور دوڑتا ہوا واپس چلا گیا۔
 "ادہ کاش"۔ میں ریڈ سپاٹ پر ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کو
 گولیوں سے اڑا دیتا۔ ادہ کاش"۔ شاگل نے بڑی طرح ہونٹ
 چباتے ہوئے کہا اور پھر تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھنے لگا۔ ابھی وہ
 تھوڑا سا ہی آگے بڑھا تھا کہ ایک لمبت فضا خوف ناک دھماکوں سے
 گونج اٹھی۔ یہ آواز بائیں طرف سے آرہی تھی اور شاگل نے بے اختیار
 ادھر دوڑ لگا دی۔

"مارڈلو۔ اڑادو۔ تباہ کردو"۔ وہ دوڑتا ہوا بڑی طرح جھج
 رہا تھا۔ حالانکہ وہ خود بھی جانتا تھا کہ اس قدر خوف ناک دھماکوں میں
 اس کی آواز کون سن سکتا تھا۔ اور پھر شاگل کو کبھی منبر ایکس کے سامنے
 پہنچ گیا۔ کوکھی پر چاروں طرف سے راکٹ بموں کی بارش ہو رہی تھی اور
 پوری کوکھی ان بموں کے دھویں کے ساتھ ساتھ گرد و غبار میں چھپ
 گئی تھی۔

"بس بس کافی ہے۔ لاشیں تو پہچانی جائیں۔ فائر کرتے ہوئے
 اندر جاؤ"۔ شاگل نے جھج کو کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی بموں کی
 خوف ناک بارش رک گئی۔ اور پھر کوکھی کے گرد موجود مسلح افراد مشین
 گنیں سنبھلے کوکھی کی طرف دوڑ پڑے۔ البتہ شاگل ہونٹ بیچنے
 وہیں کھڑا رہا۔

مسلح افراد مشین گنوں سے مسلسل فائرنگ کرتے ہر طرف سے
 کوکھی کی ٹوٹی ہوئی دیواروں سے ہوتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

رفتہ رفتہ کم کی۔ اب وہ اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال چکا تھا۔
 ورنہ اس کی حالت واقعی پاگلوں جیسی ہو گئی تھی۔
 گرین ٹاؤن خاصی بڑی آبادی تھی۔ لیکن اس کا بلاک ایکس سب
 سے آخری کونے میں تھا۔ اور اس کے بعد کھیتوں کا طویل سلسلہ شروع
 ہو جاتا تھا۔ یہ بلاک ابھی تقریباً زیر تعمیر تھا چونکہ اس کا خاص ادہ ریڈ
 سپاٹ بھی اس گرین ٹاؤن کے بلاک ڈی میں تھا۔ اور اس جگہ
 اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو رکھا ہوا تھا۔ وہ دراصل انہیں
 ہیڈ کوارٹر سے چھپا کر رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اُسے احساس ہو گیا تھا
 کہ ہیڈ کوارٹر میں یقیناً کوئی ایسا آدمی موجود ہے جو دشمنوں سے ملا ہوا
 ہے۔ اور ریڈ سپاٹ ہی ایسی جگہ تھی جس کا ہیڈ کوارٹر کے منبر کو
 کرشن کو ہی علم تھا۔

شاگل کا جیٹا ہوا آگے بڑھتا گیا اور پھر اس نے بلاک ایکس
 شروع ہوتے ہی کار ایک طرف روک دی۔ اُسی لمحے ایک نوجوان
 تیز قدم اٹھاتا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"باس"۔ میں مسلح افراد پہنچ چکے ہیں۔ باس کرشن نے
 ہمیں پیش ٹرائیمر پر کوکھی منبر ایکس کو گھرے میں لینے کا حکم دیا تھ
 وہ اب مکمل طور پر گھرے میں ہے۔" نوجوان نے تیز تیز بے
 یں کہا۔

"ٹھیک ہے گھس جاؤ کوکھی میں جو نظر آئے گولیوں سے اڑا دو۔
 ایک آدمی بھی بچ کر نہ بچ سکے۔ فائرنگوں سے دوڑ پھرو۔ بلکہ پوری کوکھی
 کو بموں سے اڑا دو"۔ شاگل پر ایک بار پھر پاگل پن کا دورہ

ادرب مشین گنوں کا شور کوٹھی کے اندر گونج رہا تھا۔ شاگل اس طرح خاموش کھڑا تھا جیسے کوئی قتل کا مجرم عدالت کے کٹھرے میں کھڑا بیچ سے اپنی زندگی یا موت کا فیصلہ سن رہا ہو۔

ادرب پھر بچانے آئے اسی حالت میں کھڑے کتنی دیر گزر گئی کہ کوٹھی سے دو آدمی دوڑتے ہوئے باہر آئے اور یہی شاگل کی طرف بڑھنے لگے۔ شاگل انہیں اس طرح آتے دیکھ کر چونک پڑا۔

"کیا ہوا — کیا وہ نکل گئے" شاگل سے جب رہا نہ گیا تو وہ بے اختیار چیخ پڑا۔ یہ اس کی مخصوص نفسی کیفیت تھی جس کی وجہ سے اس نے نکل گئے کے الفاظ کہہ سکتے۔ کیونکہ پاکیشیا کرٹ سرورس سے ٹکراتے ہوئے ہمیشہ یہی نتیجہ نکلتا تھا۔

"وہ سب ہلاک ہو گئے ہیں سر۔ تباہ شدہ کوٹھی میں ہر طرف انسانی جموں کے ٹکڑے پھیلے ہوئے ہیں بے شمار ٹکڑے سر۔" ایک آدمی نے قریب آکر کہا۔

"مر گئے۔ واقعی مر گئے۔ وہ عمران بھی مر گیا۔ اس کے ساتھی بھی مر گئے۔ واقعی مر گئے۔ کیا کہہ رہے ہو تم" شاگل اس طرح بولا جیسے اسے خود بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کیا بول رہا ہے۔

"یس بائس — وہ سب مر گئے سر۔ کم از کم دس بارہ افراد کے جموں کے ٹکڑے تو ہوں گے سر۔ لیکن وہ پہچانے نہیں جا سکتے۔ ان کے جسم ہزاروں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں پھیلے ہوئے ہیں" اسی آدمی نے جواب دیا۔

"ادہ۔ آخر میں نے فتح حاصل کر لی۔ وکٹری۔ ادہ۔ آخر کار میں پاکیشیا

سیکریٹ سرورس کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ادہ۔ آخر میں نے عمران کو شکست دے دی۔ آخری اور فیصلہ کن شکست —

شاگل نے ہانگوں کے سے انداز میں پچھتے ہوئے کہا، اور پھر وہ اس بے تحاشا انداز میں تباہ شدہ کوٹھی کی طرف دوڑ پڑا۔ جیسے وہ ورلڈ ٹائیس میں حصہ لے رہا ہو۔ کوٹھی پر پھینچا ہوا گمد و غبار اور دھواں چھٹ چکا تھا۔ پوری کوٹھی مکمل طور پر منہدم ہو چکی تھی۔ ہر طرف کوٹھی کا ملبہ پھیلا ہوا تھا۔ کوٹھی میں داخل ہو کر شاگل اس طرح گھومنے لگا جیسے کوئی عظیم سپہ سالار اپنی نئی فتح کی جانے والی مملکت میں گھومتا ہے۔

واقعی ہر طرف انسانی جموں کے چھوٹے بڑے ٹکڑے پھیلے ہوئے تھے۔ اور پھر ایک جگہ شاگل رک گیا۔ یہاں بلے میں ایک انسانی پیر ادا ہا باہر کو نکلا ہوا پڑا تھا۔ شاگل نے جھک کر اسے بلے سے گھسیٹ لیا۔ پیر پنڈلی سے ذرا اوپر سے علیحدہ ہوا تھا۔ اور ایک ٹکڑے کی دھجی ابھی تک اس سے چمٹی ہوئی تھی۔

"ما — ما — ما — یہ عمران کا پیر ہے۔ ما — ما — ما۔ یہ اُسی شیطان کا پیر ہے۔ یہ تینوں اُسی نے پہنی ہوئی تھی۔ ما — ما — شاگل پیر کو اٹھا کر بُری طرح تلچنے لگا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس کے ہاتھ میں انسانی پیر نہ ہو بلکہ سات ادا شاہوں کا خزانہ ہو۔

”یہ سارا چکر پاکیشیا اور شوگران کے درمیان ہونے والے دفاعی معاملے کو روکنے کا ہے۔ اصل انونٹری گروپ نکال کر اس کی جگہ نقلی گروپ لگا دی گئی ہے۔ اور وہ لوگ انٹیلی جنس میٹنگ سے وہ اوقات معلوم کرنا چاہتے تھے جب کہ اس گروپ کو مخصوص کوڈ سے آن کیا جاتا۔ میری باتوں کی وجہ سے راجیش وکرم کو یہی احساس ہوا کہ میں وہ اوقات جانتا ہوں۔ چنانچہ فوری طور پر مجھے اغوا کیا گیا۔ اور میری جگہ نقلی اسلم رضا پہنچ گیا۔ نقلی اسلم رضا نے سو پر فیاض سے اوقات پوچھے۔ اس دوران کیپٹن شکیل نے پیش ٹرانسمیٹر پر مجھے کال کیا۔ تو میری بجائے یہ کال یقیناً شاگل نے اسٹڈ کی۔ اور اُسے ساری صورت حال کا علم ہو گیا۔ اس نے مخصوص سپاٹ پر کیپٹن شکیل اور اس کے ساتھیوں کو بلا کر ٹریپ کر لیا۔ فیصل جان تنویر، صفدر اور جولیا شاگل کے انٹیلی جنس جبریدہ کو ارد گردی جانے کی وجہ سے دباؤ پہنچ کر تو ٹریپ ہو گئے۔ اس دوران سپرنٹنڈنٹ فیاض نے کام دکھایا اور نقلی اسلم رضا کو بکڑ کر اس سے پوچھ گچھ کی۔ اس نے ناٹھان کا غیر میرے بیگ سے حاصل کر کے اس سے بات چیت کی۔ اور یہ فون ٹیپ ہو رہا تھا۔ حالانکہ میں نے اُسے چیک کیا تھا۔ لیکن پھر بھی اسے کہیں نہ کہیں سے ٹیپ کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ وہ فوری ایکشن میں آئے اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھی اغوا کر لیا گیا۔ اور اہم فون کا مکرر معلوم کر کے ناٹھان اور اس کے چار ساتھیوں کو بھی ٹریپ کر لیا گیا۔ اور ہمیں یہاں گرین ٹاؤن میں رکھا گیا۔ طویل بے ہوشی کے انجکشن دے کر شاید شاگل اس دوران کوئی منصوبہ بندی

”اس کا مطلب ہے کہ میرا خیال درست ثابت ہوا۔ اس بار واقعی کافرستان والوں نے انتہائی گہری پلاننگ کی ہے۔“
 عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
 ”کیسا خیال۔“ جولیا نے چونک کر پوچھا۔
 ”کیپٹن شکیل کی اطلاع واقعی اہم ہے۔ اور اب ساری بات سمجھ میں آگئی ہے۔ یا قتل علی نے غلط نہیں بتایا تھا۔ اس نے درست بتایا تھا۔ کہ اصل انونٹری گروپ اس نے کافرستان کے حوالے کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پیش ٹریک کا وہ سبب انجینئر جانس کافرستان کا آدمی ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”کچھ ہمیں بھی پتہ چلے یا تم ہی بولتے رہو گے۔“ جولیا نے کہا۔

نے کہا۔

"تو ہم لیبارٹری پر حملہ کر دیتے ہیں" — تو میرے نے کہا۔
 "نہیں۔۔۔ اب اس قدرقت نہیں رہا۔ شوگر ان کے ہمدرد کل
 شام کو ایٹمی آبدوز میں پہنچیں گے۔ اور لیبارٹری میں گھسنا اور پھر
 دلوں سے اصل گرپ حاصل کرنا۔ اور اُسے صحیح وقت پر ایٹمی آبدوز
 میں پہنچانا۔ اس پر خاصا وقت لگ جائے گا۔ مجھے کوئی اور تجویز سوچنی
 ہوگی" — عمران نے اظہار کر بٹلے ہوئے کہا۔
 اُسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔
 "کیا بات ہے؟" — ناٹران نے اُسے دیکھتے ہی چونک
 کر پوچھا۔

"باس۔ ایک مشکوک آدمی کو چیک کیا گیا ہے وہ پھاگ پر
 چڑھ کر اندر جھانک رہا تھا۔ اور پھر واپس دوڑ گیا" — نوجوان
 نے کہا۔

"جھانک رہا تھا اور دوڑ گیا۔ کوئی سچہ ہوگا" — سپرنٹنڈنٹ
 فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے شاگل کا آدمی ہو۔ شاگل کو اب تک یقیناً جا لے
 نکل جانے کا علم ہو گیا ہوگا اور اب سیکورٹ سروس پانچوں کی طرح
 ہمیں ڈھونڈ رہی ہوگی" — عمران نے چونک کر کہا۔
 "تو پھر" — سپرنٹنڈنٹ فیاض نے گھبراتے ہوئے ہاتھ میں
 کہہ۔

"کیا ہم اسے خالی کر دیں؟" — ناٹران نے کہا۔

کو تار رہا ہوگا صرف سپرنٹنڈنٹ فیاض کو چونکنا ٹیلی جنس والوں نے بیہوش کر
 کے پڑا تھا اس کی اطلاع شاگل کو ملی ہوگی تو اس نے اُسے بھی پہنچانے
 کا کہہ دیا جہاں ہم تھے اس لئے اٹیلی جنس والوں کو معلوم ہی نہ ہوگا کہ فیاض
 کو بھی انجکشن لگایا ہے وہ اُسے ویسے ہی چھوڑ گئے۔ اور چونکہ وہ بیہوش تھے
 اس لئے سیکورٹ سروس والوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ اسے بھی انجکشن لگ چکا
 ہے پھر شاگل دلوں پہنچا وہ جویا سے ایکسٹرا نمبر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ قبول
 فیاض پر ایٹم منسٹر کی کال آگئی اور شاگل کو کادریں فوری طور پر جانا پڑ گیا سپرنٹنڈنٹ
 فیاض نے کام دکھایا اور اس نے اس کے دونوں ساتھیوں کو مارا گرایا پھر جویا
 نے واپس آنے والے ڈرائیور کو مار دیا اور ہم بیہوش میں آکر دلوں سے نکلی آنے
 میں کامیاب ہو گئے۔۔۔ عمران نے سارے پس منظر کا تجزیہ کرتے ہوئے
 کہا کیونکہ یہاں پہنچ کر اس نے باری باری سب کی تفصیلات سنی تھیں۔
 لیکن اب کیا ہوگا۔ کیا ہم ایکسٹرا فون کے اطلاع کر دیں کہ وہ
 نقلی گرپ ہٹلے۔۔۔ جویا نے کہا۔

"جب تک اصل گرپ نہ مل جلتے صرف نقلی گرپ مٹا لینے سے بات
 نہیں بنے گی۔ یہ بات بھی ہمارے خلاف جائے گی۔ شوگر ان کے
 صدر کو جب یہ معلوم ہوگا کہ ایٹمی آبدوز کی انٹرنیٹری گرپ غائب ہو
 گئی ہے تو اس کا اثر بھی یہی ہوگا جو کہ نقلی گرپ سے کافرستان
 والے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا یہ بات پاکیشیا کی کارکردگی کے
 خلاف ہی جلتے گی۔ اور معاہدہ ختم ہو جائے گا" — عمران نے
 ہونٹ بیچتے ہوئے کہا۔

"اصل گرپ تو اس لیبارٹری میں ہے۔۔۔ کیپٹن ٹیکسلی

”آئیے سر ادھر ایک خفیہ راستہ ہے۔ وہاں سے نکل چلیں۔
ہو سکتا ہے وہ آدمی نگرانی کر رہا ہو۔“ ناٹھان نے واپس
آتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ سب ناٹھان کے پیچھے چلتے ہوئے
ایک تہہ خانے میں پہنچے اور وہاں سے ایک خفیہ راستے سے
ہوتے ہوئے وہ جب دوسری طرف آئے تو وہ گرین ٹاؤن کی
عقبی سڑک پر پہنچ چکے تھے۔

”ادھر قریب ہی میرے دوست کی کوٹھی ہے۔ وہ وہاں اکیلا
رہتا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں پہلے وہاں رُک کر کارڈ میں منگوالینی
چاہئیں۔ ورنہ اس طرح پیڈل چلتے ہوئے تو ہم ٹریس ہو جائیں گے۔
فیصل جان نے اچانک کہا۔

”اوہ ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ لیکن وہ تمہارا دوست ہے۔
عمران نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”آپ بے فکر رہیں وہ قابلِ بھروسہ آدمی ہے۔“ فیصل جان
نے اچانک کہا۔ اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ باقی سارا گینگ اس
کے پیچھے چلتا ہوا درمیانی یگیوں سے گزر کر ایک بڑی سی نیلے رنگ
کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے۔ کوٹھی کا پچھاٹک بند تھا۔ اور باہر کسی
ڈاکٹر نام بھر دسے کے نام کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ فیصل جان نے کال بیل
بجا دی۔ باقی ساتھی ادھر ادھر بکھر گئے تاکہ اسٹھ ہونے کی وجہ سے
وہ مشکوک نہ ہو جائیں۔

تھوڑی دیر بعد پچھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک دبلا پتلا
نوجوان باہر نکل آیا۔ اس کی آنکھوں پر موٹے شیشے کی عینک تھی۔

”نہیں۔“ خالی ہو جانے سے تو بات اور زیادہ مشکوک ہو
جائے گی۔ یہاں تمہارے کتنے آدمی ہیں۔“ عمران نے ہونٹ
پیچھتے ہوئے پوچھا۔

”آٹھ آدمی ہیں۔ یہ ہمارا امرجنی سنٹر ہے۔“ ناٹھان نے
جواب دیا۔

”وہ مشکوک تو نہیں ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔
”نہیں جناب۔ قطعی مشکوک نہیں ہیں۔ ہم نے کوٹھی کے باہر
ہوسٹل کا بورڈ لگا یا ہوا ہے۔ تاکہ ان آٹھ افراد کی یہاں موجودگی
اور آنا جانا مشکوک نہ ہو۔“ ناٹھان نے جواب دیا۔
”گٹ۔“ تم ایسا کر دو کہ اپنے آدمیوں کو کہہ دو کہ اگر شاگل یہاں
بڑا مال کرنے آئے تو وہ اُسے اس طرح مینڈل کر س کہ وہ مشکوک نہ
ہو سکے۔ یہاں کوئی ایسی چیز تو نہیں جس سے وہ مشکوک ہو سکے۔
عمران نے کہا۔

”جی تو یہی۔ لیکن میں ہدایات دے دیتا ہوں۔ وہ تلاش نہ کر
سکے گا۔“ ناٹھان نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”تم ایک آدمی کے اس طرح جھانکنے پر اتنے سنجیدہ ہو رہے ہو۔“
جولیانے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم شاگل کو نہیں جانتے جتنا میں جانتا ہوں۔ وہ لازماً پاگل کتے
کی طرح دوڑا پھر رہا ہوگا۔ اور اگر اس باہم اس کے ہتھے چڑھ گئے
تو پھر اس نے ہمارے یوٹیاں کتوں سے پنجا دی ہیں۔“ عمران
نے کہا۔

ہنتے ہوئے بڑے طنز یہ لہجے میں جواب دیا۔ فیصل جان کے ساتھ ساتھ باقی ممبر کرسیوں پر خاموشی سے بیٹھ گئے تھے۔
 "تولیڈی ڈاکٹر کہنا۔ لیکن پھر تمہارا نام لیڈی ڈاکٹر بھروسے ہونا چاہیے۔
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ آہستہ آہستہ دوبارہ موڈ میں آتا جا رہا تھا۔

"لیڈی ڈاکٹر بھروسے کیا کو اس ہے۔ فیصل آئی ایم سوری۔
 میں اس قسم کے اجماعی مہمان برداشت نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر رام
 بھروسے کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔ اس لئے وہ ایک طرف مڑ کر فیصل
 سے مخاطب ہو گیا تھا۔

"رام بھروسے پیلز ٹیک اسٹ اینڈی پلزز۔" فیصل جان نے
 منت بھرے لہجے میں کہا۔ اب ظاہر ہے وہ اسے کیا کہتا کہ وہ
 کس سے باتیں کر رہا ہے۔

"اس میں اتنا غصہ کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم نے نفیات
 میں ڈاکٹری کی ہے۔ نفیات مونت ڈاکٹری مونت۔ اس لئے نام
 بھی مونت ہونا چاہیے یعنی بھروسہ کی بجائے بھروسے۔ اگر تمہیں ایسا
 ہی مرد بننے کا شوق تھا تو تم فلسفہ کے ڈاکٹر بن جاتے۔"
 عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ کیا ہم اس طرح بات چیت پر ہاتھ دھرے بیٹھے
 رہیں گے۔" صفدر نے یک لخت مداخلت کرتے ہوئے
 کہا۔ کیونکہ وہ ابھی طرح جانتا تھا کہ عمران اب موڈ میں آتا جا رہا
 ہے اور تنقیدی دید بعد ڈاکٹر رام بھروسے اس قدر بچ ہو جائے

فیصل جان اُسے ایک طرف لے گیا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔
 "آجیے۔" فیصل جان نے مڑتے ہوئے کہا اور پھر
 ایک ایک کر کے وہ سب پھاٹک میں داخل ہو گئے۔

"یہاں فون تو ہوگا۔" عمران نے اس نوجوان سے پوچھا۔
 "بالکل ہے جناب۔" یہ ڈاکٹر رام بھروسے کی کوٹھی ہے۔ کسی
 کنگے کی نہیں۔" نوجوان نے اس طرح منہ بناتے ہوئے کہا۔
 جیسے اُسے عمران کا فقرہ پسند نہ آیا ہو۔

اور کوئی موقع ہوتا تو شاید ڈاکٹر رام بھروسے کو لینے کے دینے
 پڑ جاتے۔ لیکن چونکہ ایسی بھتی کہ عمران کا ذہن بڑی طرح الجھا ہوا تھا۔
 اس لئے اس نے کوئی جواب نہ دیا اور تیز قدم اٹھاتا لان کر اس
 کمرے کے اندر عمارت میں داخل ہو گیا۔

"یہ ہے فون۔" ڈاکٹر رام بھروسے نے اُسے ایک
 بڑے کمرے میں لے جاتے ہوئے کہا۔
 "یہاں کپساؤنڈر کہاں رہتا ہے۔" عمران نے ادھر ادھر
 دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کپساؤنڈر۔" کیسا کپساؤنڈر۔" ڈاکٹر رام بھروسے نے
 چونک کر پوچھا۔
 "تو مریضوں کو دو ابھی تم خود دیتے ہو۔" عمران نے بڑے
 سادہ سے لہجے میں کہا۔

"اوہ تو تم مجھے وہ ڈاکٹر سمجھ رہے ہو۔ میں دوا دینے والا ڈاکٹر
 نہیں بلکہ نفیات کا ڈاکٹر ہوں۔" ڈاکٹر رام بھروسے نے

گا کہ اس کے پاس سوائے خودکشی کرنے کے اور کوئی چارہ ہی نہ رہے گا۔

”تہیں — تم پیر پیر رکھ کر بھی بیٹھ سکتے ہو۔ دیسے نفسیات میں یہ بھی ایک طریقہ علاج ہے۔ کیوں ڈاکٹر رام بھروسے —“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن ڈاکٹر رام بھروسے کوئی جواب دینے کی بجائے منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

”عمران صاحب۔ ایک منٹ —“ اچانک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ناٹھان نے انتہائی سنجیدہ ہلچے میں کہا۔ اور
عمران چونک کر اس کی طرف مڑا۔
”کیا بات ہے۔“ عمران نے کمرے سے باہر آتے ہوئے پوچھا۔

”میں اپنے ایمر جنسی ہیڈ کو اور ٹرکی صورت حال دیکھنے گیا تھا۔ اُسے گھیرا جا رہا ہے۔ میں نے آٹھ آدمیوں کو مار دیا ہے۔ وہ راکٹ گنوں سے مسلح ہیں اور ابھی اور آرہے ہیں۔“ ناٹھان نے انتہائی سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

”گھیرا جا رہا ہے۔ راکٹ گنوں سے مسلح۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے شاگل کوئی زبردست ایکشن لینے کے موڈ میں ہے۔“ عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

”کیا میں اپنے آدمیوں کو نکال لوں دلوں سے۔“ ناٹھان نے بے چین سے ہلچے میں پوچھا۔

”لیکن دلوں آدمی ہونے چاہئیں۔ جب وہ ایکشن لے۔ اوہ۔ یہ

ٹھیک ہے۔ وہ آٹھ آدمی کہاں ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ شاگل کے آٹھ آدمی ہتھارے آدمیوں کی جگہ لے لیں۔ انہیں بے ہوش کر کے دلوں رکھا جا سکتا ہے۔ جلدی تاؤ —“ عمران نے بے چین ہلچے میں پوچھا۔

”کوشش تو کی جاسکتی ہے۔ لیکن جب شاگل اندر داخل ہوگا۔ اور اس کی ملاقات اپنے ہی آدمیوں سے ہوگی تب بھی وہ مشکوک تو ہو جائے گا۔“ ناٹھان نے حیرت بھرے ہلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تم سمجھ نہیں۔ راکٹ گنوں سے مسلح افراد کا مطلب ہے کہ شاگل واقعی پاگل پن کی سرحدوں میں داخل ہو چکا ہے۔ وہ اس پوری کوٹھی پر راکٹ گردا گرد اسے اڑا دے گا۔ اور جب تباہ شدہ کوٹھی میں وہ داخل ہوگا تو اُسے انسانی جھوں کے ہزاروں ٹکڑے ملیں گے۔

تو وہ مطمئن ہو جائے گا کہ ہمارا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور یہ ہمارے مشن کے لئے انتہائی سودمند رہے گا۔ جلدی کر اپنے آدمیوں کو بھی نکالو اور ضروری سامان بھی۔ اور ان کی جگہ اس کے آدمی پہنچا دو۔ جلدی کر وقت کم ہے۔“ عمران نے تیز ہلچے میں کہا اور ناٹھان سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف مڑا۔ اور پھر اس نے فیصل جان کو آواز دے کر بلایا اور وہ دونوں تیزی سے پھانک کی طرف بڑھ گئے۔ اس کے چار ساتھی بھی جو ہمراہ آئے تھے وہ انہیں بھی ساتھ لے گیا تھا۔

”لوں تو ڈاکٹر رام بھروسے صاحب۔ آپ یہاں اتنی بڑی کوٹھی میں بالکل اکیلے رہتے ہیں۔ آپ کو ڈر نہیں لگتا۔“ عمران نے داپس کمرے میں جلتے ہوئے ڈاکٹر رام بھروسے مخاطب ہو کر کہا۔ جو اس کی عدم موجودگی میں صفدر اور جلیساے باتوں میں مصروف تھا۔

”ڈر۔۔۔ مجھے کیوں ڈر لگے گا۔ میں کوئی کچھ ہوں۔۔۔ ڈاکٹر رام

بھر دے نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔
”بچوں کو تو موت سے ڈھنسا نہیں لگتا۔ بڑوں کو لگتا ہے۔۔۔ عمران
نے منہ بناتے ہوئے انتہائی خشک لہجے میں کہا اور عمران کے ساتھی
عمران کا لہجہ سن کر بے اختیار چونک پڑے۔ کیونکہ عمران کا ایسا لہجہ صاف
بتا رہا تھا کہ وہ کوئی اہم انکشن لینے والا ہے۔

”موت سے ڈر۔۔۔ یہ تو جاہل لوگ ڈرتے ہیں مجھے معلوم ہے
کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے ایک لمحہ بھی آگے پیچھے
نہیں ہو سکتا۔۔۔ ڈاکٹر رام بھر دے نے بڑے طنزیہ لہجے میں
قبضہ لگتے ہوئے کہا۔

”تو پھر وہ لمحہ آن پہنچا ہے ڈاکٹر رام بھر دے۔۔۔ عمران نے
ایک لخت خشک لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے
سائینسنگار ریڈیو نکال لیا جو اس نے ناٹران کے ایمرمنٹی سنٹر سے
اٹھایا تھا۔

”لگ۔۔۔ لگ۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ رام بھر دے کا چہرہ
ایک لخت زرد پڑ گیا تھا۔

”ڈر لگ رہا ہے ناں۔ تم تو کہہ رہے تھے کہ پڑھے لکھوں کو ڈر
نہیں لگتا۔۔۔ عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”ادہ ادہ۔۔۔ یہ کیا مذاق ہے۔ سو رہی ہیں ایسے مذاق کا عادی
نہیں ہوں۔۔۔ رام بھر دے نے اپنے آپ کو کنٹرول کرنے کی
کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”یہ مذاق نہیں ہے۔ ملک الموت ہے۔ گڈ بائی۔۔۔ عمران نے
سرد لہجے میں کہا اور ٹیگر بادام ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی گولی رام
بھر دے کی پیشانی پر پڑی اور وہ کرسی سمیت پیچھے فرش پر جا گرا۔ اس
کی کھوپڑی ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکی تھی۔

”تم نے ایک شریف آدمی کو اس قدر سرد مہری سے قتل کر دیا ہے۔
کمرے میں چھائی ہوئی موت کی خاموشی میں ایک لخت جولیہ کی چھتی ہوئی
آواز سنائی دے گی۔

”اٹھ کر اس کی جیبوں کی تلاشی لے تمہیں اس کی شرافت کا ثبوت مل
بانے گا۔۔۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اور جولیہ تیزی
سے اٹھ کر مردہ ڈاکٹر رام بھر دے کی طرف بڑھ گئی۔

”ادہ ادہ۔۔۔ یہ کارڈ۔۔۔ ادہ۔ تو اس کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔۔۔
وہاں نے ایک لخت چھتے ہوئے کہا۔ اس نے رام بھر دے کی جیب
سے ایک کارڈ نکالا ہوا تھا۔

”جی ہاں۔ اب ثبوت مل گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں اسلام رضا کے
بیک اپ میں سوپر فیاض کے ساتھ گیا تھا۔ ہمارے استقبال کے لئے
نے والوں میں ایک یہ بھی شامل تھا۔ اس لئے جیسے ہی پرنٹنگ فیاض کو

منے یہاں دیکھا یہ برمی طرح چونک پڑا تھا۔ میں تو چونکہ اس وقت
اسلم رضا کے میک اپ میں تھا اور اب اصل شکل میں ہوں۔ اس
لئے مجھے یہ پہچان نہ سکا تھا۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ادہ ہاں۔ اب مجھے یاد آرہا ہے۔ مجھے یاد نہ آ رہا تھا کہ میں نے
ماٹھن کو کہاں دیکھا ہے۔۔۔ ایک طرف بیٹھے پرنٹنگ فیاض

نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔
 ”سودی عمران۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا۔“ جولیا نے شرمندہ سے

بجھ میں کہا۔
 ”میں نے جان بوجھ کر مصغیر کی بات کے جواب میں یہ یہ یہ دھرنے
 اور اسے نفیات کے ایک مخصوص طریقہ علاج کا ذکر کیا تھا۔ کیونکہ مجھے
 خیال آیا تھا کہ ہو سکتا ہے۔ یہ واقعی ڈاکٹر ہو۔ انٹیلی جنس آفیسر نہ ہو۔
 کیونکہ بعض اوقات شکلیں بھی دھوکہ دے جاتی ہیں۔ لیکن اگر وہ واقعی
 نفیات کا ڈاکٹر ہوتا تو یقیناً اس کا جواب مزور دیتا۔ اس سے میں
 کنفرم ہو گیا۔“ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے جواب دیا۔
 اور عین اسی لمحے ناٹران اندر داخل ہوا۔ اس نے الٹی ہوئی کرسی اور
 ڈاکٹر رام بھروسے کی لاشیں فرش پر پڑی ہوئی دیکھی تو چونک پڑا۔
 ”کیا ہوا۔ کام ہوا یا نہیں۔“ عمران نے خشک ہجے میں پوچھا۔

”اوہ یس سر۔ کام ہو گیا۔ لیکن ان کے صرف چھ آدمی ہی اغوا ہو سکے تھے
 انہیں دماغ پہنچا دیا گیا ہے۔ بہر حال ہم سب سیف میں دماغ بہت بھیڑا کھی
 ہو رہی ہے۔ کم از کم تین چالیس افراد ہوں گے۔“ ناٹران نے ہونٹ
 چباتے ہوئے کہا۔ اور ابھی اس کا فخر مکمل ہی ہوا تھا کہ یک لمحوں دو
 سے خوف ناک دھماکوں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ دھماکے اس قدر
 شدید اور خوف ناک تھے کہ وہ سب بے اختیار اچھل پڑے۔ دھماکوں
 کی شدت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

”ایکشن شروع ہو گیا۔“ عمران نے ہونٹ پیچھے ہٹتے ہوئے کہا
 اور اٹھ کر کیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔

شاگل کے چہرے پر گہرے اطمینان کے اظہار نمایاں تھے۔
 وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ والی کرسی پر انٹیلی جنس
 کا چیف راجیش وکر م بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ شاگل کے ساتھ ایک اور کرسی
 نشست والی کرسی خالی تھی۔ وہ ایک کمرے میں موجود تھے۔ اور ان
 کے سامنے ایک بڑی مشین موجود تھی۔ جس کے درمیان ایک پوٹری
 سکرین تھی۔ اور سفید کوشیہ پہنے ہوئے دو افراد اس کے ساتھ بڑے
 موڈ بانہ انداز میں کھڑے تھے۔ یہ کمرہ پرائم منسٹر بلاؤس کا ایک مخصوص
 روم تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور شاگل اور راجیش وکر م دونوں اٹھ
 کھڑے ہوئے۔ آنے والے وزیر اعظم تھے۔ ان کے چہرے پر انتہائی
 گہری سنجیدگی طاری تھی۔

”بیٹھو۔“ پرائم منسٹر صاحب نے خالی کرسی پر بیٹھنے ہوئے
 دونوں سے کہا۔ اور وہ دونوں موڈ بانہ انداز میں بیٹھ گئے۔ پرائم منسٹر

نے کلائی اٹھا کر گھڑی پر وقت دیکھا۔

”ابھی میں منٹ باقی ہیں۔ مسٹر شاگل آپ نے رپورٹ دی ہے کہ آپ نے سیکرٹ سروس کے سب افراد کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس کی تفصیل بتائیں۔“ پرائم منسٹر نے شاگل سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس سر۔۔۔ میں نے ایک شا سیکرٹ سروس کا عبرتناک حشر کیلئے۔ ایسا حشر کہ وہ صدیوں تک بلبلا تی رہے گی۔“ شاگل نے بڑے خیر پہنچے میں کہا۔

”متہید کا وقت نہیں ہے مسٹر شاگل۔“ وزیر اعظم نے سخت پہنچے میں کہا۔

”اوہ یس سر۔“ شاگل نے چونک کر کہا۔ اور پھر اس نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح سیکرٹ سروس کے افراد ریڈیو سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن پھر اس کے آدمیوں نے انہیں ٹریس کر لیا اور اس کے بعد اس نے پوری کو کھٹی گورا کٹوں سے اڑا دیا۔ اور ان سب کی لاشوں کے ہزاروں ٹکڑے بے میں پھیلے ہوئے تھے۔

”ہوں۔۔۔ آپ نے بروقت ٹریس کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ ورنہ ہمارا سا راجان ختم ہو جاتا۔ اور آپ جانتے ہیں اس کا نتیجہ آپ کے حق میں کس قدر برا نکلتا۔“ وزیر اعظم نے جواب دیا۔

”سر۔ دراصل غلطی تو ہو گئی تھی۔ لیکن سر۔ یہ غلطی وکرم صاحب کے آدمیوں سے ہوئی۔ انہوں نے اس سپرنٹنڈنٹ فیاض کو وہاں لے ج کر دیے ہی چھوڑ دیا۔ وہ چونکہ بے ہوش تھا۔ اس لئے میرے

آدمیوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے بے ہوشی کا بجائش لگایا گیا ہے یا نہیں اور اسی نے ہوش میں آ کر سارا کیل کیل۔“ شاگل نے عادت کے مطابق ساری ذمہ داری راجیش وکرم پر ڈالتے ہوئے کہا۔

”میرے آدمیوں کو صرف اتنا حکم دیا گیا تھا کہ فیاض کو اس عمارت تک پہنچا دیا جائے وہ انہوں نے پورا کر دیا۔“ راجیش وکرم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ کو کیسے علم ہوا کہ ان سب کے نکلنے کی یہی وجہ ہے۔“ وزیر اعظم نے پوچھا۔

”سر۔ پوری صورتحال کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہی صورت ہی سامنے آتی تھی۔“ شاگل نے جواب دیا۔

”سر۔ وقت ہو گیا ہے۔ مشین لنک کی جائے۔“ مشین کے پاس کھڑے ایک آدمی نے مداخلت کرتے ہوئے وزیر اعظم سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوہ ہاں۔۔۔“ وزیر اعظم نے چونک کر گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ اور دونوں آدمی مشین پر مصروف ہو گئے۔ مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اور بے شمار چھوٹے بڑے بلب جلنے بجھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی مشین کے درمیان نصب بڑی سی سکرین روشن ہو گئی۔ پہلے تو اس پر آڑی تو جھکی سکرین سی درڑتی رہی۔ پھر ایک جھماکے سے اس پر ایک کمرے کا منظر ابھرا۔ اس کمرے میں ہر طرف مختلف قسم کی مشینیں پھیلی ہوئی تھیں۔ البتہ ایک بڑی سی مشین کے سامنے چار افراد موجود تھے۔

"انہیں لنک کیا جائے گا۔" پرائم منسٹر سے مخاطب ہو کر سفید کوٹ والے نے پوچھا۔
 "یاں۔ لنک کرو۔" پرائم منسٹر نے دوبارہ گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

اور سفید کوٹ والے نے جلدی سے مشین کی سائیکل ایک خانہ کھولا۔ اس میں سے ایک ریوٹ کنٹرول جیسا آلہ نکال کر وہ تیزی سے پرائم منسٹر کی طرف بڑھا اور اس نے وہ آلہ پرائم منسٹر کو پیش کیا۔ پرائم منسٹر نے وہ آلہ اس سے لے لیا۔ جب کہ دوسرے آدمی نے مشین کا دوسرا بیٹن دبایا تو سکریٹ نظر آنے والی مشین کے سامنے موجود چاروں آدمی چونک کر سیدھے ہو گئے۔

"ہیلو۔" پرائم منسٹر کا لنک کیا پوزیشن ہے۔" پرائم منسٹر نے آلے کا بیٹن دباتے ہوئے کہا۔

"سر۔ پوزیشن بالکل اور۔ کے ہے۔ سر۔ ہم نے اپنی انٹرنی گپ کو چیک کر لیا ہے۔ وہ بھی اور۔ کے ہے۔" ایک آدمی نے موڈ بانڈ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سریش کہاں ہے۔" پرائم منسٹر نے پوچھا۔
 "وہ کنٹرول روم میں ہیں سر۔" اُسی آدمی نے جواب دیا۔
 "اور۔ کے۔" پرائم منسٹر نے کہا۔ اور آلے کا بیٹن آف کر دیا۔

"کنٹرول روم کنکٹ کرو۔" پرائم منسٹر نے سامنے کھڑے سفید کوٹ والوں سے کہا اور وہ سر جھکا کر دوبارہ مشین پر جھک

گئے۔ سکریٹ پر دوبارہ جھماکے سے ہونے لگے۔ اور چند لمحوں بعد ایک اور منظر ابھر آیا۔ یہ ایک چھوٹے سے کمرے کا منظر تھا جس میں ایک اور مشین نظر آرہی تھی۔ اور اس کی سائیکل پر موٹے ٹیشوں کی عینک پہنے سریش موجود تھا۔ پرائم منسٹر نے دوبارہ آلے کا بیٹن دبایا۔ اور سریش چونک پڑا۔

"اوہ۔ ایس۔ سر۔" سریش بول رہا ہوں سر۔" سریش نے چونک کر موڈ بانڈ لہجے میں کہا۔
 "منسٹر سریش کیا پوزیشن ہے۔" وزیراعظم نے پوچھا۔

"سر۔ پوزیشن اور۔ کے ہے۔" سریش گپ باقاعدہ سگنی وصول کر رہی ہے۔ صحیح وقت پر اسے آن کر دیا جائے گا۔" سریش نے جواب دیا۔

"ہم خود اسے آن ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔" پرائم منسٹر نے کہا۔

"ایس۔ سر۔ میں سمجھتا ہوں۔ یہ میرے سامنے دہائی مشین کے درمیان سکریٹ آپ کو نظر آرہی ہے۔ جیسے ہی گپ آن ہوگی اس پر سرخ رنگ کے نقطہ کی صورت میں چلنے لگیں گے۔ اگر یہ نقطہ ترتیب سے چلتے رہے تو سمجھئے کہ گپ صحیح کام کر رہی ہے۔ اور اگر یہ نقطہ ترتیب میں نہ چلتے تو اس کا مطلب ہے کہ گپ کام نہیں کر رہی۔" سریش نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اور۔ کے۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ صحیح وقت تو ہمیں معلوم ہے۔ اس کے باوجود مجھے خون پر کنٹرول کر دیا جائے گا اور میں تمہیں اطلاع

یہ گھڑی پاکیشیا کا دقت ظاہر کر رہی تھی۔ کیونکہ پاکیشیا اور کارفرستان کے دقت میں آمد سے گھنٹے کا فرق تھا۔

وزیراعظم ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ شاگل اور ماجیش وکرم کی بھی یہی حالت تھی۔ ان سب کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ ادا انہوں نے اپنے سانس روک رکھے تھے۔ کیونکہ وہ لحاظ اب بالکل قریب تھے۔ جس کے لئے انہوں نے اس قدر خوفناک جدوجہد کی تھی۔ وزیراعظم کی نظریں بھی اب سکرین پر نظر آنے والی گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر انہوں نے سریش کے ساتھ ایک سرخ رنگ کے ہینڈل کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ سریش کی نظریں گھڑی کے تیزی سے بدلتے ہوئے ہندسوں پر جیسے چبکی ہوئی تھیں۔ اور پھر جیسے ہی ہندسہ بدلا سریش نے پلک بھینکے میں ہینڈل پر پس کر دیا۔ دوسرے لمحے سکرین پر سرخ رنگ کے نقطے ابھرے اور پھر وہ ایک ترتیب سے چلنے لگے۔ ان کے اس طرح ترتیب سے چلنے سے ایک کیرس بن گئی۔ پرائم منسٹر سمیت سب افراد بتوں کی طرح خاموش بیٹھے اس کیر کو دیکھتے رہے۔ تقریباً پانچ منٹ تک یہ کیر چلتی رہی پھر یک لحظ بچھ گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی سریش نے ہینڈل اونچا کر دیا۔

”مبارک ہو جناب۔ ہمارا مشن مکمل ہو گیا۔ نقلی گروپ باقاعدہ کام کرتی رہی ہے۔ اور اب ظاہر ہے یہ معاہدہ کسی صورت نہیں ہو سکتا۔ سریش کی مسرت سے کانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ویری گڈ ویری گڈ۔ آفر کار ہم جیت گئے۔ ویری گڈ۔“

دے دے گا۔ پرائم منسٹر نے کہا اور دوبارہ گھڑی دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس کے سامنے پڑی ہوئی میز پر رکھائی ملی فون بج اٹھا۔ اور پرائم منسٹر نے جلدی سے مانتھ بڑھا کر سیور اٹھا لیا۔

”یس۔ پرائم منسٹر سپیکنگ۔“ پرائم منسٹر نے سخت ہلچے میں کہا۔

”سر۔ پاکیشیا سے پیش ٹائمر کال ہے۔ لنک کو دس سر۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ ہلچے میں کہا گیا۔

”ادہ یس۔ فوراً لنک کر دے۔“ پرائم منسٹر نے بے چین ہلچے میں کہا۔

”ہیلو سر۔ میں لاکھا فی بول رہا ہوں۔ سر شوگرمان کے صدمہ آبدوز میں پہنچ گئے ہیں۔ سر دقت وہی ہے۔ سر یہاں تیاریاں مکمل ہیں سر ادور۔“ دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ پرائم منسٹر صاحب نے سیور رکھا اور جلدی سے ایک بار پھر گھڑی کو دیکھا اور پھر مانتھ میں بکڑے ہوئے آلے کا بیٹن دبا دیا۔

”یس سر۔“ دوسری طرف سے سریش کی آواز سنائی دی۔

”اطلاع مل گئی ہے۔ دقت وہی ہے۔“ وزیراعظم نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔ ہم تیار ہیں سر۔“ سریش نے جواب دیا۔ اور وہ مشین پر جھک گیا۔ جس پر ایک ریڈیم ڈائل ڈیجٹل گھڑی بھی لگی ہوئی تھی۔ اس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔

دیا۔ اور راجیش وکرم اور شاگل دونوں بے اختیار مسکرائے۔ شاگل کا دل بیوں اچھل رہا تھا۔ اس بار نہ صرف ان کا پلان مکمل ہو گیا تھا بلکہ اس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بھی عبرت ناک انتقام لے لیا تھا۔ خاص طور پر عمران کی موت کے بعد تو اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا قد خود بخود چار فٹ اونچا ہو گیا ہو۔

پرائم منسٹر نے ایک لحنت اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ان کا چہرہ مسرت سے کھل پڑ رہا تھا۔ شاگل اور راجیش وکرم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان دونوں کے چہرہ دوں پر بھی بے پناہ مسرت تھی۔

”مبارک ہو جناب۔“ شاگل نے کانپتے ہوئے ہلچے میں کہا۔

”تھینک یو شاگل اینڈ مسٹر راجیش وکرم۔“ آپ کو بھی مبارک ہو۔ آپ نے واقعی اس مشن پر محنت کی ہے۔“ وزیر اعظم نے ان دونوں سے باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”یہ ہمارا فرض تھا جناب۔“ شاگل اور راجیش وکرم نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

”آئیے۔“ اس خوشی کے موقع پر میں آپ کو چائے پلاتا ہوں۔ میں نے صدر صاحب کو بھی رپورٹ دینی ہے۔ آئیے“ وزیر اعظم نے کہا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ راجیش اور شاگل خود بانہ انداز میں اس کے پیچھے چل پڑے۔

”سر۔“ اس بات کی اطلاع کب ملے گی کہ پاکیشیا اور شوگران کے درمیان دفاعی معاہدہ نہیں ہو سکا۔“ شاگل نے پوچھا۔

”آج رات ان کا اسم اجلاس ہے۔ صبح حتیٰ تفصیلات مل جائیں گی۔ لیکن نقلی گپ کے کام کے بعد ظاہر ہے پاکیشیا والوں کی آمد و زکا سارا مظاہرہ مکمل طور پر اپ سیٹ ہو گیا ہے۔ اب یہ معاہدہ کسی صورت نہیں ہو سکے گا۔“ وزیر اعظم نے جواب

اس نے فون پر کھٹے ہوئے نمبر بھی بتا دیئے۔

”ٹھیک ہے۔“ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مخصوص
بلے میں کہا۔ اور رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے ہونٹ بیچتے ہوئے
رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد سیکرٹ سروس کے نمبر واپس آئے۔
کیونکہ اب دھماکوں کی آوازیں بند ہو گئی تھیں اور ٹائرنگس کی تیز آوازیں
سناائی دے رہی تھیں۔

”اوہ۔ اگر ہم دباؤ موجود ہوتے تو“۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے
بھر بھری لیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ہوتا۔ اطمینان سے حوروں کے مجمع کی طرف پرواز کر رہے
ہوتے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ملی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور سوائے عمران کے
باقی سب موبی طرح چونک پڑے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہی نہ تھا کہ
عمران ان کی عدم موجودگی میں ایکسٹو کو فون کر چکا ہے۔ وہ تو یہی
سمجھتے تھے کہ ڈاکٹر رام بھروسے کا فون ہو گا۔

”یس۔“ عمران نے اطمینان سے رسیور اٹھاتے ہوئے
اپنی اصل آواز میں کہا۔

”ایکسٹو۔“ دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز
ابھرتے ہی سیکرٹ سروس کے سارے نمبرز اس طرح اچھلے جیسے
انہوں نے زندگی میں پہلی بار ایکسٹو کی آواز سنی ہو۔ حیرت سے
ان کے ذہن ماؤف سے ہو گئے کہ ایکسٹو کو اس فون نمبر اور ان کی
یہاں موجودگی کا کیسے پتہ چل گیا۔

دھماکوں کی خوف ناک آوازیں سننے ہی عمران توٹیل فون کی طرف
بڑھا تھا جب کہ باقی ساتھی بے اختیار سیر دینی دروازے کی طرف بڑھ
گئے تھے۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور جلدی سے نمبر ڈائل کرنے شروع
کر دیئے۔

”ایکسٹو۔“ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے بلیک زیرو کی
مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں یہاں صورت حال بے حد خبیثہ ہو چکی ہے۔
ہماری آبدوزیں کانفرنس والوں نے نقلی انٹرنیٹ گرپ خٹ کی ہے۔
اور پیش ڈیک کا سب انجنیئر جان لیفتا ان کا آدمی ہے۔ اس کو
گرفتار کرالیں۔ اور فوراً یہ معلوم کر کے مجھے بتائیں کہ کیا شوگر ان والوں
کی طرف سے کوئی متبادل انٹرنیٹ گرپ بھی نہیں دی گئی ہے یا نہیں۔
مجھے فوراً بتائیں۔“ عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی

”اس ٹیلی فون کا نمبر معلوم کرے۔“ عمران نے کہا اور سب نے سر ہلا دیئے۔

”اصل گروپ حاصل کرنے کے لئے تو اس لینا رٹری میں گھسنا پڑے گا۔ دہان کا حفاظتی نظام تو بے حد مٹا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”تم نے مجھے تفصیلات بتائی ہیں اس لئے انہیں دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اسی لئے آبد و زمنگوا کی ہے۔ اس سے اس حفاظتی نظام کو وقتی طور پر معطل کیا جاسکتا ہے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن اس طرح تو آبد و زمیہاں چیک ہو جائے گی۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”تم فکر نہ کرو۔ میں اس آبد و زم کو سیما نی ٹی پی پہنا دوں گا۔ اور میرے ذہن میں جو پلان ہے اس کے مطابق ہمیں لینا رٹری کے اندر بھی داخل نہ ہونا پڑے گا۔“ عمران نے کہا۔ اور پھر وہ اٹھ کر سردنی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ناٹران کو ساتھ لئے ایک درجھوٹے سے کمرے میں گھس گیا۔

رات کے بارہ بجنے میں ابھی چند منٹ باقی تھے۔ عمران کیپٹن شکیل اور ناٹران تینوں بین الاقوامی سمندر میں موجود ایک دہران جزیرے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے ناٹران سے تفصیلی گفتگو کر کے سارا بدگرام سپیٹ کر لیا تھا۔ اور پھر وہ لوگ ڈاکٹر رام بھروسے کی کوٹھی سے ایک ایک دو دو کر کے نکلے تھے اور ناٹران کے ایک خفیہ

”میں سر۔۔۔ عمران نے مود باعہ لہجے میں کہا۔

”دوسری گروپ نہیں ہے عمران۔ اور یہاں کسی کو علم نہیں ہے کہ آبد و زم تعلق گروپ لگائی جا چکی ہے۔“ ایکسٹو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اوہ، پھر تو معاملات اور زیادہ سیریس ہو گئے۔ آپ ایسا کیوں کہ فوری طور پر آبد و زم کو کافرستان کے شمالی ساحل پر بین الاقوامی سمندر میں واقع ڈیڑ جزیرے پہنچا دیں۔ ہم دہان موجود ہوں گے۔ انہیں ہدایات دے دیں۔ اب مجھے فوری طور پر اصلی گروپ حاصل کرنی پڑے گی۔ رات کو بارہ بجے اُسے دہان پہنچ جانا چاہیے۔ رکوڈ ایک سو ہی ہے گا۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن ہمیں معلوم ہے کہ شوگران کے صدر نے مظاہرہ دیکھنا ہے۔ اس لئے ایسے وقت میں آبد و زم کیسے مٹائی جاسکتی ہے۔“ ایکسٹو نے تیز لہجے میں کہا۔

”اس مظاہرے کے لئے تو اُسے حرکت میں لا رہا ہوں۔ ورنہ مظاہرہ حرکت میں آگیا تو اصل معاملہ ہو جائے گا۔“ عمران ایک بار پھر پلٹ رٹری سے اتر گیا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ میں پیش آرڈر جاری کر دیتا ہوں۔“ دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جواب دیا گیا اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریسورس دکھ دیا۔

”آپ نے پہلے ایکسٹو سے بات کی تھی۔“ صفدر نے

پوچھا۔

”ظاہر ہے اب ایکسٹو کو علم بخوم تو نہیں آتا کہ وہ زائچہ بنا کر

”ماں پہلے یہ بتائیں کہ آپ چیک تو نہیں ہوئے۔“ — عمران نے تیرہ بجے میں پوچھا۔

”نہیں۔“ — ہم لمبا چکر کاٹ کر آئے ہیں۔“ — کیپٹن اطہر نے جواب دیا۔

”گڈ۔“ — ہم تیار ہیں۔“ — عمران نے مطمئن ہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی آلہ خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد جزیرے سے کافی فاصلے پر پانی میں چل پید ا ہوئی اور پھر آبدوز باہر ابھرتی نظر آنے لگی۔

”آؤ۔“ — عمران نے کہا۔ اور انہوں نے غوطہ خوری کا لباس درست کرتے ہوئے جزیرے سے سمندر میں پھلانگیں لگا دیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ آبدوز کے آپریشن روم میں پہنچ چکے تھے۔ کیپٹن اطہر فاصد و جہہ اور شکیل آدمی تھا۔ اس کی ذراخ پیشانی بتا رہی تھی کہ وہ دھین آدمی ہے۔

”آپ میں سے عمران صاحب کون ہیں؟“ — کیپٹن اطہر نے ان تینوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ تینوں ہی غوطہ خوری کا لباس اتارنے میں مصروف تھے۔

”یہ لباس تو صاحب لوگوں کا نہیں ہوتا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن اطہر چونک کر عمران کی طرف مڑ گیا۔ کیونکہ وہ پہلے آلہ کی مدد سے اس کے ساتھ گفتگو کر چکا تھا۔ اس لئے اس نے ذرا پہچان لی تھی۔

اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ عمران نے دماغ سے سیکرٹ سر دس کے باقی تمام ممبران کی وابستہ پاک شیاغیفہ رواجی کا بند و بست کر دیا تھا۔ اس نے صرف سپرٹنڈنٹ فیاض اور کیپٹن شکیل کو روک لیا تھا۔ فیصل جان کو اس نے شاگل کی مصروفیات پر نظر رکھنے کا کام سونپا تھا اور سپرٹنڈنٹ فیاض کو اسی اڈے میں چھوڑ کر وہ ناٹران اور کیپٹن شکیل کو ہمراہ لے کر ایک لاپنج کے ذریعے طویل سفر کرتا ہوا اس جزیرے تک پہنچا تھا لاپنج اس نے جزیرے کی ایک کھاڑی میں چھپا دی تھی۔ ان تینوں کے جسموں پر غوطہ خوری کا لباس تھا۔ اور عمران کے ہاتھ میں ایک مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا۔

”کیا ان حالات میں آبدوز واقعی یہاں آئے گی؟“ — ناٹران نے کہا۔

”اگر آبدوز نہ آئی تو حالات خود چل کر دماغ پہنچ جائیں گے۔“ — عمران نے جواب دیا۔ اور ابھی اس کا فقرہ مکمل ہی ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ میں موجود آلے میں سے ٹائیں ٹائیں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ اس نے جلدی سے اس آلے کا ایک بٹن دبا دیا۔

”ہیلو۔“ — ایکس تھری۔“ — آلے میں سے ایک آواز نکلی۔

”یس۔“ — عمران بول رہا ہوں۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”کوڈ۔“ — دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”ایک سو۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”اور کے۔“ — کیپٹن اطہر بول رہا ہوں۔ آپ جزیرے پر

موجود ہیں۔“ — دوسری طرف سے نرم ہجے میں پوچھا گیا۔

میں کہا۔ اور کیپٹن اظہر ایک جھگڑے سے مراد اس کے بہرے پر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔

”نقلی انونٹری گروپ — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ — کیپٹن اظہر کی حالت واقعی دیکھنے والی تھی۔“

”جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو کیپٹن۔ صورت حال انتہائی سیریس ہے۔“ عمران کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

”اول تو جناب ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ سپیشل ڈیپارٹمنٹ سے ابھی آبدوز مکمل چیکنگ کے بعد آئی ہے۔ اور اسے اور کے قرار دیا گیا ہے۔ وہ گئی اس کی چیکنگ۔ تو جناب یہ چیکنگ تو مخصوص ایسے میں ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ انونٹری گروپ کو سپیشل ڈیپارٹمنٹ میں آنا جاسکتا ہے۔ اور یہ کوڈنگسل براہ راست صدر مملکت دیتے ہیں۔ انونٹری گروپ کے آں ہوتے ہی آبدوز کے ایسی آلات حرکت میں آجاتے ہیں۔“ کیپٹن اظہر نے اس بار مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہوں۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے یہاں چیک نہیں کیا جا سکتا۔ ٹھیک ہے۔“ اچھا اب سنیں۔ ہماری اس آبدوز میں نقلی انونٹری گروپ لگائی گئی ہے۔ اصل انونٹری گروپ کا فرسٹان کی نیوی انجینئرنگ لیبارٹری میں موجود ہے۔ اور آبدوز کو یہاں بلوانے کا مقصد یہی ہے کہ ہم نے لیبارٹری سے وہ اصل گروپ حاصل کر کے اس آبدوز میں فٹ کر دی ہے۔ اور نقلی گروپ اتار لینے ہے۔“ —

ران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور کیپٹن اظہر کی حالت ایسی

”ادھر عمران صاحب — ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم نے آپ کے ہنگامات کی تعمیل کرنی ہے۔ لیکن مشن کیا ہے اس کی کوئی تفصیل ہمیں نہیں بتائی گئی۔“ کیپٹن اظہر نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بڑا عرصہ ہو گیا تھا مچھلی نہیں کھائی تھی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اپنے پاس آبدوز ہے۔ اسے ہی کیوں نہ استعمال کیا جائے۔“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

اور کیپٹن اظہر اس طرح عمران کو دیکھنے لگا جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی کسی صحیح دماغ آدمی سے بات کر رہا ہے۔

”یہ انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے۔ ہم انتہائی خطرناک سچویشن میں ہیں۔ کسی بھی لمحے ہمیں چیک کیا جاسکتا ہے۔ اور آبدوز نے آج ہی واپس بھی جانا ہے اور آپ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔“ کیپٹن اظہر نے ہونٹ ہنپتے ہوئے کہا۔

”سنجیدہ مسئلہ ہے۔ بحال ہے۔ آبدوز سے مچھلی پکڑنا کیسے سنجیدہ مسئلہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ بھی ایسی آبدوز سے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مجھے ایڈمرل صاحب سے بات کرنی پڑے گی۔“ کیپٹن اظہر نے انتہائی ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ اور تیزی سے ایک سائیڈ پر موجود مشین کی طرف بڑھ گیا۔

”کیپٹن اظہر۔ پہلے یہ بتائیے کہ اگر اصل انونٹری گروپ کی بجائے نقلی انونٹری گروپ لگا دی جائے تو اُسے چیک کرنے کا آپ کے پاس کیا طریقہ ہوگا۔“ — عمران نے ایک تخت انتہائی سنجیدہ لہجے

ہی جیسے وہ ابھی بے ہوش ہو کر گویا پڑے گا۔
 سر۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ بھی مذاق ہے سر۔
 نقلی انوشی گروپ کیسے لگ سکتی ہے۔۔۔ کیپٹن اظہر کی حالت
 واقعی خاصی خراب تھی۔

جوین نے کہا ہے کیپٹن وہ حرف بکرف درست ہے۔ تم صرف
 اس آبدوز کے کیپٹن ہو۔ جب کہ ہمیں پورے ملک کی سلامتی کا
 خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔
 اس لئے جیسے میں کہتا جاؤں ویسے کو تے جاؤ ہمارے پاس زیادہ
 وقت نہیں ہے۔۔۔ عمران نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔
 ”ادھیس سر۔۔۔ ایڈمرل صاحب نے یہی بتایا تھا۔ ٹھیک ہے
 سر۔ لیکن سر۔ نیوی انجینئرنگ لیبارٹری میں آبدوز کا داخلہ تو ناممکن
 ہے۔ ایک تو وہ کافرستانی سرحد کے اندر ہے دوسرا اس کے لئے
 زبردست حفاظتی انتظامات کئے گئے ہوں گے۔ اور اگر ہم کافرستانی سرحد
 میں داخل ہونے تو سر خاصا سرسبز مسکن بن جائے گا۔۔۔ کیپٹن
 اظہر نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

”آبدوزیں۔۔۔ نیٹرو ڈیلٹم مشین تو ہے۔۔۔ عمران نے
 چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”نچ۔۔۔ نچ۔۔۔ جی ہاں۔ ہے۔۔۔ کیپٹن اظہر کا چہرہ ایک
 بار پھر ہولنوں جیسا ہو گیا۔ ظاہر ہے یہ مخصوص کوڈ نام تھا۔ اور عمران
 اس طرح نام لے رہا تھا جیسے اس کی ساری زندگی آبدوزوں میں گزری ہو۔
 ”ٹھیک۔ اب غور سے سنو۔ اس مشین پر ہاٹ گنل دیا جاسکتا

ہے۔ اور یہ ہاٹ گنل کسی طرح کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم صرف اس کی اتنی
 رینج بتا دو۔۔۔ عمران نے کہا۔
 سر۔ ہاٹ گنل کی رینج تو بہت وسیع ہے۔۔۔ کیپٹن
 اظہر نے جواب دیا۔

”کیپٹن شکیل۔۔۔ وہ لیبارٹری یہاں سے کتنے فاصلے پر اور کس
 سمت میں ہے۔۔۔ عمران ساتھ کھڑے کیپٹن شکیل سے
 مخاطب ہو گیا۔

”وہ یہاں سے تقریباً بیس بحری میل جنوب کی طرف ہے۔ میرا اندازہ
 ہے۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”اب بتاؤ کیپٹن کیا ہاٹ گنل لیبارٹری پر جاسکتا ہے۔۔۔
 ان نے دوبارہ کیپٹن اظہر سے پوچھا۔

”یہ سر۔۔۔ یہ اس کے لئے معمولی فاصلہ ہے۔ لیکن سر
 بارٹری کا مخصوص کوڈ ہو گا۔ وہ کوڈ کیسے معلوم ہو گا۔۔۔ کیپٹن اظہر
 نے کہا۔

”وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ آئیے۔ وہ مشین کہاں ہے۔۔۔
 ان نے کہا۔

اور کیپٹن اظہر آپریشن ہال کے ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔
 اس مشین کو کافی دیر تک غور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ کیپٹن شکیل
 رف مڑا۔

کیپٹن۔ ایک کاغذ لے کر اس لیبارٹری کا نظری نقشہ بناؤ۔
 نے کیپٹن شکیل سے کہا۔

تھے۔ جسے عمران کی بچائے انہیں کوئی جن بھوت نظر آ رہا ہو۔ وہ سوچ رہے تھے کہ بچائے عمران کی کھوپڑی میں اللہ تعالیٰ نے کیا بھر دیا ہے کہ دنیا جہاں کی معلومات اس میں نہ صرف جمع رہتی ہیں بلکہ عین موقع پر برآمد بھی ہو جاتی ہیں۔ کیپٹن اطہر نے مشین آن کی اور ایک چھوٹا سا مائیک عمران کے ہاتھ میں دے دیا۔ چند لمحوں بعد مشین کے درمیان سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ مشین کو آپریٹ کیپٹن اطہر کی کردہ تھا اور پھر جسے ہی یہ بلب مستقل جلنے لگا۔ کیپٹن اطہر کا چہرہ حیرت سے ایک بار پھر بگڑ گیا۔ بلب کے مسلسل جلنے کا مطلب تھا کہ کوڈ واقعی درست تھا۔

"ہیلو۔ ہاٹ گنل کوڈ تھری ایون دن کس۔" عمران نے نامانوس سے ہلچے میں کہا۔

"یس۔ ہاٹ گنل کوڈ تھری ایون دن کس اسٹینک۔"

دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"پرائم منسٹر آف کافرستان سپیکنگ۔ اپنا تعارف کرائیں۔"

عمران نے اُسی ہلچے میں کہا۔

"سر۔ میں مارک بول رہا ہوں چیف انجینئر فرام نیوی انجینئرنگ لیبارٹری سر۔" دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ ٹیکنٹ ہو رہا تھا۔

"پریم چند کہاں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"پریم چند صاحب تو جناب نیول ہیڈ کوارٹر گئے ہوئے ہیں سر۔"

وہ کل گئے ہیں سر۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ اور

عمران کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے

"چیف انجینئر مارک۔ ہاٹ گنل ایک خصوصی مقصد سے دیا جا رہا ہے۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔" عمران نے کہا۔

"یس سر۔ میں سمجھتا ہوں سر کوئی ٹاپ کا انفیڈنشل معاملہ ہی ہو سکتا ہے سر۔" مارک نے جواب دیا۔

"گڈ۔ ایسا ہی معاملہ ہے۔ پاکیشیا کی ایٹمی آبدوز سے حاصل کی گئی انونٹری گروپ لیبارٹری میں موجود ہے۔" عمران نے کہا۔

"یس سر۔" مارک نے جواب دیا۔

"اور کے۔ آپ ایسا کہیں کہ اسے لے کر انتہائی حفیہ طریقے سے شمالی سرحد پر موجود ڈیڈ جزیروں پر پہنچ جائیں۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ دہاں ایک آدمی موجود ہوگا۔ وہ آپ کو کوڈ کے گا ہاٹ گنل اور آپ نے جواب میں کہنا ہے۔ پی۔ ایم۔ اور اس کے بعد آپ اصل انونٹری گروپ اس کے حوالے کر کے فوراً واپس لیبارٹری میں پلے جائیں گے۔" عمران نے کہا۔

"یس سر۔" مارک نے جواب دیا۔

"اب خصوصی ہدایات سن لیں۔ یہ انتہائی ٹاپ کا انفیڈنشل معاملہ ہے۔ اس لئے اس کا ذکر آپ نے کسی سے نہیں کرنا۔ کیونکہ یہ بات صرف میرے، آپ کے اور صدر مملکت کو معلوم ہوگی۔ اگر یہ بات ٹیک آؤٹ ہوئی تو اس کا یہی مطلب سمجھا جائے گا کہ آپ کی طرف سے ٹیک آؤٹ ہوئی ہے۔ اور ایسی صورت میں آپ سمجھتے ہیں کہ کیا انجام ہو سکتا ہے آپ کا۔" عمران کا لہجہ بے حد سرد ہو گیا۔

"میں سمجھ گیا ہوں سر۔ بے فکر رہیں سر۔ یہ بات مارک کے منہ سے سمجھی باہر نہیں آئے گی سر۔" مارک نے جواب دیا۔
 "یقیناً نہ۔ اس مشن کی تکمیل پر آپ کو خصوصی عہدہ دیا جائے گا۔ یہ میرا وعدہ رہا۔ آپ اب فوراً روانہ ہو جائیں۔" عمران نے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے کیپٹن اطہر کو مشین آف کرنے کا اشارہ کیا۔ کیپٹن اطہر نے مشین آف کر دی۔

"بس جناب کیپٹن اطہر صاحب۔ مسئلہ حل ہو گیا۔ آپ کی ایسٹی آبدوز کو لیبارٹری میں نہ جانا پڑا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ واقعی انتہائی غیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہیں۔" کیپٹن اطہر نے بڑے عقیدت مندانہ لہجے میں کہا۔
 "کیپٹن شکیل۔ آپ واپس جوہرے پر جاتیں گے اور مارک سے یہ انونٹری گروپ لے کر واپس یہاں آئیں گے۔ میں اصل انونٹری گروپ یہاں اپنے سامنے دفن کرانا چاہتا ہوں۔" عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور کیپٹن شکیل سر ہلاتا ہوا واپس اس طرف چل پڑا جہاں اس کا غوطہ خوری کلباس موجود تھا۔

"عمران صاحب۔ اگر یہ کوڈ دستیاب نہ ہوتا تو پھر۔" ناٹران نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پھر لازماً ہمیں لیبارٹری میں گھسنا پڑتا۔ بہر حال مجھے یقین تھا کہ اس جدید ترین آبدوز میں یہ مخصوص مشین ہوگی۔ اس لئے میں نے اسے یہاں طلب کر لیا تھا۔"

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا کیپٹن اطہر کیپٹن شکیل کو ساتھ لے کر آؤٹ دے کی طرف چلا گیا تھا۔

"آپ نے اس مارک کو منع کیوں کیا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ کافرستانی حکام کو اصل بات کا پتہ چلے۔" ناٹران نے کہا۔

"ہاں۔ میں ذرا انہیں شک ڈاؤن کرنا چاہتا ہوں۔ شاگل حطین ہو گا کہ عمران اور اس کے ساتھی ختم ہو چکے ہیں۔ اس لئے نقلی گروپ کا

کسی کو علم نہ ہو گا۔ اور وہ اُسے باقاعہ آپریٹ کریں گے۔ اور پھر اپنی فتح کا جشن منائیں گے۔ اس کے بعد میں تحفے کے طور پر سپر مشین فیاض کے ہاتھ نقلی گروپ شاگل کو بھیجا دوں گا۔" عمران نے

سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور ناٹران بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ تصویریں تصور میں شاگل کی حالت کا اندازہ کر رہا تھا۔

"لیکن نقلی گروپ جب اتر جائے گی عمران صاحب تو وہ آپریٹ کیسے ہوگی۔ اور جب وہ آپریٹ نہ ہوگی تو انہیں معلوم نہیں ہو جائے گا۔" ناٹران نے کہا۔

"یہ انونٹری گروپ سیلف آپریٹڈ ہے۔ بس اسے مخصوص سگنل ملنا چاہیئے۔ اور کافرستان والے عین اس وقت سگنل دیں گے۔

ہمیں وقت ہمارے ملک کے صدر سگنل دیں گے اس طرح نقلی گروپ عین اُسی لمحہ آن ہو جائے گی۔ اور اگر یہ آبدوزیں ہوتی تو پھر ہماری کارکردگی کا ایسا مظاہرہ

شوگان کے صدر کے سامنے ہوتا کہ وہ دفاعی معاہدہ تو ایک طرف ہمارے ملک سے ہی بھاگنے کی فکر کرتے۔ یہ تو بے کافرستان والوں

کا اصل پلان۔ لیکن اب ہو گا یہ کہ وہ یہی سمجھ کر سگنل دیں گے کہ آبدوز

میں نقلی گروپ موجود ہے۔ لیکن آبدوز میں اصل گروپ ہوگی، جو ہمارے ملک کے صدر کا سنگین وصول کر کے آن ہوگی اور صحیح کام کرے گی۔ اس لئے شوگر ان کے صدر مطمئن ہو کہ معاہدہ پر دستخط کر دیں گے۔ لیکن یہاں کافرستان والے یہ سمجھتے ہیں گے کہ نقلی گروپ آن ہو کہ مظاہرہ خواب ہو گیا ہے۔ اس لئے دفاعی معاہدہ نہیں ہوگا۔ بس یہ ہے سارا اکیمل — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور ناشران نے سر ہلادیا۔

آپ نے فیصل جان کو اس لئے شاگل کی گواہی پر لگایا ہے۔ تاکہ آپ اُسے خاص موقع پر نقلی گروپ بھیج چاہتے ہیں۔ ”۔۔۔۔۔ ناٹران نے سختے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میرا جہاں تک اندازہ ہے۔ پرائم منسٹر صاحب۔ اس موقع پر موجود ہوں گے۔ اور شاگل بھی اپنے کارنامے کا انجام دیکھنے کے لئے ساتھ ہو گا۔ لیکن یہ لوگ کہاں ہوں گے یہ بات فیصل جان کی رپورٹ سے مل جائے گی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ پرائم منسٹر کے سامنے یہ نقلی گر پ شاگل کے پاس پہنچے۔“ عمران نے لطف لینے کے سے انداز میں کہا اور ناٹران بے اختیار ہنس پڑا۔

"لیکن آپ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ہاتھ کیوں نہیں چاہتے ہیں۔
ناٹران نے کہا۔

اس لئے کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے واقعی اس مشن میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ورنہ شاید اس بارہاد خاتمہ بخیر ہو جاتا اور کارفرستی مشن بدوار ہو جاتا۔ پھر دوسرا کڑی آدمی ہے۔ کھلے عام تو اس پر ہاتھ نہیں

ڈالا جاسکتا۔۔۔ عمران نے کہا اور ناثران نے اثبات میں سر ہلادیا۔
 ”صرف ایک پوائنٹ اور واضح کر دیں کہ یہ نقلی گروپ تو آپریٹ ہوتے
 وقت یہاں کافرستان میں ہو گئی۔ جب کہ وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ پاکستان
 میں آن ہو رہی ہے۔ کیا اسے شک کرتے وقت مشین فاصلہ ظاہر نہ کر
 دیں گی۔۔۔ ناثران نے کہا۔

دیر ہی گڑنا ٹران۔ تم نے واقعی دہانت بھرا سوال کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے میرا یہ ثنات ڈاؤن والا سارا پلان ہی فضول تھا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ یقین جس گنجل پر ان ہوتی ہے اس کے لئے فاصلے کی کوئی اہمیت نہیں ہے یہ ریڈیو دیو کی طرح کے گنجل ہوتے ہیں جہاں بھی یہ گرپ ہوگی یہ اُسے رخصت کر کے لے گئی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ناٹران نے مطمئن ہو کر سر ہلادیا۔

”آپ بے فکر ہیں سر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہمارا اصل مشن مکمل ہو گیا ہے تو یہ اب معمولی باتیں ہیں۔“ راجیش وکرم نے مؤدبانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی مزید بات ہوتی۔ سائڈ پر موجود ٹیلی فون کی مٹرنگ گھنٹی بج اٹھی۔

”یس۔“ وزیر اعظم صاحب نے ریسورس اٹھاتے ہوئے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

”سر، پاکیشیا سے سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان جناب راجیش وکرم سے فوری بات کرنا چاہتے ہیں۔“ دوسری طرف سے پی۔ اے نے کہا تو وزیر اعظم چونک پڑے۔

”یہ کیسیے، سر رحمان کا فون ہے۔ اب آپ اُسے مطمئن کر دیں۔“ وزیر اعظم نے سر ہلاتے ہوئے ریسورس سامنے بیٹھ ہوئے راجیش وکرم کی طرف بڑھادیا۔ راجیش وکرم نے اٹھ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں ریسورس بولے۔

”ہیلو۔ راجیش وکرم بول رہا ہوں۔“ راجیش وکرم نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا، کیونکہ وہ بھی کافرستان انٹیلی جنس کا چیف تھا اور اس وقت وزیر اعظم صاحب بھی سامنے موجود تھے۔

”رحمان سپیکنگ۔ ہمارے وفد نے واپس آنا تھا لیکن مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ انہیں واپس آنے کی اجازت نہیں دے رہے۔“ دوسری طرف سے سر رحمان کی انتہائی باوقار آواز سنائی دی۔

”اوہ سر رحمان، یہ بات نہیں ہے۔ دراصل بڑا ہولناک ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے آپ کے وفد کے دونوں آدمی اس میں ہلاک ہو گئے ہیں اور یہ ایکسیڈنٹ اس قدر ہولناک تھا کہ دونوں کی لاشیں موقع پر ہی جل کر رکھ ہو گئی ہیں۔ میں

”ہالے مسٹر شاگل اور مسٹر راجیش وکرم، ہم نے اس بارے میں تو سوچا ہی نہیں کہ ہم حکومت پاکیشیا کو سپرنٹنڈنٹ فیاض اور اسلم رضا کے بارے میں کیا جواب دیں گے وہ دونوں بھی تو اس ایکشن میں مارے جا چکے ہیں۔“ چائے پیتے ہوئے وزیر اعظم نے بڑی طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔

ان کا انداز ایسا تھا جیسے ابھی ابھی انہیں اس کا خیال آیا ہو۔

”سر، یہی ہو سکتا ہے کہ ردڈ ایکسیڈنٹ ظاہر کیا جائے۔“ راجیش وکرم نے کہا۔

”لیکن پھر وہ لاشیں طلب کریں گے۔“ وزیر اعظم نے منہ بندتے ہوئے کہا۔

”سر، ردڈ ایکسیڈنٹ میں آگ بھی لگ جاتی ہے، اور لاشیں جل کر رکھ بھی ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی کوئی ردڈ ایکسیڈنٹ ظاہر کر دیا جائے گا۔“

”اوہ۔ یہ ٹھیک ہے۔ اس کے لئے راجیش صاحب آپ نے مکمل پلاننگ کرنی ہے تاکہ پاکیشیا کو پوری طرح مطمئن کیا جاسکے۔“

وزیر اعظم نے راجیش وکرم سے مختاطب ہو کر کہا۔

پرائم منسٹر صاحب سے اسی ایکسٹنٹ کے بارے میں دسکس کرنے آیا تھا۔ حکومت کا فرستان نے سرکاری طور پر اس پر سچہ رنج کا اظہار کیا ہے۔ راجیش وکرمن نے اپنے کو قدرے بچیدہ اور گورگیر بناتے ہوئے جواب دیا اور سامنے بیٹھے پرائم منسٹر نے اس کی اس اداکاری پر تعریفی انداز میں سر ہلا دیا۔ یہ ایکسٹنٹ کب ہوا ہے۔ دوسری طرف سے اسی طرح سپاٹ اپنے میں پوچھا گیا۔

شام کے وقت ہوا ہے۔ اب تحقیقات ختم ہوئی ہیں۔ راجیش وکرمن نے جواب دیا۔

”آپ کی تحقیقات غلط ہوئی ہیں جو ایکسٹنٹ ہوا جو گا اس میں ہلاک ہونے والے کوئی اور لوگ ہوں گے کیونکہ ابھی ایک گھنٹہ پہلے میری سرٹنڈنٹ فیاض سے ٹیلی فون پر بات ہوئی ہے۔ پاکستان سیکرٹ سروس کے چیف جناب ایکسٹو اس کی معرفت جناب وزیراعظم کا فرستان کو کوئی خاص چیز بھیجا جاتے تھے۔ وہ چیز سرٹنڈنٹ فیاض تک پہنچ چکی ہے اور سرٹنڈنٹ فیاض نے یہ دیر بعد وہ چیز لے کر پرائم منسٹر صاحب کو پہنچانے پرائم منسٹر کا دس پانچ جاہیں گے۔ میں نے فون اس لئے کیا ہے تاکہ اس چیز کی ڈیلیوری کے بعد آپ انہیں فوراً واپس آنے کی اجازت دے دیں۔ یہاں ان کے لئے انتہائی ضروری کام موجود ہیں گٹائی، دوسری طرف سے سر رحمان نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ ٹیلی فون سے منسلک لاڈر کا بیٹن چونکہ وزیراعظم صاحب نے ان کو دیا تھا۔ اس لئے کمرے میں سر رحمان کی واضح آواز گونج رہی تھی۔ کیا مطلب۔ کیا سر رحمان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ کیا چکر ہے۔“

وزیراعظم صاحب نے بڑی طرح چوکتے ہوئے کہا۔ اور راجیش وکرمن نے بھی حیرت

بھرے انداز میں آگے بڑھ کر ریسپورٹر کی شکل پر دھکے دیا۔

”میرے خیال میں سر واقعی اپنے دفتری ہلاکت کا کسی کران کا ذہن ماؤف ہو گیا ہے بڑھے آدمی ہیں۔ اس لئے انہوں نے ایسی بہکی بہکی باتیں کی ہیں۔“ شاگل نے اس طرح سر ہلاتے ہوئے کہا جیسے وہ وزیراعظم کو سر رحمان کے دماغ خراب ہو جانے کا مکمل یقین دلانا چاہتا ہو۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وزیراعظم کوئی جواب دیتے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی وزیراعظم نے چونک کر ریسپورٹر اٹھایا۔

”یس۔“ وزیراعظم نے بڑی طرح ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔ ان کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بڑی طرح الجھ گئے ہیں۔ سر پاکستانی سیکرٹ سروس کے چیف جناب ایکسٹو کا فرستان سیکرٹ سروس کے چیف جناب شاگل سے فوری طور پر کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف سے پی۔ اے نے بڑے خود بائیں بیچ میں کہا۔

”ایکسٹو۔ اودھ اچھا۔ بات کراؤ۔“ وزیراعظم نے تقریباً اچھلتے ہوئے کہا۔ اور ریسپورٹر شاگل کی طرف بڑھا دیا۔ کیونکہ لاڈر پر آواز میں سب سن رہے تھے۔ اس لئے شاگل نے میکائلی انداز میں لمحہ بڑھا کر ریسپورٹر لے لیا۔ اُسے حیرت کی وجہ سے پروکھول ریل کرنا بھی یاد نہ رہا تھا کہ وزیراعظم صاحب سے بیٹھے بیٹھے کوئی چیز نہیں لی جاسکتی۔ اس کے لئے دوسرے کا اشتنا ضروری ہوتا ہے۔

”ہیلو۔ ایکسٹو سیکرٹ۔“ چند لمحوں بعد لاڈر سے انتہائی مرد آواز گونجی۔ ”شش۔ شش۔ شش۔“ شاگل بول رہا ہوں۔ شاگل کی زبان نہ چاہنے کے باوجود بھی بڑی طرح لڑکھرائی اور وزیراعظم نے اس بڑی طرح ہونٹ پیچنے لے کر جیسے وہ شاگل کو کچا چبا رہے ہوں۔

کہا۔
"کون سا گھوڑا دیکھا تھا چھال گل بے آب۔ عزت خراب۔ ادہ سوری، پھر
زبان پھل گئی۔" دوسری طرف سے عمران کی ہنسی ہوئی آواز زبانی
دی۔

"پپ — پپ — پیر — تمہارا پیر۔" شاگل نے بے اختیار
جواب دیا۔

"اچھا۔" واقعی پیر تو تمہیں ضرور حیرت ہو رہی ہو گی۔ تمہاری حیرت بجا
ہے، تمہارے ہاں پیر سے بولا جاتا ہو گا۔ ادہ۔ وہ جو بزرگ کہتے ہیں کہ اس
کی عقل گھٹن میں ہے تو وہ تمہارے متعلق ہی کہتے ہوں گے۔ پیر پر زبان
لگی ہوئی ہو تو عقل بے چاری تو لڑنا گھٹن میں ہوتی ہو گی۔ لیکن جناب شاگل
صاحب میری زبان پیر پر نہیں لگی ہوئی۔ میں پاکیشیا کا فرزند ہوں کافرستان
کی جھاگل ادہ سوری شاگل نہیں ہوں۔ دیے ایک بات بتا دوں کہ جس کا
پیر قمر نے دیکھا تھا وہ تمہارا اپنا ہی آدمی تھا۔ میرے خیال میں گرین ٹاؤن
پر ریڈ کمرے کے بعد تم نے اپنے آدمیوں کو گننا گوارا ہی نہ کیا ہو گا۔ قمر تو
جشن منانے میں مصروف ہو گئے ہو گے۔ دیے سپرٹنڈنٹ فیاض چوچیز
لے کر آ رہا ہے۔ اس سے آپ حضرات کا جشن پوری طرح مکمل ہو جائے
گا۔" دوسری طرف سے عمران نے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں
کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیوں ہو رہا ہے۔" وزیر اعظم نے
بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور وہ بے اختیار کسی سے اٹھ
کھڑے ہوئے۔

"مسٹر شاگل میں نے ایک مخصوص چیز آپ کے پرانے مندر صاحب کے لئے
بجھوائی ہے۔ چونکہ میرا آدمی سامنے نہ آ سکتا ہے اس لئے یہ چیز پاکیشیا میں جنس
کے سپرٹنڈنٹ فیاض کے ذریعے بجھوائی جا رہی ہے۔" ایک ٹوٹے اسی
طرح سرد لہجے میں کہا۔

"یہ کیا چیز ہے۔" شاگل نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔
"اس کی تفصیلات ابھی میرا خصوصی نمائندہ آپ کو بتا دے گا آپ فون پوٹ
کر سکیں۔" دوسری طرف سے کرخت لہجے میں جواب دیا گیا۔ اور پھر چند
لمحوں بعد جیسے ہی ایک آواز سور سے ابھری شاگل اس طرح اچھلا کہ
بے اختیار کرسی سمیت نیچے گرتے گرتے بچا۔

"ہیلو مسٹر چھال گل۔ ادہ سوری مسٹر شاگل۔ میں علی عمران بول رہا ہوں۔
کم از کم میری آواز تو تم اب تک پہنچنے لگی ہو گی۔" میں نے
ہیلو۔ تم خاموش کیوں ہو مسٹر پاگل۔ ادہ ادہ۔ دوسری سوری۔ تم
کافرستان کے اعلیٰ افسر ہو۔ اس لئے مزید وی بی سوری۔" عمران
کی زبان میری ٹھکی کی قہقہے کی طرح چل رہی تھی۔

اور شاگل کے ساتھ ساتھ راجیش دکر ام اور خود وزیر اعظم بھی
اس طرح بت بٹے بیٹھے تھے کہ ان کی پلکیں تک نہ جھپک رہی
تھیں انہیں اپنے جسم کے ساتھ ساتھ اپنے ذہن بھی مآؤف ہوتے
عموس ہو رہے تھے۔

"بب — بب — ببو اس ہے۔ جھوٹ ہے۔ میں نے
تمہاری لاش کے ٹکڑے آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ آواز بیل کو مجھے
دھوکہ نہ نہیں دیا جاسکتا۔" ایک لحظہ شاگل نے بری طرح چیخنے ہوئے

ہوئے کہا۔ اور شاگل ہونٹ پیچھ کر خاموش ہو گیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض بڑے خفاانہ انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس کا سینہ پھولا ہوا تھا۔ چہرے اور آنکھوں میں بے پناہ عکاس تھی۔ اس کے جسم پر مکمل یونیفارم تھی۔ اس کے ہاتھ میں کاغذیں پٹی ہوئی کوئی چیز تھی۔

”میں جناب وزیر اعظم کا فرستادہ کی خدمت میں آداب پیش کرتا ہوں۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے ذرا سانس کو جھپکاتے ہوئے کہا۔ راجیش اور شاگل دونوں سپرنٹنڈنٹ فیاض کو اس طرح دیکھتے تھے جیسے انسان کسی بھوت کو دیکھ رہا ہو۔

”آداب۔۔۔ تشریف لیتے۔“ وزیر اعظم نے بڑی مشکل سے اپنے ہونٹوں پر سفارشی مسکراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اس کے ہاتھ کو بڑے موذبانہ انداز میں مصافحہ کیا۔ اور پھر وہ شاگل اور راجیش دو کمر کی بات کر گیا۔

”آپ مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہیں۔ آپ سے تو میں پہلے واقف ہوں۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے مسکراتے ہوئے بڑے طنز پر لہجے میں کہا۔

”ملاقات کا مقصد مشر فیاض۔“ وزیر اعظم نے فیاض کو ٹھوٹے ہوئے کہا۔

”سر۔ حکومت پاکیشیا کی طرف سے یہ آپ کو سرکاری طور پر بھجوائی گئی ہے۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے کاغذ میں پٹی ہوئی چیز

”ج۔ جناب۔ یہ ہمیں پکڑ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جناب میں سچ کہتا ہوں کہ عمران مرچیک ہے سر۔“ شاگل نے بڑی طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ خود ذہنی طور پر پاگل پن کے قریب پہنچ چکا ہے۔ ریسورس کے ہاتھ سے راجیش دو کمر لے کر رکھ دیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک باوردی آدمی ہاتھ میں ایک پلیٹ اٹھائے اندر داخل ہوا۔

”سر۔ یہ صاحب آپ سے براہ راست ملنا چاہتے ہیں اور فوری۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ انتہائی فوری اور ضروری ہے۔“ آنے والے نے پلیٹ بڑے موذبانہ انداز میں وزیر اعظم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ جس پر ایک کاغذ رکھا ہوا تھا۔

”فیاض احمد سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس پاکیشیا۔“ وزیر اعظم نے کاغذ پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

”کیا ان کی چیکنگ ہو گئی ہے۔“ وزیر اعظم نے دربان کی وجہ سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

”یہ سر۔ کمپیوٹر چیکنگ نے انہیں اذ۔ کے قرار دیا ہے۔“ دربان نے جواب دیا۔

”اوہ ہاں۔ یہ کاغذ بتا رہا ہے۔ ٹھیک ہے انہیں بھجوادو۔“ وزیر اعظم نے بڑی طرح ہونٹ پیچھتے ہوئے کہا۔

”سر۔ یہ میک اپ میں ہو گا۔“ شاگل نے کہنا چاہا۔

”سٹ اپ۔“ کمپیوٹر چیکنگ میں سب سے پہلے میک اپ چیک کیا جاتا ہے۔“ وزیر اعظم نے بڑی بڑی طرح شاگل کو ڈانٹتے

وزیراعظم کی طرف بڑھتے ہوئے۔ لیکن وزیراعظم نے شاگل کو اشارہ کیا اور شاگل نے ہاتھ بڑھا کر وہ چہ فیاض کے ہاتھ سے لے لی۔ اور اس کا کاغذ کھولنے لگا۔

”یہ سب کیا چیز۔“ وزیراعظم نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”جی۔ یہ ایسی آبدوز کی انونٹری گروپ ہے۔ لیکن یہ اصلی نہیں ہے نقلی ہے۔ اور چونکہ اسے آپ کی نوی انجمنہنگ لیبارٹری کے مشرمانک نے تیار کیا ہے۔ اس لئے یہ آپ کو شکر یہ کے ساتھ واپس بھیجی گئی ہے“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے مسکرتے ہوئے جواب دیا۔

”گگ۔ گگ۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ اس بار وزیراعظم اپنے ذہن پر کنٹرول نہ رکھ سکے تھے۔ ”آپ غیر بالیدانی زبان استعمال کر رہے ہیں جناب۔ میرا فرض ادا ہو گیا۔ مجھے اجازت دیجئے۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بھی سخت لہجے میں کہا۔ اور بغیر ہوا فحہ کے باسلام کئے تیزی سے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دو دروازے سے باہر نکل گیا۔

شاگل انونٹری گروپ سے کاغذ بٹا چکا تھا اور اب اُسے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے اس کے ہاتھ میں کوئی نہر پلا سانپ ہو۔ لیکن وہ اُسے کپڑے رکھنے پر مجبور ہو۔ وزیراعظم سمیت وقتینوں بت بنے کھڑے شاگل کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی انونٹری گروپ کو یک شک دیکھ رہے تھے۔

”اس۔ اس۔ اس۔ اس کا مطلب ہے شکست۔ ہمارا پلان ختم ہو گیا۔ ادہ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیسے ممکن ہے۔ یہ کیسے ہوا۔ کیونکر ہوا۔

تم۔ تم نے تو کہا تھا کہ سب ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ سپرنٹنڈنٹ فیاض یہ عمران کا فون۔ یہ انونٹری گروپ۔ یہ کیا ہے۔ بولو۔ جواب دو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ اٹا لٹکا دوں گا۔ احمق۔ الو۔ نانس۔ وزیراعظم کا چہرہ غصے سے مسخ ہو گیا تھا۔ اور آنکھیں پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔ اور دوسرے لمحے شاگل ایک لمخت لہرایا اور دھڑام سے گر کر پڑے کسی سے ٹکرایا اور پھر فرش پر گر گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ انونٹری گروپ اس کے ہاتھ سے پھوٹ کر نیچے فرش پر گر گئی تھی۔ راجیش وکرمن نے جلدی سے اُسے سنبھالنے کی کوشش کی۔

”میں اسے معطل کرتا ہوں۔ فوری طور پر معطل کرتا ہوں ذیہ احمق ہے۔ یہ سیکرٹ سرورس کا چیف تو کیا چمارخانے کا بھنگی بننے کے بھی قابل نہیں ہے۔“ وزیراعظم نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے وہ ٹیلی فون کی طرف جھپٹے۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتے ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر متر متر آواز میں بج اٹھی۔

”یس۔“ وزیراعظم نے رسیور اٹھا کر پھاڑ کھلنے والے ہالے میں کہا۔

”جناب صدر مملکت آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“ دوسری طرف سے پی۔ اے نے انتہائی گہرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ادہ۔ بات کرو۔“ وزیراعظم نے صدر کا نام سن کر بڑی طرح ہونٹ پیچتے ہوئے کہا۔

”مہیلو۔“ دوسرے لمحے رسیور سے صدر مملکت کی آواز ابھری۔

"یس سر۔" وزیر اعظم نے بڑی مشکل سے اپنے لیے کونٹرول میں کہتے ہوئے کہا۔

"آپ نے تو مجھے فون کیا تھا کہ آپ کا پلان کیا ہو؟" کیس کا میاب ہو گیا ہے اور اب پاکستانیادار شوگران کے درمیان دفاعی معاہدہ نہیں ہو گا۔ لیکن ابھی مجھے سرکاری طور پر حکومت پاکستان کی طرف سے رسمی اطلاع دی گئی ہے کہ صدر شوگران چونکہ پاکستان کا کھٹنے والی ایٹمی آبدوز کے محانتے کے دوران پاکستان کے ماسٹر کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدے پر دستخط کر دیئے ہیں اور اس معاہدے کے تحت پاکستان کو جدید اور اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی پر مبنی ایسے ہتھیار دیئے جائیں گے جو شاید سپر باورز کے پاس بھی نہ ہوں گے۔ یہ سب کیا ہے۔ وہ آپ کا پلان۔"

صدر مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"آئی ایم دیوی سوری سر۔ پلان فیل ہو گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ سیکرٹ سرورس کے چیف شاگل کی وجہ سے ہوا ہے۔"

وزیر اعظم نے ہوش بھینچتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ نے تو بتایا تھا کہ اس پلان کو مکمل طور پر آپ نے خود سپرد کیا ہے اور سر شاگل آپ کی ہدایات کے تحت کام کر رہے ہیں۔"

صدر مملکت نے انتہائی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ میں نے درست بتایا تھا۔ لیکن پلان پھر بھی فیل ہو گیا ہے۔"

زمرن فیل ہو گیا ہے بلکہ بڑی طرح فیل ہو گیا ہے۔ ٹھیک سے سرین ساری ذمہ داری اپنے آپ پر لیتا ہوں۔ ویسے میں نے شاگل کو محفل

کے اعظم نے ہندوستان کے بارے میں تفصیلی

"ٹھیک ہے۔ آپ اس ساری شکست کے بارے میں تفصیلی تحقیقات کرائیں۔ اور مجھے رپورٹ بھیجیں۔ اس کے بعد اسے ڈکس کر لیا جائے گا۔ میں نے آپ کو ذاتی طور پر پہلے ہی منع کیا تھا کہ آپ ایسا بیچیدار پلان نہ بنائیں بلکہ کوئی سیدھا سا دھاسا پلان بنائیں کہ کچھ مجھے معلوم تھا کہ پاکستان سیکرٹ سرورس کے مقابلے میں ہماری سیکرٹ سرورس کی صلاحیتیں بے حد معمولی ہیں۔ لیکن آپ نے کہا تھا کہ آپ چونکہ اسے خود سپرد کرنا کریں گے اس لئے ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

دوسری طرف سے کافرستان کے صدر نے انتہائی سر دہلے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"واقعی مجھے سے حماقت ہو گئی۔ میں نے اسے بھی سیاسی داؤ پیچ سمجھ لیا تھا۔ لیکن یہ تو سیکرٹ سرورس کی جنگ تھی۔ کاش کافرستان کے پاس بھی پاکستان جیسی سیکرٹ سرورس ہوتی یا کم از کم ایکسٹو ہی کافرستان سیکرٹ سرورس کا چیت ہوتا۔"

وزیر اعظم نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں بڑبڑا کر کہا۔

اور اس طرح کوئی پڑھیں ہو گئے جیسے کوئی بخاری اپنی زندگی کی آخری بازی تک مار چکا ہو۔

"سر۔ کیا حکم ہے۔" راجیش نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"جاؤ۔ اسے بھی لے جاؤ۔ میں اس کی معطلی کے آرڈر واپس لیتا ہوں۔"

ٹھیک ہے میں نے سپرد کیا تھا تو نتیجہ بھی مجھے ہی بھگتنا چاہیے۔"

وزیر اعظم نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے انکھیں بند کر کے کسی کی پشت سے سر ٹکوا دیا اور ان کے چہرے پر ہلکی سی بادل چھلنے لگے۔

ختم شد

۱۳۷۷

عمران سے زینس قطع منفرد انتہائی کم ہوا اور سخت انگڑاؤ والا

بلیک ورلڈ

مصنف: منظر کلیم احمد

بلیک ورلڈ — شیطان کی دنیا — شیطان اور اس کے کاندھوں کی دنیا — جہاں سیاہ قوتوں کا راج ہے۔ جہاں انسانیت کے خلاف ہر طرح پر شیطانانہ انداز میں کام جاری رہتا ہے۔

پرو فیسر البرٹ — شیطان دنیا کا ایک ایسا کردار — جو شیطان کا نائب تھا اور جس نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے غلام کیلئے ایک خوفناک شیطانی منصوبے پر کام شروع کر دیا — یہ منصوبہ کیا تھا — ؟

رعیمس — ایک ایسا مادوی زبور — جو صدیوں پہلے ایک شیطانی معبد کے پجاری کی ملکیت تھا اور پرو فیسر البرٹ کو اس کی تلاش تھی — کیوں — وہ

اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا — ؟

جوتی — ایک شیطانی قوت — جو انتہائی خوبصورت عورت کے روپ میں عمران سے ٹکرائی اور اس کا دعویٰ تھا کہ عمران اس کی شیطانت سے کسی صورت بھی نہ بچ سکے گا — کیا واقعی ایسا ہوا — کیا جوتی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔

بلیک ورلڈ — جس کے مقابل عمران ہزرف جو انا اور نائیکر سمیت جب میدان میں اترے عمران کو پہلی بار احساس ہوا کہ بلیک ورلڈ کی شیطانی قوتیں کس قدر

ماوراء — نہ بیک ترتر کی ماکہ ہیں۔

بلیک ورلڈ — ایک ایسی پراسرار، سحر انگیز اور انوکھی دنیا — جس کا ہر معاملہ عام دنیا سے ہٹ کر تھا۔

بلیک ورلڈ — جس کی پراسرار اور انوکھی قوتوں کے مقابل عمران کو بالکل منفرد انداز میں جدوجہد کرنی پڑی — انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی جدوجہد۔

• وہ لمحے — جب عمران اور اس کے ساتھی شیطانی قوتوں کے خوفناک پنجوں میں چھنس کر رہ گئے اور ان کے بچ بچنے کی کوئی راہ باقی نہ رہی — کیا عمران اور اس کے ساتھی شیطانی قوتوں کا شکار ہو گئے — یا — ؟

بلیک ورلڈ — جس کے خلاف طویل جدوجہد کے باوجود آخر کار ناکامی ہی عمران کا مقدر بنی — کیوں اور کیسے — کیا واقعی عمران ناکام ہو گیا تھا — یا — ؟ بلیک ورلڈ — جس کے خلاف کام کرتے ہوئے عمران کو عام دنیا ہی اسلئے کی بجائے قطعی مختلف انداز کی طاقت کا سہارا لینا پڑا — وہ طاقت کیا تھی — ؟

• قطعی مختلف انداز کی کہانی — انتہائی منفرد انداز کی جدوجہد

• تیز اور سحر کی فصول کا یوں میں لپٹی ہوئی ایک پراسرار دنیا کی کہانی

• ایک ایسا ناول جو اس سے قبل صفحہ قرطاس پر نہیں اُبھلا۔

یوسف براؤن - پاک گیٹ ٹنٹن

سلور ہینڈز

مصنف مظہر کلیم ایم اے

- سلور ہینڈز — ایک ایسی تنظیم جس نے عمران کے ملک میں ایک مخصوص کاروبار پر مکمل اجارہ داری حاصل کرنی چاہی۔ وہ کیسا کاروبار تھا۔؟
- مادام لوسیا — سلور ہینڈز کی ایسی ایجنٹ جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو حقیقت میں تنگی کا ناچ ناچنے پر مجبور کر دیا۔
- مادام لوسیا — جو نہ صرف مارشل آرٹ کی پیشانی ماہر تھی۔ بلکہ وہ گولیوں سے جسم چھپانی کرنے کی بھی بے حد شوقین تھی اور پھر تو بھی مادام لوسیا کے سامنے آیا۔ اس کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔
- مادام لوسیا — جس نے سیکرٹ سروس کی موجودگی میں ہیشمار افراد کو گولیوں سے بھرا ڈالا۔ مگر سیکرٹ سروس کے ممبران خاموش تماشائی بنے رہ گئے۔ کیوں؟

- جولیا اور سیکرٹ سروس کے تمام ممبران ایکٹو کے انکار کے باوجود ایک ہوٹل میں فٹن شو دیکھنے پر افسد تھے اور پھر ایکٹو کے واضح انکار کے باوجود وہ فٹن شو دیکھنے رہے۔ کیا سیکرٹ سروس نے ایکٹو سے لباؤت کر دی تھی؟
- سنسنی خیز اور انتہائی دلچسپ کہانی۔ سپنس اور ایکشن سے بھرپور۔

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

بلڈی گیم

مصنف مظہر کلیم ایم اے

- بلڈی گیم — جس کا آغاز پاکستان کی ایک نوجوان لڑکی کے غندوں کے ہاتھوں جبری اغوا سے ہوا۔
- بلڈی گیم — جس کا انجام ایک کیمیا کی عظیم الشان لیبارٹریوں کی تباہی اور یہودی سائنسدانوں کی بے در پے موت پر جا کر ہوا۔
- بلڈی گیم — ایک ایسے سائنسی آئیڈیے کی بنیاد پر کھیلی گئی جو ابھی محض ایک آئیڈیہ ہی تھا۔ وہ آئیڈیہ کیا تھا۔؟
- بلڈی گیم — جس میں عمران اٹا نیچر اور جو اٹا نے حصہ لیا لیکن اس گیم کے ہر مرحلے پر عمران اور اس کے ساتھیوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیوں؟
- بلڈی گیم — جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو حاصل ہونے والے ہر کلیو کو انتہائی مہارت سے مسلسل ختم کیا جاتا رہا اور عمران اور اس کے ساتھی باوجود مسلسل جدوجہد کے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔
- بے پناہ سپنس۔ لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے واقعات تیز رفتار ایکشن سے بھرپور ایک کہانی جو جاسوسی ادب میں ایک مختلف کہانی ثابت ہوگی۔

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

شہرہ آفاق مصنف جناب منظرہ کلیم ایم اے کی عمران سیرئس

موت کا جال ————— دوم	رنگین موت ————— اول
اسکیپ گریس ————— مکمل	ڈینجر گینگ ————— دوم
پرنس و پریل ————— مکمل	دہشت گرد ————— مکمل
ٹوپاز ————— اول	ریڈ میڈوسا ————— مکمل
یقینی موت ————— دوم	ڈینجر لینڈ ————— مکمل
ہائی فائی ————— مکمل	کراس کلب ————— مکمل
انارڈی مجرم ————— مکمل	فولگ انٹرنیشنل ————— اول
آپریشن سینڈوچ ————— اول	سیکارو پوائنٹ ————— دوم
سینڈوچ پلان ————— دوم	فاسٹ ایکشن ————— اول
کایا پلٹ ————— مکمل	فاسٹ ایکشن ————— دوم
بلیو آئی ————— مکمل	کاغذی قیامت ————— اول
انکانا ————— اول	کاغذی قیامت ————— دوم
انکانا ————— دوم	پرنس آف ڈھب ————— مکمل
بے جرم مجرم ————— اول	بلڈی سنڈکیٹ ————— مکمل
بے جرم مجرم ————— دوم	لیڈی ایگنز ————— اول

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان